علماء وخطباء کے لیے
رمضان المبارک کا تحفہ
خلاصۃ التفسیر
اَلْمُسَمّٰی
زُبْدَۃُ تَفْسِیرِ الْقُرْآنِ فِی شَھْرِ رَمَضَان
پروفیسر مُفتی مُنیبُ الرّحمٰن
ضیاءُ القرآن پبلی کیشنز
لاہور کراچی پاکستان

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ
هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَ الْفُرْقَانِ
(البقرہ:185)

علماء و خطباء کے لیے رمضان المبارک کا تحفہ

خلاصۂ تفسیر

اَلْمُسَمّٰی:

زُبْدَۃُ تَفْسِیْرِ الْقُرْآن لِشَهْرِ رَمَضَان

مفتی منیب الرحمٰن

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

نام کتاب	:	خلاصۂ تفسیر
مفسر	:	پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن
کمپوزنگ	:	حافظ محمد جمشید ہاشمی
نظرِ ثانی	:	مولانا بختیار احمد نعیمی
اشاعتِ اول	:	مئی 2017ء
اشاعتِ ثانی	:	اگست 2019ء
اشاعتِ ثالث	:	اپریل 2020ء
تعداد	:	

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

حرفِ اوّل

رمضان المبارک کو قرآنِ مجید سے خاص نسبت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نزولِ قرآن کے لیے ماہِ رمضان اور شبِ قدر کا انتخاب فرمایا، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''رمضان وہ (عظیم المرتبت) مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو تمام انسانوں کے لیے ہدایت ہے اور (اس میں) حق و باطل کے درمیان امتیاز کے لیے روشن دلائل ہیں''۔

(البقرہ:163)

رمضانِ مبارک میں ماحول نیکیوں کے لیے سازگار ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان کے مطابق سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اور بارگاہِ غیب سے منادی ندا دیتا ہے:
''اے نیکیوں کے طلب گار! آگے بڑھ اور اے شر کے طلب گار! رُک جا''۔

بہت سی مساجد میں نمازِ تراویح میں تلاوت کی گئی قرآنی آیات کی مختصر تفسیر بیان کی جاتی ہے اور یہ ایک قابلِ تحسین شِعار ہے۔ ہم نے خطبائے کرام اور ائمۂ کرام کے لیے قرآنِ مجید کی منتخب آیات کا تفسیری خلاصہ مرتّب کیا ہے تاکہ اِن حضرات کے لیے اور قرآن فہمی سے رغبت رکھنے والے عام پڑھے لکھے مسلمانوں کے لیے مفید ثابت ہو۔ اِسی طرح مُعۡتَکِفِیۡن ایامِ اعتکاف میں اس کا مطالعہ کر کے قرآن سے ذہنی اور فکری مطابقت پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر ہماری یہ کاوش اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کامیاب رہی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کو اس خیر کی جانب مائل فرمایا، تو قوی امید ہے کہ دین سے شغف رکھنے والے اہلِ ایمان کی ایک مُعتَد بہ تعداد اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے قرآن کی تفسیر کی طرف مائل ہو اور یہی ہمارا مقصود و مدّعا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اِسے قبولِ عام عطا فرمائے

اور اِس کے ذریعے اپنے دیندار بندوں کو قرآن سے جڑے رہنے کا جذبہ، شوق اور لگن عطا فرمائے، آمین یا ربّ العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہٖ افضل الصلوات والتسلیمات۔

اظہارِ تشکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ! خلاصۃ تفسیر کو اللہ تعالیٰ نے پذیرائی عطا فرمائی ، ائمہ وخطبائے کرام گزشتہ دوسال سے اس سے رمضان المبارک میں استفادہ کررہے ہیں اور اہلسنت کی مساجد میں نمازِ تراویح کے بعد درسِ قرآن دینے کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ یہ نہایت ضروری امر تھا، کیونکہ دوسرے مکاتبِ فکر کے علماء (خواتین وحضرات) پہلے ہی سے اس کارِ خیر میں مشغول تھے اور اسی سبب انہوں نے لوگوں کو اپنی طرف مائل کیا اور قرآن فہمی کا ذوق پیدا کیا۔ اہلسنت وجماعت ہمیشہ تاخیر کردیتے ہیں ،ہمیں خیر کے کاموں میں نئی جہتوں کا مُوجِد بننا چاہیے، نہ کہ نقال اور دوسروں کی تقلید کرنے والے،منیر نیازی نے کہا تھا:

ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں، میں ہر کام کرنے میں
ضروری بات کہنی ہو، کوئی وعدہ نبھانا ہو

محافلِ نعت ومیلاد کو عملاً کُل دین سمجھ کر اس پر سارے وسائل لٹانے کا یہی نتیجہ برآمد ہونا تھا کہ امام اہلسنت مجددِ دین وملت امام احمد رضا قادری محدث بریلی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ دینی ترجیحات پسِ پشت چلی گئیں ،قوموں اور ملّتوں کی ادنیٰ غفلت بھی طویل اور دیرپا نتائج کی حامل ہوتی ہے:

یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ را ہم دور شد

یعنی بعض اوقات ایک لمحے کی غفلت کی تلافی پر سوسال صَرف کرنے پڑتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! علمائے اہلسنت کی مخلصانہ کاوشوں سے بہتر تبدیلی کے آثار نظر آنے لگے ہیں، یہ اچھی علامت ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی ہے:''اور جو چیز انسانیت کے لیے نفع رساں ہوتی ہے، وہ زمین میں قرار پاتی ہے، (الرعد:17)''۔ ہمارا کام اپنی علمی اور فکری دیانت کے مطابق اہلسنت وجماعت کے لیے صحیح منہاج کی نشاندہی کرنا ہے، اُسے بارآور اور ثمر

آور بنانا اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے اور وہ ہمیشہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

ہماری مخلصانہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کے طفیل ہمارے عہد کے جواں عمل اور نوجوان علماء کو خیر کے میدان میں رجحان ساز بنائے، اُن کی ترجیحات کو اپنی ترجیحات کے سانچے میں ڈھال لے، انہیں کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا کیے بغیر فکر و عمل کی راستی نصیب فرمائے اور ہر کجی اور کج روی سے انہیں محفوظ و مامون فرمائے۔ یہی نوجوان علماء ہمارے مستقبل کا اثاثہ ہیں اور انہوں نے ہی آگے چل کر باطل کے طوفانوں کے مقابل دین و مسلک کی نیّا کا کھیون ہار بننا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں علامہ اقبال کے اس شعر کا مصداق بنائے:

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے

اس پر ہم نے نظرِ ثانی کی ہے، جہاں ضروری سمجھا، مفید اضافات کیے ہیں جو خطبائے کرام کے لیے ان شاء اللہ مفید ثابت ہوں گے۔

محتاجِ دعا:
مفتی منیب الرحمن

خلاصۂ تفسیر

پارہ:۱

سورۃ الفاتحہ

یہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن کی سب سے پہلی اور نزول کے اعتبار سے پانچویں سورت ہے، اس کو فاتحہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے قرآن مجید کا افتتاح ہوتا ہے، اِس کی اہمیت کا اندازہ اِس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اِس کی قراءت کو فرض نماز کی پہلی دو رکعات اور باقی تمام نمازوں کی ہر رکعت میں واجب قرار دیا گیا ہے۔ یہ سورت سات آیات پر مشتمل ہے اور ایک حدیثِ قُدسی میں اِسے ''صلوٰۃ'' سے تعبیر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے، یعنی جب بندہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ'' پڑھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آتی ہے کہ میرے بندے نے میری حمد بیان کی اور جب بندہ ''اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' پڑھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آتی ہے کہ میرے بندے نے میری ثنا کی اور جب بندہ ''مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ'' پڑھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آتی ہے کہ میرے بندے نے میری عظمت وجلالت بیان کی یا بندے نے اپنے آپ کو میرے سپرد کر دیا اور جب بندہ ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ'' پڑھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آتی ہے کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے یعنی عبادت صرف میری کی جائے گی اور ہر مشکل میں مدد کے طلب گار کی مدد کی جائے گی اور جب بندہ ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' سے ''وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' تک پڑھتا ہے، تو چونکہ یہ کلماتِ دعا ہیں اور بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صراطِ مستقیم پر قائم ودائم رہنے کی دعا مانگتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آتی ہے کہ یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے نے جو سوال کیا ہے، وہ اُسے عطا ہوگا، (صحیح مسلم: 877)''۔

ایصالِ ثواب کے موقع پر دعا کے لیے اسے پڑھا جاتا ہے، اس لیے اس کا نام فاتحہ پڑ گیا۔

سورۂ فاتحہ کو سُوْرَةُ الدُّعَا، سُوْرَةُ الْمَسْئَلَة، سُوْرَةُ الشِفَاء، سُوْرَةُ الْكَنْز، سُوْرَةُ الْوَاقِيَة، سُوْرَةُ الْكَافِيَة، سُوْرَةُ الرُّقْيَّة اور سُوْرَةُ الْحَمْد کے ناموں سے بھی موسوم کیا گیا

ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کی عظمت کا بیان ہے، اس امر کا بیان ہے کہ عبادت کی حق دار صرف اسی کی ذات پاک ہے اور بالذات صرف اسی سے مدد طلب کی جائے، اس میں اللہ کی بارگاہ سے دعا و التجا کے آداب بیان کیے گئے ہیں، اِس میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دعا کی گئی ہے اور ''ہدایت'' ہی وہ جامع لفظ ہے جو تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد، اُن کی تعلیمات اور تمام کُتبِ سماویہ کا خلاصہ ولب لباب ہے، اِسی لیے اُسے قرآن مجید کا بھی خلاصہ قرار دیا گیا ہے۔

سورۃ البقرۃ

سورۃ البقرۃ قرآن مجید میں ترتیب مصحف کے اعتبار سے دوسرے جبکہ ترتیب نزولی کے اعتبار سے ستاسی نمبر پر ہے۔سورۃ البقرہ قرآن مجید کی سب سے طویل اور مدینہ منورہ میں سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت ہے۔اس سورت میں مسلمانوں کے انفرادی اور اجتماعی نظام حیات، عبادات، سیاسیات ،معاشیات، اقتصادیات اور عمرانیات کے اصول اور احکام بیان فرمائے گئے ہیں ۔اس سورت میں ایک آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی وحدت اور اس کی اہم صفات کا بیان ہے اور یہ آیت الکرسی ہے۔

سورۃ البقرہ کا نام بقرہ اس لیے رکھا گیا کہ اس سورت میں بقرہ (گائے) کا ذکر ہے۔ قرآن مجید کی تمام سورتوں کے نام توقیفی ہیں اور ادنیٰ مناسبت سے رکھے گئے ہیں، حدیث میں ہے۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۃ البقرہ پڑھی جاتی ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہماری (دوسرے) لوگوں پر تین وجہ سے فضیلت ہے۔تمام روئے زمین ہمارے لیے مسجد بنادی گئی ہے، اس کی مٹی ہمارے لیے ذریعہ طہارت بنادی گئی ہے، ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح ہیں اور ہم کو یہ آیات دی گئی ہیں سورہ بقرہ کی آخری آیات عرش کے نیچے سے نازل ہوئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو دی گئی ہیں اور نہ میرے بعد کسی کو دی جائیں گی۔

سورۃ البقرہ کی دوسری آیت میں یہ بتایا گیا کہ اگر قرآن کی حقانیت کے دلائل پر کوئی ٹھنڈے دل سے غور کرے، تو اس پر عیاں ہوگا کہ اس کتاب میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کفار ومشرکینِ مکہ قرآن کے کلام اللہ ہونے کا انکار کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ یہ نبیِ کریم ﷺ کا اپنا بنایا ہوا کلام ہے، چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیات 23 اور 24 میں ایسے تمام معاندین اور منکرین کو چیلنج کیا گیا کہ اگر تمہیں قرآن کے کلام اللہ ہونے میں شک ہے، تمہیں اپنی فصاحت وبلاغت پر بڑا ناز ہے، تو تم سب مل کر اس جیسا کلام بنا کر لے آؤ اور تاریخ میں ایسا کوئی حوالہ نہیں ہے کہ قرآن کے اِس چیلنج کو قبول کیا گیا ہو، چنانچہ قرآن نے فیصلہ کن انداز میں اعلان کیا کہ تم یہ کام ہرگز نہ کرسکو گے اور وہ نہ کرسکے۔

آیت نمبر: 3 تا 5 میں مومنین کی صفات، ایمان بالغیب، اقامتِ صلوٰۃ، انفاق فی سبیل اللہ، کتبِ الٰہیہ پر ایمان اور آخرت پر ایمان کا ذکر ہے۔ آیت نمبر: 5 اور 6 میں ان لوگوں کا ذکر ہے، جن کا کفر ظاہر اور عیاں ہے اور وہ اپنے کفر کو چھپاتے نہیں ہیں اور اپنی سرکشی میں اس حد تک آگے جاچکے ہیں کہ اب ان کا ہدایت پانا عملاً ناممکن ہے، ان کی سرکشی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ان کے دل ودماغ قبولِ حق کی صلاحیت سے محروم ہوچکے اور اُن پر ابدی شقاوت اور بدبختی کی مہر لگ چکی ہے۔

آیت نمبر: 8 تا 20 میں منافقین کا ذکر ہے، یہ انسانیت کا وہ طبقہ ہے، جن کے ظاہر وباطن میں تضاد ہے، دنیوی مفاد کے لیے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن دل ایمان سے خالی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس کیفیت کو ایک سے زائد مثالوں کے ذریعے بیان فرمایا ہے اور یہ بھی کہ اپنی دانست میں یہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور مومنوں کو فریب دے رہے ہیں لیکن دراصل یہ ان کی خود فریبی ہے اور اس کا وبال انہی پر آئے گا۔ آیت نمبر: 21 اور 22 میں توحید کی دعوت اور شرک سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مختلف نعمتوں کا ذکر کر کے بتایا گیا کہ نعمتیں عطا کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، وہی حیات دینے والا ہے اور وہی موت دینے والا ہے اور آخر کار سب کو اسی کی عدالت میں جانا ہے۔

آیت نمبر 23,24 میں قرآن کے بے مثل کتاب ہونے اور لوگوں کے مثل لانے سے عجز کا بیان ہے۔قرآن کا یہ اسلوب ہے کہ بعض امور کو مثالوں کے ذریعے اپنے مخاطبین کو ذہن نشین کرانا چاہتا ہے، اسی لیے آیت نمبر:26 میں بتایا گیا کہ کسی چیز کا چھوٹا یا بڑا ہونا اصل نہیں ہے بلکہ اصل وجہِ مشابہت ہے۔

آیت نمبر:30 تا39 میں ہے: فرشتوں کے سامنے اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ میں آدم کو زمین میں اپنا خلیفہ بنا رہا ہوں ،فرشتوں نے اپنی فہم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عرض کیا کہ بنی آدم زمین میں فساد کریں گے،خون ریزی کریں گے اور اے اللہ! ہم ہمہ وقت تیری تسبیح وتقدیس میں مشغول رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں جن اَسرار اور حکمتوں کو جانتا ہوں تم نہیں جانتے اور پھر نعمتِ علم کے ذریعے آدم علیہ السلام کی فضیلت اور برتری کو فرشتوں پر ثابت کیا۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوا کہ آدم کو سجدہ کرو اور ابلیس لعین کے سوا تمام ملائک نے حکمِ ربّانی کی بلا چوں وچرا تعمیل کی ۔ یہ سجدہ عبادت کا نہیں تھا بلکہ ''سجدۂ تعظیمی'' تھا، جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے واقعے میں بھی ذکر ہے اور اُن انبیائے کرام کی شریعت میں ''سجدۂ تعظیمی'' جائز تھا، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت میں جائز نہیں ہے، بلکہ حرام ہے۔بعض مفسرین نے یہ توجیہ کی ہے کہ سجدہ تو درحقیقت اللہ کی ذات ہی کے لیے تھا،بس بیت اللہ کی طرح آدم علیہ السلام کو ''جہتِ سجدہ'' بنایا گیا تھا اور یہ اُن کی تعظیم کی علامت تھی، جیسے بیت اللہ جہتِ سجدہ ہونے کی وجہ سے عظیم ہے۔ پھر آدم وحوا علیہما السلام کے جنت میں داخل کرنے اور وہاں اُن کے لیے اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں سے استفادے کی اجازت کے ساتھ ساتھ ایک درخت کے قریب نہ جانے کی پابندی کا ذکر ہے ۔اسی کے ساتھ ابلیسِ لعین کے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے ،حضرت آدم وحوا علیہما السلام کے دلوں میں وسوسہ ڈال کر انہیں لغزش دینے اور جنت سے نکالے جانے کا ذکر ہے اور پھر آدم علیہ السلام کو توبہ کے کلمات اِلقاء کیے جانے، اِن کلمات سے ان کی توبہ اور توبہ کی قبولیت کا ذکر ہے۔ یہ کلماتِ توبہ سورۂ اعراف، آیت:23 میں مذکور ہیں،جن کا ترجمہ یہ ہے: ''اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، پس اگر تو ہمیں

نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے، تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے''۔

اِس کے بعد متعدد آیات میں بنی اسرائیل اور اُن کی طرح طرح کی عہد شکنیوں، اُن پر مختلف انعامات اور اُن کی سرکشی کے مختلف انداز بیان کئے ہیں۔

پہلے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کی گئی اپنی کئی نعمتوں کا ذکر فرمایا جو یہ ہیں: فرعون اور فرعونیوں کے تسلُّط اور نسل کشی سے نجات دلانا، ان کے لیے سمندر کو پاٹ کر وادیِ سینا میں پہنچانا، وادیِ سینا میں اُن پر طویل عرصے تک بادلوں کا سایہ فِگن ہونا، مَنّ وسَلویٰ کی صورت میں تیار خوانِ نعمت کا نازل کرنا، چٹان پر عصائے موسیٰ کی ضرب سے بارہ قبیلوں کے لیے بارہ چشموں کا جاری ہونا، گائے ذبح کر کے اس کے مقتول پر لَمس (Touch) سے قاتل کا پتا چلانا، ان کو اپنے عہد کے لوگوں پر فضیلت دینا، بنی اسرائیل میں بکثرت انبیائے کرام کی بعثت، وغیرہ۔

پھر اس کے بعد اُن کی سرکشی کا تفصیلی بیان ہوا، جس کی تفصیل یہ ہے: اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد و پیمان کو توڑنا، ان کے علماء کے قول وفعل کا تضاد، دنیاوی مال کی لالچ میں بااثر لوگوں کے لیے اَحکامِ الٰہی میں ردّوبدل کرنا یا اَحکامِ الٰہی کو جان بوجھ کر چھپانا، موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر گئے تو ان کی عدم موجودگی میں بچھڑے کی پوجا کرنا، مَنّ وسَلویٰ کی گراں قدر اور تیار سَماوی نعمت کو ٹھکرا کر گندم، سبزی، ککڑی، مسور کی دال اور پیاز (یعنی زمینی پیداوار) کی فرمائش کرنا، گویا اعلیٰ کو رد کر کے ادنیٰ کو طلب کرنا، انبیاء کو ناحق قتل کرنا، سَبت (ہفتہ) کے دن کی حرمت کو پامال کرنا، گائے ذبح کرنے کے سیدھے سادے حکم کو ماننے کے بجائے اس کے بارے میں کئی سوالات اٹھانا، کلامِ الٰہی میں لفظی ومَعنوی تحریف (ردوبدل) کرنا، تورات وانجیل میں سیدنا محمد رّسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بارے میں بیان کی گئی بشارتوں کو چھپانا، شوہر اور بیوی میں تفریق کے لیے جادو سیکھنا اور اس کا استعمال، اِشارات وکنایات اور لفظی ردوبدل کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی شان میں اہانت کرنا وغیرہ۔ چنانچہ آیت نمبر: 104 میں واضح ارشاد ہوا: ''اے اہلِ ایمان! (جب تمہیں نبی کی کوئی بات سمجھ میں نہ آئے، تو دوبارہ بیان کے لیے) ''رَاعِنَا'' (یعنی ہماری رعایت کیجیے)

نہ کہو(کیوں کہ اسے یہود اور منافقین اہانت کے معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں، لہٰذا یوں کہو کہ) یارسول اللہ! ہم پرتوجہ فرمائیے اور (اس سے بھی زیادہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے ہی نبی کی بات کو) خوب توجہ سے سنو!''۔یعنی مومنوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ایسا ذو معنیٰ کلمہ استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے جس کو کوئی بدفطرت شخص اشارۃً ، کنایۃً یا صراحۃً اہانت کے معنی میں استعمال کرسکتا ہو۔

آیت 54 میں بتایا گیا کہ بچھڑے کی پرستش کے جرم کی توبہ اِس طرح قبول ہوئی کہ ان پر اندھیرا مسلّط کر دیا گیا اور ہزاروں کی تعداد میں انہوں نے اپنے ہاتھوں سے ایک دوسرے کو قتل کیا، آیت 65 میں بتایا کہ ان میں سے اصحاب سبت کی صورتوں کو مسخ کر کے انہیں ذلیل وحقیر بندر کی شکل دے دی گئی اور پھر وہ موت سے ہمکنار ہوئے۔

بنی اسرائیل جبریلِ امین سے اس لیے عداوت رکھتے تھے کہ ان کے ذریعے بنی اسرائیل پر اللہ کا عذاب نازل ہوا، تو اللہ نے فرمایا: جبرائیل ومیکائیل اللہ تعالیٰ ہی کے احکام کو نازل کرتے ہیں، پس جو ان کا دشمن ہے وہ اللہ کا دشمن ہے۔

بنی اسرائیل کی اس خوش فہمی کو بھی رد کیا گیا کہ وہ کسی استحقاق کے بغیر اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور آخرت وجنت پر یہود ونصاریٰ کا اجارہ ہے۔اہلِ ایمان کو یہ بتایا گیا کہ جب تک تم یہود ونصاریٰ کی خواہشات کی پیروی نہ کرلو، وہ تم سے راضی نہیں ہو سکتے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر:123 اور اس کے بعد کی آیات میں حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے منصبِ امامت پر فائز کئے جانے کا تذکرہ ہے۔حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے بیت اللہ کو تعمیر کرنے کا ذکر ہے اور اس امر کا بیان ہے کہ تعمیرِ بیت اللہ کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی: اے ہمارے رب اِن (اہلِ مکہ) میں، اِنہی میں سے ایک عظیم رسول کو مبعوث فرما، جو ان لوگوں پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کے نفوس کی اصلاح کرے۔اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ میں حضرت عیسیٰ کی بشارت اور حضرت ابراہیم کی دعا کا ثمر (نتیجہ) ہوں۔اس کے بعد اس

سورت میں اولادِ ابراہیم حضرت اسماعیل، حضرتِ اسحاق، حضرت یعقوب اور ان کی اولاد حضرت موسیٰ وعیسیٰ اور اجمالی طور پر دیگر انبیاءِ کرام علیہم السلام کا ذکر ہے۔ اور یہ بھی کہ اہلِ ایمان سب انبیاء پر ایمان لاتے ہیں اور ایمان کے لانے میں رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور یہ بھی کہ حضرات ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد یہودی ونصرانی نہیں تھے بلکہ سب کے سب ایک ہی دینِ اسلام کے علمبردار اور داعی تھے۔ اِن آیات میں یہ بھی بتایا گیا کہ مشرکینِ مکہ اور اہلِ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقانیت کے روشن دلائل آنے کے باوجود اس لیے اُن پر ایمان نہیں لاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے رسالت کی نعمتِ عظمیٰ کے لیے اُن کے بجائے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیوں منتخب فرمایا ہے؟۔ یعنی ان کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کا انکار کسی مقبول عذر، لاعلمی مضبوط شبہ یا حجّتِ صحیحہ کی بنا پر نہیں تھا، بلکہ محض ضد، عِناد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر تھا اور اس کا باطنی مُحرِّک ان کے دلوں میں حسد کا جذبہ تھا کہ اس نعمت کے لیے انہیں کیوں نہ چنا گیا۔

چنانچہ اُن میں سے اگر کوئی تورات میں بیان کی گئی نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علامات کو بیان کرتا، تو یہود اُس سے کہتے: ''کیا تم اُن (مسلمانوں) کو وہ (حق) باتیں بتا دیتے ہو، جو اللہ نے تم پر عیاں کی ہیں، (بقرہ:76)''۔ اِن آیات میں یہ حقیقت بھی بیان کر دی گئی کہ: ''وہ اِس (بعثت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے پہلے (اس نبی کے وسیلے سے) کفار کے خلاف فتح کی دعا کرتے تھے اور جب اُن کے پاس وہ آ گئے، جن کو وہ پہچان چکے تھے، تو انہوں نے ان کے ساتھ کفر کیا، (بقرہ:89)''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر دیتا ہے''۔ اِن آیات میں مشرکینِ مکہ اور اہلِ کتاب کے بے مقصد مطالبات کا بھی ذکر ہے کہ: اللہ تعالیٰ ہم سے کیوں نہیں کلام فرما لیتا، ہمارے لیے براہِ راست کوئی نشانی کیوں نہیں آ جاتی یا موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل کا یہ مطالبہ کہ ہمیں کھلے عام اللہ کا دیدار ہو جائے، ایسی سب باتیں کٹ حجتی کے طور پر ہوتی ہیں، قبولِ حق کے لیے اتمامِ حجت کے طور پر نہیں۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:۲

دوسرے پارے کے مضامین

دوسرے پارے کا آغاز بھی اِس بیان سے ہے کہ اب مسلمانوں کا قبلہ تبدیل کیا جا رہا ہے اور ہٹ دھرم لوگ اور منافقین اِس پر اعتراض کریں گے کہ یہ کیوں ہوا؟۔ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مدنی دور کی ابتدا میں سولہ سترہ ماہ تک بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نمازیں پڑھی گئیں، پھر ایک دن ظہر کی نماز کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خواہش پر اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ کو قبلۂ نماز بنانے کا حکم نازل فرمایا اور اس تحویلِ قبلہ کی حکمت بھی اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمادی:

''اور (اے رسول!) جس قبلہ پر آپ پہلے تھے، ہم نے اس کو قبلہ اس لیے بنایا تھا تاکہ ہم ظاہر کردیں کہ کون (غیر مشروط طور پر) رسول کی پیروی کرتا ہے اور اِس کو اُس سے ممتاز کردیں جو اپنی ایڑیوں پر (کفر کی جانب) پلٹ جاتا ہے''۔

یہ بھی فرمایا: ''بے شک ہم نے بارہا (وحی کے انتظار میں) آپ کو آسمان کی طرف رخ پلٹتے ہوئے دیکھا ہے، سو ہم آپ کو ضرور بالضرور اسی قبلہ کی جانب پھیر دیں گے، جو آپ کو پسند ہے، پس آپ اپنا رخ مسجدِ حرام کی جانب پھیر لیں''۔آگے چل کر پھر فرمایا کہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہو اُسے نماز کے وقت اپنا رخ مسجدِ حرام کی جانب پھیر دینا چاہیے اور اِس پر اہلِ کتاب سے کوئی سودے بازی یا مفاہمت نہیں ہوسکتی۔ یہ بھی بتایا کہ تورات وانجیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جو روشن نشانیاں بتائی گئی ہیں، ان کی روشنی میں اہلِ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس طرح پہچانتے ہیں، جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، لیکن ان کے انکار کا سبب صرف کتمانِ حق ہے۔ اسی سورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت اور منصبِ نبوت کے فرائض کو ایک بار پھر بیان کیا گیا یعنی تلاوتِ آیاتِ الٰہی، تزکیۂ باطن اور تعلیمِ کتاب وحکمت۔

آیت نمبر: 153 تا 155 میں ہر مصیبت کے وقت صبر اور نماز کو اللہ تعالیٰ کی نصرت کا وسیلہ بنانے کی تعلیم دی گئی ہے اور راہِ حق میں پیش آنے والی آزمائشوں کا ذکر ہے، جو (دشمن کے) خوف، بھوک، جان و مال اور اولاد کے تلف ہونے کی صورت میں بھی ہوسکتی ہیں۔ اِن مشکلات میں ثابت قدمی پر اہلِ صبر کو بشارتیں دی گئی ہیں اور اللہ کی راہ میں درجۂ شہادت پانے والوں کے لیے ابدی زندگی کی بشارت دی گئی ہے۔

آیت نمبر: 159 تا 162 میں بتایا گیا کہ جو لوگ دین کی حقانیت کے روشن دلائل اور پیغامِ ہدایت کو چھپاتے ہیں، اُن پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت اور دائمی عذاب کی وعید ہے۔ مگر جو توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے، اور اس پیغام ہدایت کو کھول کر بیان کرے، اُن کے لیے توبہ کی قبولیت کا دروازہ کھلا ہے۔ ہاں جس کا خاتمہ بالکفر ہوا ان پر ہمیشہ کے لیے اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ ان کے عذاب میں نہ تخفیف ہوگی نہ ان کو مہلت دی جائیگی۔

آیت نمبر: 164 تا 167 میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کی نشانیوں کا ذکر ہے، یعنی زمین و آسمان کی پیدائش، گردشِ لیل و نہار کا نظام، سمندروں میں انسانی فائدے کے لیے کشتیوں اور جہازوں کا رواں دواں رہنا، بارش کے قدرتی نظام کے ذریعے خشک اور بنجر زمین کا دوبارہ زرخیز اور آباد ہونا، ہواؤں کا چلنا اور آسمان اور زمین کے درمیان بادلوں کا معلق رہنا وغیرہ۔ یہ بھی بتایا کہ مشرکوں کو جتنی اپنے باطل معبودوں سے محبت ہے، اہلِ ایمان کو اُس سے بہت زیادہ اللہ سے محبت ہے۔ یہ بھی بیان ہوا کہ اس دنیا میں لوگ اپنے جن قائدین کی پیروی میں گمراہی کو اختیار کئے ہوئے ہیں، قیامت کے دن یہ لیڈر اللہ کے عذاب کو دیکھ کر اپنے پیروکاروں سے براءت ظاہر کریں گے۔

آیت نمبر: 172 تا 173 میں حکم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ پاک نعمتوں کو کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ پھر چار قطعی حرام چیزوں کا بیان ہوا، جو یہ ہیں: مردار (اس سے وہ حلال جانور مراد ہے، جو طبعی موت مر گیا ہو)، ذبح کے وقت بہنے والا خون، خنزیز کا گوشت اور وہ

حلال جانور جس پر ذبح کرتے وقت غیراللہ کا نام لیا گیا ہو،صرف حالتِ اضطرار میں محض بقائے حیات کے لیے بقدرِ ضرورت ان کے استعمال کو مباح قرار دیا گیا۔

آیت نمبر 174 میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے احکام کو چھپانے اور اس پر دنیاوی مال لینے کو پیٹ میں آگ بھرنے اور اللہ سے کلام کے شرف سے محرومی اور ناپاکی کا سبب بتایا ہے۔

آیت نمبر: 177 میں بتایا کہ اصل نیکی صرف عبادت کے وقت مشرق ومغرب کی جانب رخ کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ کامل نیکی ایک جامع پیکج کا نام ہے،یعنی اللہ تعالیٰ، یومِ قیامت، ملائک، تمام الہامی کتب اور سارے انبیاء پر ایمان، اس کے ساتھ ساتھ انفاق فی سبیل اللہ، نظامِ صلوٰۃ وزکوٰۃ کا قیام، ایفاءِ عہد اور ہر مصیبت کے وقت صبر واستقامت، پھر فرمایا کہ درحقیقت جو لوگ اِن تمام صفات کے حامل ہیں، وہی دعوئ ایمان میں سچے اور متقی ہیں۔

آیت نمبر: 178 اور 179 میں اسلام کے قانونِ قصاص کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ''قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے''۔ چنانچہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ جس معاشرے میں قانونِ قصاص عملاً نافذ نہیں ہے، وہاں آئے دن بے قصور انسانوں کی جان، مال اور آبرو کی حُرمت پامال ہو رہی ہے۔

آیت نمبر: 183 تا 185 میں رمضان میں نزولِ قرآن اور رمضان کے روزوں کی فرضیت کا بیان ہے اور بیماری یا سفر کی حالت میں عارضی طور پر روزوں کے چھوڑنے کی رخصت دی گئی ہے، جن کی بعد میں قضاء ہوگی۔ اور اس امر کا بھی بیان ہے کہ جو شخص انتہائی ضعیف العمری یا شدید بیماری کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھے، تو اسے فی روزہ ایک مسکین کا دو وقت کا کھانا بطورِ فدیہ دینا ہوگا۔ رمضان کی راتوں میں غروبِ آفتاب سے صبحِ صادق تک روزے کی پابندیوں کے استثنیٰ کا بیان ہے اور اعتکاف کی جانب بھی اجمالی اشارہ ہے۔ اس امر کا بھی بیان ہے کہ قمری نظام کا ایک فائدہ روزے اور حج کی عبادت کا تعین ہے۔

آیت نمبر: 194 میں چار مہینوں کی حرمت کا بیان ہے۔ آیت نمبر: 195 میں انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر ہے، اس کے بعد آیت 203 تک حج اور عمرے اور حج کے بعض مسائل کا بیان ہے۔ آیت نمبر: 207 اور 208 میں بتایا کہ حقیقتِ ایمان اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی جان کا سودا ہے اور اسلام بعض چیزوں کو قبول کرنے اور بعض کو رد کرنے کا نام نہیں بلکہ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے تمام اَحکام (اَوامر ونواہی) کو مِن وعَن قبول کیا جائے، یہ نہیں ہوسکتا کہ بعض باتیں آپ کو پسند ہوں، تو اُنہیں قبول کرلیں اور جو باتیں آپ کو پسند نہ ہوں، تو اُنہیں رَد کردیں یعنی اسلام Pick & Choose کا نام نہیں ہے۔ آیت نمبر: 213 میں بتایا گیا کہ تمام لوگ اصل کے اعتبار سے ایک تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے نظامِ رسالت قائم فرمایا، ہر دور کے لوگوں کے لیے کتابِ ہدایت نازل کی، اُس کے بعد انسانیت دو گروہوں میں بٹ گئی ایک اہلِ حق یعنی انبیاء کے پیروکار اور دوسرے اہلِ باطل یعنی خواہشاتِ نفس اور شیطان کے پیروکار۔

آیت نمبر: 214 میں یہ بتایا گیا کہ جنت کا حقدار بننے کے لیے محض دعویٔ ایمان کافی نہیں ہے بلکہ اُس کے لیے راہِ حق میں مشکلات کا استقامت کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے، جیسا کہ انبیاءِ کرام اور ان کے سچے پیروکاروں کی روشن مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔

آیت نمبر: 215 میں انفاق فی سبیل اللہ کے مصارف کا بیان ہے اور اگر آیت نمبر: 219 کو اس سے ملا کر سمجھا جائے تو اس امر کا بیان ہے کہ جو مال تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو، اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اسی آیت میں شراب اور جوئے کی حُرمت کا ابتدائی بیان ہے کہ ان کے نفع کے مقابلے میں ان کا گناہ بہت بڑا ہے۔

آیت نمبر: 216 میں جہاد کی فرضیت کا بیان ہے۔ آیت نمبر: 221 میں مشرک مردوں اور عورتوں سے نکاح کی ممانعت کا بیان ہے اور آیت نمبر: 222 میں اس امر کا بیان ہے کہ ایامِ مخصوص (یعنی حالتِ حیض ونفاس) میں عورت سے مباشرت منع ہے۔

آیت نمبر: 224 اور 225 میں اس امر کا بیان ہے کہ اگر کسی نے ایسی قسم کھالی ہے

جس پر قائم رہنا، شریعت کی رو سے ناپسندیدہ ہے، تو چاہیے کہ اسے توڑ دے اور کفارہ ادا کرے، چنانچہ فرمایا: ''اور تم نیکی، تقویٰ اور لوگوں کی خیر خواہی سے بچنے کے لیے اللہ کے نام کی قسمیں کھانے کو بہانہ نہ بناؤ'' اور فرمایا: ''کہ اللہ کے نزدیک مواخذہ ان قسموں پر ہوگا، جو پختہ ارادے سے کھائی ہوں (یعنی غیر ارادی قسموں پر مواخذہ نہیں ہے)''۔

آیت نمبر:226 اور 227 میں ''اِیْلَا'' کا بیان ہے، ''اِیْلَا'' یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو یہ کہے: ''اللہ کی قسم میں چار ماہ تک یا ہمیشہ کے لیے تمہارے ساتھ ازدواجی تعلق قائم نہیں کروں گا''۔ اگر چار ماہ کے اندر قسم کا کفارہ ادا کر کے قسم توڑ دے تو نکاح قائم رہے گا، ورنہ ایک طلاقِ بائن واقع ہوجائے گی۔ آیت نمبر: 228 میں یہ بتایا کہ مطلّقہ عورت کی عدت ایامِ مخصوص کے تین دورانیوں کی تکمیل ہے۔

آیت نمبر:229 میں یہ حکم بیان ہوا کہ دو صریح طلاقیں (خواہ الگ الگ دی جائیں یا ایک ساتھ) دینے کے بعد بھی شوہر کو یک طرفہ طور پر رجوع کا حق حاصل ہے اور اگر تیسری طلاق دے دی، تو بیوی اس پر حرام ہوجائے گی (یعنی اب براہِ راست یا عقدِ ثانی کے ذریعے رجوع کی گنجائش نہیں ہے)، سوائے اس کے کہ وہ عورت عدت گزرنے کے بعد اپنی مرضی سے کسی اور شخص سے نکاح کرے اور وہ شخص اپنی مرضی سے اسے طلاق دے، تو صرف اس صورت میں وہ سابق شوہر سے نکاح کرسکتی ہے۔ اس میں خلع کا بھی بیان ہے کہ اگر زوجین کو یہ خدشہ ہو کہ اللہ کی حدود میں رہتے ہوئے ان کے لیے ازدواجی تعلق قائم رکھنا، نہایت دشوار ہے اور عورت آزادی چاہتی ہے، تو اپنے مہر سے دست بردار ہوکر یا مالی بدل کے ذریعے شوہر کی رضامندی سے خلع لے سکتی ہے اور خلع ایک طلاقِ بائن کے حکم میں ہے۔

آیت نمبر: 231 اور 232 میں یہ بیان ہوا کہ عورت کو طلاقِ رجعی دینے کے بعد اگر خوش دلی سے اور حسنِ سلوک کے ساتھ اپنے نکاح میں رکھنے کا ارادہ ہو تو عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرلو۔ اور اگر اسے حسنِ سلوک کے ساتھ نکاح میں رکھنے کا ارادہ نہ ہو تو محض ضرر پہنچانے اور اذیت دینے کے لیے اس سے رجوع نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جس

نے ایسا کیا تو بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، تو اللہ کی آیتوں کو مذاق نہ بناؤ''۔ یہ اذیت رساں شوہروں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید ہے۔

آیت نمبر: 233 میں اس امر کا بیان ہے کہ ''رِضاعت'' کی کامل مدت دو سال ہے۔ اگر دو سال سے کم مدت میں ماں کا دودھ چھڑانے سے بچے کی زندگی کو کوئی خطرہ نہ ہو یا دوسری غذاؤں سے اس کی ضرورت پوری ہو سکتی ہو، تو اس مدت کی تکمیل اس صورت میں مستحب ہے۔ اگر خدانخواستہ شیر خوار بچے کی ماں کو طلاق ہو جائے، تو دودھ پلانا پھر بھی ماں کی ذمہ داری ہے اور دستور کے مطابق اس کے ضروری اخراجات بچے کے باپ کے ذمے ہوں گے۔ یہ بھی حکم ہوا کہ بچے کی وجہ سے نہ ماں بچے کے باپ کے لیے باعثِ ضرر بنے اور نہ ہی بچے کا باپ اُس کی ماں کے لیے ضرر رساں بنے۔

آیت نمبر: 235 میں فرمایا کہ شوہر کی وفات کی صورت میں بیوہ (خواہ صرف نکاح ہوا ہو اور رخصتی نہ ہوئی ہو یا آپس میں ازدواجی تعلقات قائم نہ ہوئے ہوں) کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے۔ عدت گزرنے کے بعد بیوہ اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لیے آزاد ہے۔ عدت کے زمانے میں عورت کو صراحت کے ساتھ نکاح کا پیغام دینا حرام ہے اور ایامِ عدت میں معتدہ کے ساتھ نکاح بھی حرام ہے۔ البتہ اشارات و کنایات میں ارادۂ نکاح کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔

آیت نمبر: 237 میں اس امر کا بیان ہے کہ اگر کسی شخص کا کسی عورت سے نکاح ہو گیا ہو، مگر رخصتی عمل میں نہ آئی ہو اور ایسی خَلوت بھی نہ ہوئی ہو، جس میں ازدواجی تعلق میں کوئی مانع نہ ہو، تو ایسی عورت کو طلاق دینے کی صورت میں مقررہ مہر کا نصف ادا کرنا ہوگا اور اُس پر عدت بھی عائد نہیں ہوگی۔ آیت نمبر 39۔238 میں سب نمازوں خصوصاً نمازِ عصر کی حفاظت کا حکم ہے۔ بعد والی آیت میں خوف کی حالت میں سواری پر نماز پڑھنے کی رخصت کا ذکر ہے۔ آیت نمبر 243 میں بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر موت طاری کرنے اور پھر زندہ کرنے کا بیان ہے۔ آیت نمبر 244 میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے اور آیت

نمبر 245 میں قرض حسنہ کے اجر کو دگنا کرنے کا ذکر ہے۔

دوسرے پارے کے آخر میں بنی اسرائیل کے مطالبے پر طالوت کو بادشاہت عطا کیے جانے کا ذکر ہے، اِس پر مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے بتایا گیا کہ اُن کی اہلیت کا مدار جسمانی قوت اور علم ہے اور بادشاہت اللہ کی عطا سے ملتی ہے۔ پھر شموئیل علیہ السلام نے طالوت کی بادشاہت کی نشانی کے طور پر اپنی قوم کو بتایا کہ تمہارے پاس ایک تابوت آئے گا، جسے فرشتے اٹھائے ہوں گے، جو تمہارے لیے تمہارے رب کی جانب سے باعثِ طمانیت ہوگا اور اس میں آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون کے تبرکات ہوں گے۔ پھر طالوت کے ساتھ لڑنے والے لشکر کو ایک آزمائش سے گزارا گیا اور کم لوگ اس آزمائش پر پورا اترے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ اہلِ ایمان کی قلیل جماعت دشمن کی کثیر جماعت پر غالب آجاتی ہے۔ پھر جب جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ ہوا تو اہلِ حق اور اصحابِ طالوت نے یہ دعا پڑھی: ''اے ہمارے رب ہم پر صبر انڈیل دے اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافروں کی قوم کے خلاف ہماری مدد فرما''۔ پھر حضرت داوٗد نے جالوت کو قتل کیا، جالوت کے لشکر کو شکست ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے داوٗد علیہ السلام کو سلطنت اور حکمت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ مفسدین کے شر کو اگر نیک لوگوں کے ذریعے دفع نہ فرمائے تو زمین میں فساد برپا ہوجائے۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:۳

تیسرے پارے کے مضامین

تیسرے پارے کے شروع میں اس امر کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام نبی اور رسول علیہم السلام معزز و مکرم ہیں اور ان کی شان بڑی ہے لیکن اس حقیقت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے رسولوں میں ایک کے لیے دوسرے کے مقابلے میں فضیلت اور درجے کی بلندی رکھی ہے، چنانچہ فرمایا: ''بعض سے اللہ نے کلام فرمایا اور بعض کو (بے شمار درجوں کی) بلندی عطا فرمائی اور عیسیٰ ابن مریم کو واضح نشانیاں دیں اور ہم نے روح القدس (جبرائیل امین) سے ان کی مدد فرمائی''۔

آیت نمبر: 254 میں فرمایا کہ قیامت کے دن (نیکیوں کا) لین دین، دوستی اور سفارش نہیں چلے گی، اور کفار ہی حقیقت میں ظالم ہیں۔ قرآن کی عظیم آیت جو ''آیۃ الکرسی'' کے نام سے معروف ہے، یہ آیاتِ قرآن کی سردار ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید، شانِ جلالت اور وسعتِ قدرت بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اُس کے اِذن سے ہی اُس کی بارگاہ میں شفاعت ہوگی۔ اگلی آیت میں یہ اصول بیان ہوا کہ ہدایت اور گمراہی کے واضح ہونے کے بعد دین میں داخل ہونے کے لیے کسی پر جبر نہیں ہوگا۔

آیت نمبر: 258 میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمرود کے ساتھ اس مناظرے کا ذکر ہے، جس کے نتیجے میں وہ لاجواب ہوا، یعنی جب ابراہیم علیہ السلام نے یہ کہا: ''اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے (تجھے اگر خدائی کا دعویٰ ہے)، تو اِسے مغرب سے نکال لے''۔

آیت نمبر: 259 میں اِس امر کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک محبوب بندے (بعض مفسرین نے کہا کہ اس سے مراد عزیر علیہ السلام ہیں) کو حیات بعد الموت کی حقیقت بتانے کے لیے اُن پر سو سال موت طاری کرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا اور اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود ان کے کھانے پینے کا سامان اُسی طرح تر و تازہ رہا، گلا سڑا نہیں، جبکہ ان کا دراز گوش (گدھا) اِس عرصے میں گل سڑ چکا تھا، اللہ تعالیٰ نے اُسے زندہ کرکے یہ بتایا

کہ اِسی طرح قیامت میں مُردوں کو زندہ کیا جائے گا۔

آیت نمبر:260میں ابراہیم علیہ السلام کے اطمینانِ قلب کے لیے اللہ تعالیٰ نے حیات بعدالموت کو بصورتِ معجزہ دکھایا کہ چار پرندوں کو ذبح کرکے اُن کے گوشت کے ٹکڑے چاروں طرف پہاڑوں پر پھیلا دیئے اور پھر جب انہوں نے اُن پرندوں کو ان کے معروف ناموں سے بلایا،تو ایک لمحے میں اُن کے منتشر اجزاء یکجا ہوگئے،اُن میں جان پڑ گئی اور وہ دوڑے چلے آئے۔

آیت نمبر:261 میں مثال کے ذریعے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا اجر بندے کے اخلاص اور اللہ کے فضل کے مطابق چودہ سو گنا تک عطا کیا جائے گا۔

اگلی آیات میں یہ بتایا کہ اللہ کی راہ میں صدقہ دے کر احسان جتلانے اور ریاکاری سے صدقے کا اجر ضائع ہو جاتا ہے۔

آیت نمبر 263اور264 میں ریاکاری اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کو دو مختلف مثالوں سے واضح فرمایا ہے،اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ناقص اور ناکارہ چیز نہ دو، جب انسان خود نفیس،عمدہ اور پاکیزہ چیز کو پسند کرتا ہے،تو اللہ کی راہ میں بھی ایسا ہی مال دینا چاہیئے ،ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ اللہ کی راہ میں دینے سے وہی لوگ بخل کرتے ہیں جنہیں شیطان فقر و فاقہ سے ڈراتا رہتا ہے۔ پھر بتایا کہ صدقہ کسی دینی حکمت کے تحت ظاہر کرکے بھی دیا جاسکتا ہے،مگر چھپا کر دینا افضل ہے۔

آیت نمبر:273 میں فرمایا: صدقات وخیرات کے حق دار وہ لوگ ہیں ، جو جہاد فی سبیل اللہ یا دین کے کسی کام (مثلاً دین کی تعلیم وتعلُّم) میں مشغول ہوں اور انہیں طلبِ معاش کی فرصت نہ ہو اور وہ اتنے خوددار ہوں کہ وہ لوگوں سے مانگتے نہ پھریں اور ان کی حقیقتِ حال سے ناواقف آدمی انہیں مالدار سمجھے۔

آیت نمبر:275 میں فرمایا: ''سود خور کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی شخص کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو''، پھر فرمایا کہ سود کی حرمت کا حکم آنے کے بعد سود کا لین دین چھوڑ دو ، ماضی کی خطا معاف ہے، البتہ اگر کسی شخص کے دوسرے کے ذمے سابق مالی

واجبات ہوں تو اصل زَر لے لے اور سود چھوڑ دے۔ سود کی حرمت کا حکم آنے کے بعد سود سے باز نہ آنے والوں کے خلاف اللہ تعالیٰ نے اعلانِ جنگ فرمایا، یہ بھی فرمایا کہ تنگدست مقروض کو مہلت دو یا ہو سکے تو اس کا قرض معاف کر دو۔

آیت نمبر: 282 میں مالی معاملات اور تجارت و لین دین کے چند بنیادی و اساسی اصول بیان کیے ہیں:

(۱) دستاویزی شکل (Documentation) دو۔
(۲) ادائیگی کا وقت مقرر کرو۔
(۳) مالی معاملات کی دستاویز لکھنے پر قدرت رکھنے والے کو اپنے مسلمان بھائی کی لکھنے میں مدد کرنی چاہیے۔
(۴) تحریر لکھوانا قرض خواہ کی ذمہ داری ہے۔
(۵) تحریر لکھنے میں دیانت داری سے کام لینا فرض ہے۔
(۶) مقروض نادان، کمزور یا تحریر نہ لکھوا سکتا ہو تو اس کا ولی تحریر لکھوائے۔
(۷) تجارتی و مالی معاملات میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانا چاہیے۔
(۸) گواہوں کو گواہی دینے سے انکار نہیں کرنا چاہئے بلکہ خوش دلی سے گواہی دینا چاہیے۔
(۹) گواہوں اور دستاویز لکھنے والوں کو تحفظ فراہم کرنا عاقدین کی ذمہ داری ہے۔
(۱۰) گواہوں اور دستاویز لکھنے والے کو ایذا پہنچانا گناہ ہے۔
(۱۱) گواہی کو چھپانا گناہ ہے۔
(۱۲) حالتِ سفر میں کوئی لین دین کا معاملہ ہو تو کوئی فریق ضمانت کے طور پر چیز اپنے پاس رہن رکھ سکتا ہے۔
(۱۳) اگر دستاویزی ثبوت لکھنے یا گواہوں کے بغیر کسی نے اعتماد کر کے کسی کے ساتھ لین دین کیا ہو، تو وہ دوسرے کی امانت واپس کرے اور آخر میں فرمایا: اس معاملہ میں اللہ سے ڈرتا رہے۔

آیت نمبر: 284 میں فرمایا: تم اپنے دلوں میں کوئی بات چھپاؤ یا اُسے ظاہر کرو، اللہ

تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا۔

آیت نمبر:285 میں اسلام کے بنیادی عقائد کا ذکر ہے، یعنی اللہ کے رسولوں پر ایمان، ملائک پر ایمان، تمام آسمانی کتابوں پر ایمان اور قیامت پر ایمان کا بیان ہے، نیز یہ بھی بتایا کہ مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے تمام نبیوں اور تمام رسولوں پر ایمان لائے یعنی یہ نہ ہو کہ ایک نبی کو مانے اور دوسرے کا انکار کرے۔

آیت نمبر:286 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اللہ کسی شخص کو کسی ایسے حکم کا مُکلَّف (Accountable) نہیں بناتا، جو اس کی طاقت سے بڑھ کر ہو، ہر انسان کو اپنے نیک و بد عمل کا جواب دینا ہوگا''۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں اِن الفاظ میں دعا کی تعلیم دی: ''اے ہمارے رب! ہم سے اگر بھول یا خطا ہو جائے تو ہماری گرفت نہ فرمانا، اے ہمارے پروردگار! ہم پر ایسا بھاری بوجھ نہ ڈال، جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا اور اے ہمارے رب! تو ہم پر (احکام یا آزمائشوں) کا ایسا بوجھ نہ ڈال، جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو، تو ہمیں معاف فرما، ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما، تو ہمارا مالک ہے، کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما''۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں لگاتار تین دن تک سورۂ بقرہ کی آخری آیات پڑھی جائیں، شیطان اُس گھر کے قریب نہیں آتا، (مشکوٰۃ)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورۂ بقرہ کی آخری آیات خود بھی سیکھو اور اپنی خواتین کو بھی سکھاؤ کیونکہ قرآن کے علاوہ یہ بہترین حمد وثنا اور بہترین دعا بھی ہیں، (سُنن دارمی)''۔

سورۂ آل عمران

آل عمران مدنی سورت ہے ۔ترتیب مصحف کے اعتبار سے تیسری جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 89ویں سورت ہے۔اس سورت میں آل عمران کو فضیلت دینے کا ذکر ہے اس لیے اس سورت کا نام آل عمران رکھا گیا ہے۔اس سورت میں عقائد اور احکام شرعیہ کا بیان ہے۔عقائد میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیت کا ذکر، الوہیت عیسیٰ اور تثلیث کے عقیدے کا رد ہے۔قرآن مجید کی صداقت اور کلام اللہ ہونے میں اہل کتاب کے شبہات کو دور کیا گیا ہے اس سورت کا نصف ردعیسائیت جبکہ تہائی یہودیوں کے قبائح اور جرائم کے بیان پر مشتمل ہے۔احکام شرعیہ میں فرضیت حج اور جہاد،سود کی تحریم،زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی سزا اور منافقین کو زجر و توبیخ کا بیان ہے۔

سورت آل عمران کی ابتدا حروف مقطعات سے ہوئی ہے۔ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ،قرآن کی حقانیت اور تورات و انجیل کے مصدق اور مؤید ہونے ،اللہ تعالیٰ کا اپنی قدرت سے ماؤں کے ارحام میں اپنی مرضی کی صورتیں تخلیق فرمانے کا بیان فرمایا ہے۔

آیت نمبر: 07 میں بتایا کہ آیاتِ قرآنی کی دو قسمیں ہیں:

(۱) محکم ، یہ وہ آیات ہیں جن کی دلالت اپنے معنی ،مفہوم اور منطوق پر بالکل قطعی اور واضح ہے ، ان میں تمام شرعی احکام ، حلال وحرام ، فرائض وواجبات، حدود وفرائض اور اَوامر (What to do) ونواہی (What not to do) کا بیان ہے۔

(۲) متشابہ، ان آیات پر ہر مومن کا ایمان لانا فرض قطعی ہے اور جن کے معنی ہم پر واضح نہیں ہیں، ان کی مراد ہم اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں۔اللہ نے فرمایا:''جن کے دلوں میں کجی ہے، وہ فتنہ جوئی اور متشابہات کا محمل (توجیہہ اور مراد) نکالنے کے لیے کنایات کے درپے رہتے ہیں،

حالانکہ متشابہ آیات کا قطعی اور آخری معنی اللہ ہی جانتا ہے اور جنہیں علمِ دین میں مہارت حاصل ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے اور یہ سب ہمارے رب کی جانب سے ہے''۔

آیت نمبر: 24 میں بتایا: ''(انسان کی آزمائش کے لیے) عورتوں اور بیٹوں کی جانب میلان، سونا اور چاندی کے جمع شدہ خزانوں، نشان زدہ گھوڑوں، چوپایوں اور کھیتی باڑی (یعنی مال و متاعِ دنیا، مختلف زمانوں میں اس کی ظاہری صورت جو بھی ہو) کی رغبت کو آراستہ اور پرکشش بنا دیا گیا ہے، یہ سب دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور عمدہ ٹھکانہ صرف اللہ کے پاس ہے''۔ اس کے بعد بتایا کہ ان سے بدرجہا بہتر اور پائیدار نعمتیں اللہ کے پاس ہیں جو جنت میں عطا ہوں گی۔

اگلی آیت میں مومنینِ مخلصین کا یہ شِعار بتایا: ''جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! بیشک ہم ایمان لائے، سو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے بچا، (یہ لوگ) صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، (اللہ کی) اطاعت کرنے والے، (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے والے (اور رات کے پچھلے پہر اٹھ کر اللہ سے) بخشش کی دعائیں مانگنے والے ہیں''۔ یہ بھی ارشاد فرمایا: ''اللہ کے نزدیک (پسندیدہ) دین صرف اسلام ہی ہے''۔ اس کے بعد اہلِ کتاب کی بداعمالیوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ دین سے ان کے انحراف و اعراض کا سبب ان کی یہ خوش فہمی ہے: ''انہوں نے کہا: ہمیں (جہنم کی) آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے چند دن''۔

آیت نمبر: 26 اور 27 میں اللہ تعالیٰ کی جلالتِ شان کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: ''(اے نبی!) کہو: اے اللہ! مُلک کے مالک، تو جسے چاہتا ہے، مُلک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے مُلک چھین لیتا ہے اور تو جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے، سب بھلائی تیرے ہی دستِ قدرت میں ہے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے، تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں، تو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردے کو زندہ سے اور تو جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے''۔

آیت نمبر:31 میں اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ کی عظمتِ شان کا ان الفاظ میں ذکر ہے: ''(اے رسول!) کہہ دیجیے: اگر تم اللہ سے محبت کے دعوے دار ہو، تو میری پیروی کرو، اللہ (خود) تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے''۔

اس آیت میں واضح طور پر بتادیا گیا کہ اگر بندہ اللہ تعالیٰ کے قُرب اور رِضا کا طلب گار ہو، تو اُس کا فقط ایک ہی راستہ ہے، یعنی اتباعِ مصطفی ﷺ۔

آیت نمبر:35 سے 64 تک حضرت مریم کا واقعہ بیان ہوا۔ عمران بن یاشھم حضرت مریم کے والد ہیں اور ان کی والدہ کا نام حَنَّہ بنت فاقوذ مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جب عمران کی بیوی نے عرض کیا: اے میرے رب! جو (حمل) میرے پیٹ میں ہے، اُس کو میں نے تیرے لیے (بیت المقدس کی خدمت کے لیے دوسری ذمے داریوں سے) آزاد رکھنے کی نذر مانی ہے، سو تو میری طرف سے (اِس نذر کو) قبول فرما، بے شک تو بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ پھر جب اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تو اس نے (عرض کیا) اے میرے رب! میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے (جب کہ وہ بیٹے کی امید لگائے بیٹھی تھیں)، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ اس کے ہاں کیا پیدا ہوا اور (میرا مطلوب) لڑکا (اللہ کی عطا کردہ) لڑکی کی مثل نہیں ہوسکتا اور میں نے اس کا نام مریم (اس کے معنی ہیں عبادت گزار) رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی اولا کو شیطانِ مردود (کے شر) سے تیرے پناہ میں دیتی ہوں''۔

اس کے بعد اگلی آیات میں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مریم کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمایا اور اسے عمدہ طریقے سے پروان چڑھایا اور حضرت زکریا علیہ السلام تربیت کے لیے ان کے کفیل بنے اور حضرت مریم کو بیت المقدس کے ایک حجرے میں ٹھہرایا گیا۔ پھر جب حضرت زکریا علیہ السلام نے مریم کے پاس بے موسم کے پھل دیکھے تو حیران ہوکر کہا: ''اے مریم! یہ (بے موسم کے) پھل کہاں سے؟، حضرت مریم نے کہا: یہ اللہ کی جانب سے''۔ اس موقع پر حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں اولاد کی خواہش ابھری کہ جو رب مریم کو بے موسم کے پھل دے سکتا

ہے، وہ مجھے بڑھاپے میں اولاد بھی دے سکتا ہے اور یہ ذوات فاضلہ کے قریب دعا کی قبولیت کی دلیل ہے۔تب زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی (اور) کہا: ’’اے میرے رب مجھے اپنی طرف سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو ہی دعا کا بہت سننے والا ہے‘‘۔ پھر جب زکریا علیہ السلام حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے،فرشتے نے انہیں بشارت دی:

’’بے شک اللہ آپ کو یحییٰ کی بشارت دیتا ہے، جو کلمۃ اللہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والے ہوں گے،سرداراورعورتوں سے رغبت نہ رکھنے والے ہوں گے اور نبی ہوں گے‘‘۔ پھر حضرتِ زکریا علیہ السلام اوران کی بیوی کو بڑھاپے اور بظاہر نا امیدی کی عمر میں بیٹے کی پیدائش کی نشانی بتاتے ہوئے یہ فرمایا: ’’تمہاری علامت یہ ہے کہ تم تین دن تک اشاروں کے سوالوگوں سے کوئی بات نہ کرسکو گے اور اپنے رب کا کثرت سے ذکر کرواور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو‘‘۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعے حضرت مریم کو بیٹے کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ ان کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہے اوران کے یہ اوصاف بیان فرمائے: ’’وہ دنیا اور آخرت میں معزز ہوں گے، گہوارے اور پختہ عمر میں لوگوں سے کلام کریں گے، اور انہیں کتاب وحکمت اور تورات وانجیل کی تعلیم دیں گے اور بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوں گے‘‘۔ اور حضرت مریم نے بن بیاہی ماں بننے پر حیرت کا اظہار فرمایا تو فرمایا کہ اللہ جب کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لیے ظاہری اسباب کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ صرف اللہ کا یہ فرمان ہی کافی ہوتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر ہے،یعنی اذنِ الٰہی سے مٹی سے پرندہ بنا کر اُس میں جان ڈالنا، مادرزاد اندھے اور برص کے مریض کو شفا دینا، مردے کو اپنے ہاتھ کے لَمس سے زندہ کرنا، لوگوں کو یہ بتانا کہ وہ کیا کھا کر آئے ہیں اور گھروں میں کیا ذخیرہ کر کے آئے ہیں اور ان سب معجزات کے باوجود میں اللہ کا بندہ ہوں، اور اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی سو اس کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔

آیت نمبر 52 میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کی مدد کرنے کے مطالبے پر حواریوں کے اللہ کی دین کی مدد کرنے کا ذکر ہے۔

''حور'' کے معنی سفید ہیں۔ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کو) حواری اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے کپڑے سفید تھے، پھر کسی بھی شخص کے مخلص مصاحب کو حواری کہا جانے لگا، اسی لیے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر بن عوام ہیں۔ (جامع البیان، ج:۳،ص:۲۰۰۔۲۰۱،ملخصاً)

پھر عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کا ذکر ہے اور یہ کہ جس طرح اللہ نے امرِ کُن سے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو بِن باپ کے پیدا کیا۔ نجران کے نصاریٰ نے قطعی دلائل آنے کے باوجود دعوتِ حق کو قبول کرنے سے انکار کردیا، تو اُنہیں مباہلے کی دعوت دی گئی مگر اُنہوں نے مباہلے کا چیلنج قبول نہ کیا اور جزیہ دینے پر راضی ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ کتاب کو کہا کہ: ''اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے تو آؤ اُن نکات پر جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہیں، اِتفاق کرلو یعنی عبادت صرف اللہ کی ہوگی، شرک کو ترک کرنا ہوگا اور اللہ کو چھوڑ کر بندوں کو رب ماننے کا شِعار ترک کرنا ہوگا۔ اہلِ کتاب مشترکات (Comonalities) پر بھی جمع نہ ہوئے جو اُن کی ہٹ دھرمی کا واضح ثبوت ہے۔

آیت نمبر 67 میں اہل کتاب کی ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہودی اور نصرانی ہونے کی غلط بیانی، ابراہیم کے ملت حنیف پر ہونے اور مشرکین میں سے نہ ہونے کا ذکر ہے اور یہ کہ ابراہیم کے سب سے زیادہ قریب نبی علیہ السلام اور مومنین ہیں۔

اس کے بعد آیت نمبر 69 سے اہل کتاب کی کئی اخلاقی برائیوں اور بد دیانتیوں کا ذکر ہے۔

آیت نمبر: 77 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت لیتے ہیں، اُن لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں

اللہ اُن سے کلام فرمائے گا اور نہ ہی اُن کو پاکیزہ کرے گا''۔

آیت نمبر: 81 میں عالمِ اَروَاح کے اُس عظیم واقعے کو بیان کیا گیا جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے پختہ عہد لیا، فرمایا: ''اور (اے رسول!) یاد کیجئے جب اللہ نے تمام نبیوں سے پُختہ عہد لیا کہ میں تم کو (اپنی اپنی باری پر دنیا میں بھیج کر) جو کتاب اور حکمت دوں، پھر (بالفرض) تمہارے پاس وہ عظیم رسول آئیں، جو اُس چیز کی تصدیق کرنے والے ہوں، جو تمہارے پاس ہے، تو تم اُن پر ضرور بالضرور ایمان لانا اور ضرور بالضرور اُن کی مدد کرنا، (اللہ نے) فرمایا: کیا تم نے اقرار کرلیا اور میرے اِس بھاری عہد کو قبول کرلیا؟، اُنہوں نے کہا: ہم نے اقرار کیا، (تو اللہ نے) فرمایا: پس گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں''۔

اِس میثاق سے معلوم ہوا کہ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان اور آپ کی نصرت وحمایت کا ہر نبی پابند تھا۔ اور پھر اس کا عملی مظاہرہ شبِ معراج کو اُس وقت ہوا، جب آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کرام نے آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی اور آپ کے امام الانبیاء ہونے کا عملی طور پر اظہار ہوا۔

اِس پارے کی آخری آیات میں یہ بیان فرمایا کہ دینِ اسلام ایک تسلسل کا نام ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک چلا آ رہا ہے اور اب بھی اُسی دین کی طرف بلایا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان تمام مخلوق کا جو بھی تکوینی نظام قائم ہے، وہ سب خوشی یا ناخوشی اِس نظام اور اطاعت کا پابند ہے۔ اسلام ہی وہ دین ہے، جس کی دعوت حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور اُن کی اولاد اور حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت عیسی علیہ السلام دیتے آئے ہیں۔ اور اسلام کے سوا کسی اور دین کو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، پس اگر کوئی شخص اسلام کے سوا کسی اور دین میں پناہ تلاش کرتا ہے، تو وہ خاسرین میں سے ہوجائے گا۔

آیات نمبر: 86 تا 88 میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کے بعد کفر کرنے والوں کی سزا،

اُن پر ہمیشہ عذاب اور اس میں تخفیف نہ ہونے اور کسی طرح کی کوئی مہلت نہ دیئے جانے کا بیان فرمایا ہے۔ بعد کی آیت میں جہاں توبہ کرنے والوں کی بخشش کا بیان ہے، وہیں کفر پر ڈٹے رہنے والے اور حالتِ کفر میں مرنے والوں کی گمراہی کے ساتھ اُن کے ہمیشہ ہمیشہ توبہ قبول نہ کیے جانے کا بیان ہے کہ اگر وہ پہاڑ برابر بھی سونا فدیے میں دے دیں تو قبول نہ کیا جائے گا۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ: ۴

چوتھے پارے کے مضامین

چوتھے پارے کی پہلی آیتِ مبارکہ میں بیان ہوا کہ اگرچہ اللہ کی راہ میں خرچ کیے ہوئے ہر مال کا اُس کے مطابق اجر ملے گا، لیکن نیکی کا مرتبۂ کمال یہ ہے کہ اپنے پسندیدہ اور محبوب مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اونٹ کا گوشت کھاتے تھے اور اونٹنی کا دودھ نوش فرماتے تھے، اِس پر یہود نے اعتراض کیا کہ اونٹنی کا گوشت اور اُس کا دودھ شریعتِ ابراہیمی سے حرام چلا آرہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگرچہ اُمّی (اپنی پیدائشی حالت پر) تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رسمی طور پر لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا، مگر آپ نے یہود کو چیلنج کیا کہ اگر تمہارا دعویٰ سچا ہے، تو تورات لے آؤ اور اُس میں یہ حکم دکھا دو، ورنہ یہ اللہ پر تمہارا افترا ہے، کیونکہ شرعی طور پر کسی چیز کو حرام قرار دینا، یہ اللہ عزّوجلّ کا حق ہے یا اُس کے اختیار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حق ہے جیسا کہ اعراف: 157 میں ہے۔ اِس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر قسم کا طعام بنی اسرائیل کے لیے حلال تھا، سوائے اُس کے جس کو تورات کے نزول سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے ازخود اپنے اوپر حرام قرار دیا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا اونٹنی کے گوشت اور دودھ کی خوراک کو ترک کردینا اللہ کی طرف سے نہیں تھا بلکہ عزیمت کے طور پر اُنہوں نے خود اپنے اوپر یہ پابندی عائد کرلی تھی، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی تنگدستی کی وجہ سے اپنے اوپر شہد کے استعمال کی پابندی لگا دی تھی۔

آیت نمبر 98، 99 میں اہل کتاب کی اللہ تعالیٰ کے آیات کا انکار اور اللہ کے دین سے منع کرنے کی مذمت کا بیان ہے۔ بعد کی آیت میں مومنین کو اہل کتاب کی اطاعت سے منع کیا گیا ہے۔

آیت نمبر: 95 تا 97 میں صاحبِ استطاعت پر حج کی فرضیت کا حکم بیان ہوا اور یہ کہ

زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے سب سے پہلا گھر مکۂ مکرمہ میں بیت اللہ بنایا گیا، جس میں واضح نشانیاں ہیں، مقامِ ابراہیم ہے اور یہ جائے امن ہے۔

آیت نمبر:103 تا 110 میں اتحادِ اُمّت اور فرقہ بندی سے بچنے کا حکم بیان ہوا اور فرمایا کہ اسلام سے پہلے تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اور اپنی بداعمالیوں کے سبب آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے، مگر نعمتِ بعثتِ مصطفیٰ اور نعمتِ اسلام کی برکت سے اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم بھائی بھائی بن گئے۔ پھر مزید تاکید کے طور پر فرمایا کہ واضح دلائل آنے کے بعد پچھلی امتوں کی طرح فرقہ بندی نہ کرو ورنہ روزِ قیامت عذابِ عظیم سے دوچار ہونا پڑے گا۔ قیامت کے دن اہلِ ایمان کے چہرے روشن ہوں گے اور اللہ اور اس کے رسول کے نافرمان رُوسیاہ ہوں گے۔

آیت نمبر:110 میں امتِ مسلمہ کو بہترین امت قرار دے کر اس کی وجہِ فضیلت بیان کی کہ تمہیں اس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے کہ عالمِ انسانیت میں نیکیوں کو پھیلاؤ اور برائیوں کو روکو، یعنی اُمّتِ مُسلمہ کی ذمہ داری عالمِ انسانیت کو دعوتِ حق دینا اور نبوی مشن کو سرانجام دینا ہے۔

آیت نمبر:112 میں بتایا کہ یہود پر اُن کے ناروا اعمال کے سبب ذلت مسلط کر دی گئی، کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے تھے، ااور اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ اہلِ کتاب میں ایک گروہ ایسا تھا، جو حق پر قائم رہا، تلاوتِ آیاتِ الٰہی، عبادت، خیر کے کاموں میں مستعد رہنا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس کا شِعار تھا۔

آیت نمبر:118 میں حکم ہوا کہ اہلِ ایمان کو چاہئے کہ وہ اپنے دین کے دشمنوں کو اپنا راز دار نہ بنائیں، وہ مسلمانوں کی بربادی میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے اور مسلمانوں کا مصیبت میں مبتلا ہونا ان کی خواہش ہے، ان کی مسلمانوں سے نفرت کسی حد تک ان کی باتوں سے عیاں ہے اور جو بغض وعناد وہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں، وہ اس سے سوا

ہے۔ ان کا شِعار منافقت ہے، سامنے آئیں تو محبت کے دعوے اور پسِ پشت مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی منصوبہ سازی کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی راحت سے انہیں تکلیف پہنچتی ہے اور دکھ سے انہیں راحت پہنچتی ہے۔

غزوۂ بدر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آیت نمبر: 122 میں فرمایا کہ منافقین کا ساتھ چھوڑنے کے بعد مسلمانوں کی دو جماعتوں (بنوحارثہ اور بنوسلمہ) کی ہمتیں پست ہو رہی تھیں کہ اللہ نے انہیں بچا لیا۔

آیت نمبر: 123 تا 128 میں غزوۂ بدر کا ذکر ہے، اللہ نے ایسے حالات میں کہ مسلمان ظاہری اعتبار سے کمزور تھے، تین ہزار فرشتے ان کی مدد کے لیے اتارے اور مزید نصرتِ غیبی کا وعدہ فرمایا۔ اور یہ بھی بتایا کہ مجاہدین کی مدد کے لیے فرشتوں کا نزول مومنوں کے اطمینانِ قلب کے لیے تھا۔

آیت نمبر: 130 میں ایک بار پھر سود کی ممانعت کا حکم نازل ہوا کہ حرام طریقے سے مال کو دگنا چوگنا نہ کرو۔

آیت نمبر: 133 اور 134 میں بیان ہوا کہ جنت کے حق دار اہلِ تقویٰ کا شِعار یہ ہے کہ خوشحالی ہو یا تنگدستی ہر حال میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں، غصے پر قابو پاتے ہیں اور لوگوں کی خطاؤں کو معاف کر دیتے ہیں۔ اگلی آیات میں امت کے گناہگاروں کو نویدِ مغفرت دی گئی کہ اگر تم نے بدقسمتی سے اللہ کی نافرمانی اور بے حیائی کے کام کر بھی دیئے ہیں، تو ایک بار پھر تمہیں دعوت ہے کہ پلٹ آؤ، اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو، اللہ خطا کاروں اور گناہگاروں کو بخشنے والا ہے بشرطیکہ وہ گناہوں پر اصرار نہ کریں بلکہ انہیں ترک کر دیں۔

آیت نمبر: 139 تا 143 میں غزوۂ احد میں اَفرادی قوت اور اسباب میں کمی کے سبب دل چھوڑنے والے مجاہدین کو تسلی دی کہ ثابت قدم رہو، آخر کار تم ہی سرفراز ہو گے۔ اگر وقتی طور پر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو اہلِ حق کے ساتھ ایسا ماضی میں بھی ہوتا رہا، مگر برے دن ہمیشہ نہیں رہتے اور یہ ابتلائیں مسلمانوں کے لیے درجات کی بلندی کا سبب بنتی ہیں اور

جنت کے حصول کے لیے مسلمانوں کو مشکلات سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ بھی بتایا کہ موت سے ڈرنا مسلمانوں کا شِعار نہیں ہے۔

غزوۂ احد میں جب یہ افواہ اڑا دی گئی کہ (عِیَاذاً بِاللہ) اللہ کے رسول شہید ہو گئے ہیں، تو مسلمانوں کے قدم عارضی طور پر لڑکھڑا گئے، اُن کو اطمینان دلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے رسول ہی تو ہیں، ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں، تو اگر (قضائے الٰہی سے) وہ فوت ہو جائیں یا (بفرضِ محال) شہید ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں واپس پلٹ جاؤ گے؟''۔ یعنی مسلمان کو ہر حال میں راہِ حق میں ثابت قدم رہنا چاہیے اور نبوی مشن کی تبلیغ کے لیے سرگرمِ عمل رہنا چاہیے۔ گزشتہ امتوں کے بلند ہمت اہلِ حق کا یہ شِعار بتایا کہ وہ ہر مشکل و مصیبت میں اللہ سے استغفار کرتے ہیں۔

غزوۂ اُحُد کے بارے میں انہی آیات میں یہ بتایا کہ جب عارضی طور پر مسلمانوں کی ہمتیں جواب دینے لگیں اور طرح طرح کے گمان ان کے ذہنوں میں پیدا ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کی تسلی کے لیے اُن پر اونگھ طاری کر دی اور نیند کی کیفیت میں انہیں امید افزا منظر دکھایا تاکہ ہمت بندھ جائے۔ ان کے ذہنوں میں یہ خیال بھی آ رہا تھا کہ ہم مدینے سے نکل کر احد کے میدان میں نہ آتے تو شاید موت سے بچ جاتے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(موت برحق ہے) اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہو، تو جہاں جس کی موت مقدر ہے، وہ خود اپنے مَقتَل کی طرف نکل آئے گا، (یعنی کوئی بھی تدبیر موت کے وقت اور مقام کو ٹال نہیں سکتی)''۔

ان آیات میں یہ بھی بتایا کہ منافقین مسلمانوں کو بددل کرنے کے لیے طرح طرح کی باتیں کرتے تھے، لیکن اللہ کی راہ میں موت اُخروی انعامات کا سبب ہے۔ جو مسلمان عارضی طور پر پسپا ہو گئے تھے، بعد میں وہ آپ کے پاس لوٹ آئے، تو آپ نے ان پر کوئی گرفت نہیں فرمائی، آپ کی اِس اخلاقی عظمت کو قرآن نے یوں بیان فرمایا: ''سو اللہ کی عظیم رحمت سے آپ مسلمانوں کے لیے نرم ہو گئے اور اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے، تو وہ

ضرور آپ کے گرد وپیش سے بھاگ جاتے ، پس آپ انہیں معاف کردیں اوران کے لیے استغفار کریں اور (اہم) امور میں ان سے مشورہ کریں، پس جب آپ (کسی کام کا) عزم کرلیں،تو پھر اللہ پر توکل رکھیں''۔

آیت نمبر:164 میں اللہ تعالیٰ نے بعثتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اہلِ ایمان کے لیے اپنی نعمت اوراحسان قرار دیا اورآپ کے فرائضِ نبوت کوایک بار پھر بیان فرمایا۔

آیت نمبر 165 میں غزوہ احد کی تکالیف کوسرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکم عدولی کا نتیجہ قرار دیا اور اس کو مومنین اور منافقین دونوں کے لیے آزمائش کا سبب بتایا۔ چونکہ منافق غزوۂ احد کے مجاہدین کو بار بار ذہنی اذیت پہنچاتے ہوئے کہتے کہ اگر تم نے ہماری بات مانی ہوتی اور احد کے میدان میں نہ گئے ہوتے تو ان نتائج سے بچ جاتے ۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے شہداء کی عظمتِ شان کو مسلمانوں کی طمانیت کے لیے ان الفاظ میں بیان فرمایا: ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کردیئے جائیں (مردہ کہنا تو درکنار، اپنے ذہن کے کسی گوشے میں)، انہیں مردہ گمان بھی نہ کرو، وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے، اللہ نے اپنے فضل سے جو انہیں عطا فرمایا ہے وہ اس پر خوش ہیں''۔

آیت نمبر 172 میں زخمی ہونے اورلوگوں کے ایک بڑے لشکر سے ڈرانے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہنے والے اور شیطان اوراس کے چیلوں کے بہکاوے میں نہ آنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے اجرعظیم کا ذکر ہے۔

کافروں کو بتایا گیا کہ انہیں جو دنیا میں ڈھیل دی جارہی ہے، یہ ان کے لیے مزید تباہ کن ہوگی، کیوں کہ جتنی سرکشی وہ کرتے چلے جائیں گے، انجامِ کار اس کا وبال اُن پر ہی آئے گا۔

آیت نمبر:180 میں ان بخیل مالداروں کو جو اللہ کا دیا ہوا مال اس کی راہ میں خرچ نہیں کرتے وعید سنائی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو (مال) انہیں عطا کر رکھا ہے، وہ یہ گمان نہ کریں یہ ان کے حق میں بہتر ہے، بلکہ یہ ان کے حق میں برا ہے اور قیامت کے دن

اُن کے اِسی جمع کیئے ہوئے مال کا طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

آیت نمبر 181 میں اللہ تعالیٰ کو فقیر اور خود کو غنی کہنے کے اہل کتاب کے گستاخانہ قول کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قول اور انبیاء کے قتل ناحق لکھنے اور ان کے لیے عذاب جہنم کا ذکر فرمایا۔

آیت نمبر:183 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہود کے اس مطالبے کا ذکر ہے کہ ان کے نزدیک نبی کی صداقت کی نشانی یہ ہے کہ وہ اللہ کے لیے قربانی پیش کریں اور آسمان سے آگ آئے اور اسے کھا جائے (یعنی جلا کر راکھ کر دے)۔ بتایا گیا کہ یہ محض ان کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے، اس کا ثبوت یہ ہے کہ جن رسولوں نے یہ معجزہ پیش کیا، ان پر بھی وہ ایمان نہیں لائے؟۔

آیت نمبر 185 میں ہر ذی روح کو موت کا ذائقہ چکھنے، ہر کسی کو ان کے اعمال کا بدلہ دینے اور حقیقی کامیابی یعنی دخول جنت کا ذکر ہے۔ بعد کی آیت میں اہل کتاب اور مشرکین کی ایذا رسانی پر صبر کرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کو عزم الامور سے شمار فرمایا ہے۔

آیت نمبر 187 میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس کو بیان کرنے اور اسے نہ چھپانے کا اہل کتاب سے وعدہ لیا تھا، لیکن انہوں تھوڑی قیمت کے بدلے میں اس وعدے کو پس پشت ڈال دیا۔ آیت نمبر 188 میں بغیر کسی استحقاق کے تعریفیں سمیٹنے والوں کے لیے دردناک عذاب کی وعید کا بیان ہے۔

آیت نمبر:190 اور اس کے بعد والی آیات میں یہ بتایا کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور نظامِ گردشِ لیل ونہار میں عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو حالتِ قیام میں، بیٹھے ہوئے اور کروٹوں کے بل لیٹے ہوئے (ہر حال میں) اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ کی حکمتوں پر غور وفکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ''اے ہمارے پروردگار! تو نے اس (نظامِ کائنات) کو بے مقصد پیدا نہیں کیا''۔ یعنی یہ کائنات اور اس میں تمام اَسرار ورموز، نظم وضبط اور ایک نظر نہ آنے والے کنٹرول،

اللہ کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت وجلالت کی عقیدت میں ڈوب کروہ کہتے ہیں کہ: اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایمان کے داعی کی استدعا کو سنا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ، تو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے پروردگار! تو ہمارے گناہوں کو بخش دے، ہماری خطاؤں کو مٹا دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ فرما۔ اے ہمارے پروردگار! اپنے رسولوں کی زبانی تو نے ہم سے جو وعدہ فرمایا، وہ ہمیں عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ دعا کو قبول فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ میں کسی بھی مرد اور عورت کے عملِ خیر کو ضائع نہیں کروں گا اور دین کی راہ میں سب کی قربانیوں کی بہتر جزا دوں گا۔ اس سورت کی آخری آیت میں فرمایا اے ایمان والوں صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہو اور اپنی سرحدوں کی حفاظت کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

سورۃ النساء

سورۃ النساء مدنی سورت ہے۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے چوتھی جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 92 ویں سورت ہے۔ یہ سورۃ بقرہ کے بعد سب سے لمبی سورت ہے۔ اس سورت میں رشتہ داروں سے حسن سلوک، یتیموں کے حقوق کی ادائیگی، تعداد ازدواج کی مشروط اجازت، وراثت کے احکام، معاشرے سے بے حیائی کے خاتمے کے ابتدائی احکام، محرمات نکاح کا بیان، اعمال صالحہ کی تلقین، مسلمانوں کا مال ناحق کھانے اور مسلمانوں کو قتل کرنے کی ممانعت، عائلی اور معاشرتی احکام، والدین اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کا بیان، بخل کی مذمت، یہود کی شرارتوں کا رد، اور مسلمانوں کو یہودیوں سے خبردار کرنے، منافقین کی سرزنش، جہاد کی تلقین، اور یتیموں سے متعلق تفصیلی احکام کا ذکر ہے۔

سورۃ النساء کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک شخص سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی (حواء) کو پیدا کیا اور پھر ان دونوں کے ذریعے کثیر تعداد میں مرد اور عورتیں زمین میں پھیلا دیئے، یعنی تمام انسانیت کی اصل ایک ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اپنے زیرِ کفالت یتیموں کے مال کو اپنے مال کے ساتھ

ملا کر نہ کھاؤ، یہ بہت بڑا گناہ ہے، اسی طرح اپنے خراب مال کو یتیم کے اچھے مال سے تبدیل نہ کرو۔ اگلی آیت میں یہ بتایا کہ اگرچہ بوقتِ ضرورت ایک سے زیادہ چار تک شادیوں کی اجازت ہے، لیکن ازواج کے درمیان عدل کی کڑی شرط کے ساتھ۔ زیرِ کفالت یتیموں کے حوالے سے فرمایا کہ اگر وہ اپنے مال کی حفاظت کا شعور نہیں رکھتے، تو ان کے سرپرست کو چاہئے کہ ان کے مال کی حفاظت کرے، ان کی ضروریات کی کفالت کرے اور ان سے حسنِ سلوک کرے۔ یتیم کا مال اس وقت اس کے سپرد کرو جب وہ بالغ اور عقلمند ہو جائے۔ اس اندیشے سے یتیم کا مال جلدی جلدی ہڑپ نہ کرو کہ وہ بالغ ہو کر اپنے مال کا مطالبہ کرے گا اور جب یتیم کا مال اس کے حوالے کرو، احتیاطاً گواہ مقرر کرلو۔ قرآن نے یہ بھی بتایا کہ یتیم کا سرپرست اگر غنی ہے تو اپنی ذات اور ضروریات پر یتیم کے مال کو خرچ نہ کرے اور اگر وہ فقیر ہے تو صرف بقدرِ ضرورت اپنے اوپر خرچ کرلے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ مرد ہو یا عورت، شریعت میں اپنے مقررہ حصے کی وراثت پانے کا حق دار ہے، یعنی اسلام میں عورت کو وراثت سے محروم نہیں رکھا گیا۔ سفارش کے طور پر قرآن نے یہ بھی بتایا کہ تقسیمِ وراثت کے موقع پر ایسے قرابت دار، یتیم اور مسکین آجائیں جن کو وراثت میں حصہ نہیں مل رہا تو نفلی صدقے کے طور پر انہیں کچھ نہ کچھ دے دو، ذرا یہ سوچو کہ کل خدانخواستہ تمہاری اولاد اس محرومی کی حالت سے دوچار ہو جائے تو ان پر کیا گزرے گی۔

سورۃ النساء کی آیت نمبر: 11 اور 12 میں وراثت کے مسائل بیان فرمائے گئے ہیں جو یہ ہیں:

(۱) کسی شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کی اولاد میں بیٹے اور بیٹیاں ہیں، تو ہر بچے کو بیٹی کا دگنا حصہ ملے گا۔

(۲) اگر صرف ایک ہی بیٹا ہو تو جن وارثوں کا حصہ شریعت میں مقرر ہے، ان کو دینے کے بعد بقیہ کل ترکہ بیٹے کو مل جائے گا۔

(۳) ایک سے زائد بیٹے ہوں تو ان میں برابر تقسیم ہوگا۔

(۴) اگر کسی کی وارث صرف ایک بیٹی ہو تو اسے بقیہ ترکے کا آدھا حصہ ملے گا۔

(۵) اگر ایک سے زائد صرف بیٹیاں ہوں، تو ان کو مجموعی طور پر بقیہ ترکے کا دو تہائی حصہ ملے گا۔

(۶) کسی شخص کا انتقال ہوگیا اور وہ صاحبِ اولاد ہے اور اس کے ماں باپ بھی حیات ہیں، تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا۔

(۷) اگر کسی شخص کا انتقال ہوا اور اس کی اولاد نہیں ہے اور اس کے ماں باپ بقیدِ حیات ہیں، تو ماں کو ترکے کا تہائی حصہ ملے گا اور بقیہ ترکہ باپ کو ملے گا۔

(۸) فوت شدہ شخص کے لاولد ہونے کی صورت میں اگر اس کے بہن بھائی ہیں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔

(۹) اگر بیوی لاولد ہو تو اس کا نصف ترکہ شوہر کو ملے گا۔

(۱۰) اگر شوہر لاولد ہو تو اس کے ترکے سے بیوی کو چوتھائی حصہ ملے گا۔

(۱۱) اگر شوہر کی وفات ہوگئی تو بیوی ایک ہو یا ایک سے زائد، (اولاد کی موجودگی میں) سب کو مجموعی طور پر شوہر کے ترکے کا آٹھواں حصہ ملے گا۔

(۱۲) اگر کسی لاولد شخص کا انتقال ہوجائے اور اس کے ماں باپ بھی نہ ہوں اور صرف ماں کی طرف سے بہن یا بھائی ہو تو اسے چھٹا حصہ ملے گا اور اگر صرف ماں کی طرف ایک سے زائد بھائی یا بہن ہوں تو انہیں کل ترکے کا ایک تہائی حصہ ملے گا۔

میت کے انتقال کے بعد اس کے ترکے میں سے سب سے پہلے اس کے کفن و دفن کے اخراجات وضع کیئے جائیں گے، اس کے بعد اس کے ذمے اگر کوئی قرض ہے، تو اس کی ادائیگی کی جائے گی۔ اس کے بعد اگر اس نے کوئی وصیت کی ہے (اور وہ وصیت کسی وارث کے حق میں نہیں ہے)، تو زیادہ سے زیادہ ایک تہائی ترکے کی حد تک اس کی وصیت نافذ کی جائے گی۔ یہ تین امور تقسیمِ وراثت پر مقدم ہیں۔

آیت نمبر 16،15 میں بدکاری کی ابتدائی اور عارضی سزا کا بیان ہے، مستقل سزا پھر

سورۃ نور میں نازل ہوئی اور اس کے لیے چار گواہوں کی کڑی شرط بھی لگائی ہے اور توبہ کرنے والوں کیلئے بخشش اور مغفرت کا مژدہ سنایا ہے۔

آیت نمبر: 17 میں اللہ تعالیٰ نے قبولیتِ توبہ کا اصول بیان فرمایا ہے کہ جن لوگوں سے گناہ سرزد ہو جائے اور وہ غلطی کا احساس ہونے پر جلدی توبہ کرلیں، تو ان کی توبہ کی قبولیت اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے۔ لیکن جو لوگ زندگی بھر گناہ کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ فرشتۂ اجل سر پر آ کھڑا ہو اور پھر کہیں کہ میں نے توبہ کی تو ان کی توبہ کی قبولیت کی کوئی ضمانت نہیں اور جن کی موت کفر پر واقع ہو جائے، ان کی آخرت میں نجات کی کوئی ضمانت نہیں۔

آیت نمبر: 20 میں ارشاد ہوا کہ بیوی کا مقررہ مہر خواہ کم ہو یا زیادہ ادا کرنا چاہیے۔ اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح جائز نہیں اور اس کے بعد اُن قرابت دار عورتوں کا بیان ہے، جن سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے اور وہ یہ ہیں:

(الف) اُمّ یعنی ماں (اس میں دادی، نانی اور اس سے اوپر کی جدات سب داخل ہیں)۔

(ب) بنت یعنی بیٹی (اس میں صلبی لڑکی، پوتی، نواسی، نیچے تک سب داخل ہیں) البتہ منہ بولی بیٹی اور لے پالک اس میں شامل نہیں ہیں بشرطیکہ حرمت کا کوئی اور سبب نہ ہو۔

(ج) اخوات: بہنیں اس میں حقیقی، علاتی (باپ شریک) اور اخیافی (ماں شریک) سب شامل ہیں۔

(د) عمّات: پھوپھیاں (باپ کی حقیقی، علاتی (باپ شریک) اور اخیافی (ماں شریک) سب اس میں شامل ہیں)۔

(ہ) خالات: خالائیں (والدہ کی حقیقی، علاتی (باپ شریک) اور اخیافی (ماں شریک) سب بہنیں اس میں شامل ہیں)۔

(و) بَنٰتُ الۡاَخِ: بھتیجیاں (حقیقی، علاتی اور اخیافی ہر قسم کے بھائیوں کی بیٹیوں سے نکاح حرام ہے)۔

(ز) بَنٰتُ الۡاُخۡتِ: بھانجیاں (حقیقی، علاتی اور اخیافی ہر قسم کی بہنوں کی بیٹیوں سے نکاح

حرام ہے)۔

(ح) ساس: (یعنی بیویوں کی مائیں اور ان کی دادیاں، خواہ کتنے ہی اوپر درجے کی ہوں)۔

(ط) منکوحہ بیوی، جس کے ساتھ مباشرت کا تعلق قائم ہو چکا ہے، کی کسی اور شوہر سے بیٹی کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ اور اگر صرف نکاح ہوا، بیوی سے مباشرت نہیں ہوئی اور کسی وجہ سے علیحدگی ہو چکی ہو، تو اس کے سابق شوہر سے بیٹی کے ساتھ اس شخص کا نکاح جائز ہے۔

(ی) اپنے نسلی بیٹوں کی بیویوں کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ اس میں بہو، پوتے کی بیوی اور نواسے کی بیوی خواہ نیچے کے درجے میں ہوں، سب حرام ہیں۔

(ق) کسی بھی شخص کے لیے بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں رکھنا حرام ہے، اگر بیوی کو طلاق دے دی ہو تو عدت گزرنے کے بعد اُس کی دوسری بہن سے نکاح کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ایسی دو خواتین کو بھی بیک وقت نکاح میں رکھنا حرام ہے کہ اگر ان میں سے ایک کو مرد فرض کر لیا جائے، تو ان کا آپس میں نکاح جائز نہ ہو، جیسے پھوپھی اور بھتیجی اور خالہ اور بھانجی وغیرہ۔ آیتِ مبارکہ میں اس مسئلے کو ''جمع بینَ الاُختَین'' (یعنی دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنے) سے تعبیر فرمایا ہے۔

(ل) جس طرح نسبی رشتے سے دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، اسی طرح رضاعی بہنوں کا بھی بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس حکم کے آنے سے پہلے ماضی میں جو اسی طرح کے نکاح ہوئے ہیں وہ معاف ہیں۔

حدیث پاک میں ہے کہ جن عورتوں سے نسب کے رشتے سے نکاح حرام ہے، اُن سے رضاعت کے رشتے سے بھی حرام ہے اور ''النساء: 23'' میں بھی یہ مسئلہ بیان کر دیا گیا ہے۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:۵

پانچویں پارے کے مضامین

پانچویں پارے کے شروع میں محرمات قطعیہ کے تسلسل میں یہ بھی بتایا کہ جب تک کوئی عورت کسی دوسرے شخص کے نکاح میں ہے، اس سے نکاح حرام ہے، یہاں تک کہ اگر شوہر نے طلاق دے دی ہو تو عدت کے اندر نکاح اور واضح الفاظ میں نکاح کا پیغام دینا بھی حرام ہے۔ البتہ عدت کے بعد عورت اپنی رضامندی سے دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے۔ ہاں کفار کی وہ عورتیں جو میدان جنگ سے پکڑی جائیں اور تمہاری ملک میں آجائیں تو تقسیم کے بعد ان سے جماع حلال ہے۔

آیت نمبر 25 میں فرمایا کہ جو شخص آزاد عورتوں سے نکاح کی استطاعت نہیں رکھتا وہ کنیزوں سے نکاح کرسکتا ہے۔

آیت نمبر:29 میں بتایا کہ باطل طریقوں سے (یعنی جوا، سٹہ، غصب، چوری، ڈاکہ، خیانت، رشوت، جھوٹی قسم کھا کر اور جھوٹی گواہی کے ذریعے) ایک دوسرے کا مال کھانا حرام ہے اور باہمی رضامندی سے تجارت جائز ہے اور اس سے حاصل ہونے والا نفع بھی جائز ہے۔ اسی طرح ہبہ اور وراثت کے ذریعے جو مال ملے وہ بھی جائز ہے۔

آیت نمبر:30 میں فرمایا کہ جو شخص ظلماً دوسروں کا مال کھائے گا وہ جہنم کا ایندھن بنے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر بندہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے تو وہ اپنے فضل وکرم سے بندے کے صغیرہ اور غیر ارادی گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

آیت نمبر:32 میں حسد کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے کسی کو مال، عزت یا مرتبے میں فضیلت دے رکھی ہے تو اس کے زائل ہونے کی تمنا نہ کرو، کیونکہ یہی حسد ہے جو حرام ہے، کسی کے ساتھ حسد کرنے سے بہتر ہے کہ اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو، اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے۔

آیت نمبر:34 سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مرد عورتوں کے منتظم اور کفیل ہیں، کیوں کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس لیے (بھی) کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کئے ہیں (یعنی شوہر مہر بھی ادا کرتا ہے اور بیوی بچوں کی کفالت بھی اس کے ذمے ہے)''۔ جو عورت شوہر کی نافرمان ہو، اسے ''ناشزہ'' کہتے ہیں۔قرآن نے نافرمان عورت کی تدریجی اصلاح کا حکم بیان کیا ہے، یعنی:

(الف): اسے پیار و محبت سے سمجھانا۔

(ب): عارضی طور پر ان کے بستر علیحدہ کرنا۔

(ج): تادیباً سرزنش کرنا۔

اگر ان تدریجی اقدامات سے عورت اصلاح قبول کر لے تو اس پر سختی کی ممانعت ہے۔ اگر ان تدریجی اقدامات سے زوجین کے درمیان تنازع رفع نہ ہو تو قرآن نے مصالحت کا یہ طریقہ تعلیم فرمایا ہے کہ شوہر اور بیوی دونوں کے خاندانوں سے ایک ایک حَکَم (منصف) مل بیٹھیں اور اگر وہ اصلاح پسند ہوں گے تو اللہ تعالیٰ زوجین کے درمیان اتفاق پیدا فرمادے گا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن نے ازدواجی زندگی کو خوشگوار رکھنے اور استوار رکھنے کو بڑی اہمیت دی ہے۔

آیت نمبر:36 سے اللہ تعالیٰ نے توحید کا حکم فرمایا اور شرک (کی تمام صورتوں) کی ممانعت فرمائی ہے۔اس کے بعد حقوق العباد کا بیان ہوا اور فرمایا کہ ماں باپ، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، پڑوسیوں، مسافروں اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ پھر پڑوسیوں کی درجہ بندی کرتے ہوئے فرمایا:

ایک پڑوسی وہ ہے جو قرابت دار ہے، یہ قرابت رشتے داری کی بھی ہوسکتی ہے اور اسلامی رشتے کے حوالے سے بھی۔

دوسرا وہ پڑوسی جو اجنبی ہے، اس اجنبی سے مراد یہ ہے کہ جو رشتے دار نہ ہو اور وہ بھی ہے جو کسی دوسرے مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔

تیسرا وہ جس کے ساتھ دفتر یا کارخانے میں، سفر میں یا کلاس یا مجلس میں قربت کا تعلق قائم ہوجائے، ان سب کے درجہ بدرجہ حقوق ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص مومن نہیں، جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو اور جو اپنے پڑوسی کی عزت نہ کرے''۔ اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: ''جبرائیل امین مجھے پڑوسی کے حقوق کے بارے میں اتنی تاکید کرتے رہے کہ مجھے گمان گزرا کہ شاید پڑوسی کو وارث بنا دیا جائے گا''۔

آیت نمبر: 37 تا 40 میں بُخل اور رِیا کاری کی ممانعت اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم ہے اور فرمایا کہ جس کو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہ ہو وہی رِیا کاری کرسکتا ہے، یہ بھی فرمایا کہ اللہ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں فرماتا اور نیکی کا اجر دُگنا فرما دیتا ہے۔

آیت نمبر 41 میں فرمایا کہ قیامت کے دن تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کے احوال واعمال کی شہادت دیں گے اور حضور ﷺ انبیائے کرام کی شہادت کے درست ہونے کی گواہی دیں گے۔

آیت نمبر 42 میں انبیاء ورسل کی نافرمانی کرنے والوں کے پچھتاوے کا ذکر ہے۔ آیت نمبر 44 میں یہود کی گمراہیوں اور سرکارِ دو عالم ﷺ کو تسلی دینے کا ذکر ہے۔

آیت نمبر 43 میں نماز کے چند مسائل بیان فرمائے:

(الف) نشے کی حالت میں نماز ادا نہ کرو، نماز تو کسی حالت میں چھوڑی نہیں جاسکتی تو مسلمان کو ہر قسم کا نشہ چھوڑ دینا چاہیے۔

(ب) بعض ناگزیر صورتوں میں تیمم کی اجازت دی گئی ہے، وہ یہ ہیں: آدمی مسافر ہو اور پانی سرے سے دستیاب ہی نہ ہو یا قیمت پر دستیاب ہو اور وہ قیمت اس کی استطاعت میں نہ ہو یا صرف اتنا پانی ہو کہ پیاس بجھائے یا وضو کرے، تو پیاس بجھانے کو ترجیح دی جائے گی یا پانی دستیاب تو ہے لیکن بیمار ہے اور پانی استعمال کرنے کی صورت میں اس کی زندگی یا صحت کو شدید نقصان پہنچ سکتا ہے۔ بے وضو ہو یا غسل واجب ہو، دونوں صورتوں میں تیمم کی رخصت ہے۔

تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ نیت کے ساتھ ایک بار پاک مٹی پر ہاتھ مارے اور اس سے چہرے کا مسح کرے اور دوسری بار مٹی پر ہاتھ مارے اور کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا مسح کرے۔ زمین کی جنس سے جو بھی پاک چیز ہو اس سے تیمم کرنا جائز ہے۔

آیت نمبر:46 میں یہودیوں کی ایک قبیح خصلت کا ذکر ہے کہ وہ کلامِ الٰہی میں تحریف کرتے ہیں، اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ کسی لفظ کو اپنے مقام سے ہٹا دیا جائے یا اسے چھپا دیا جائے اور جب انہیں اللہ کا حکم سنایا جاتا ہے تو وہ ''ہم نے سنا اور اطاعت کی'' کہنے کے بجائے کہتے ہیں: ''ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی اور آپ کا حکم نہ سنا جائے'' اور ''رَاعِنَا، (ہماری رعایت کیجئے)'' کے کلمے کو زبان پھیر کر ''رَاعِیْنَا (ہمارے چرواہے)'' کہتے ہیں یعنی اہانت آمیز معنوں میں استعمال کرتے ہیں اور یہ ان کی اللہ کے رسول سے نفرت اور فطری خباثت کی وجہ سے ہے اور اسی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ جس طرح تم کلماتِ الٰہی کو بگاڑتے ہو، اس کی سزا کے طور پر تمہاری صورتیں بھی بگاڑی جاسکتی ہیں۔

آیت نمبر:48 میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شرک کے گناہ کو کسی صورت میں معاف نہیں فرماتا، اس کے علاوہ وہ جس کے لیے چاہے اس سے کم تر گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

آیت نمبر 49 میں اپنی پاکبازی بیان کرنے والوں کا رد ہے فرمایا کہ اللہ جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے۔ اس میں ہر شیخی خور، اور ڈینگیں مارنے والوں کے لیے عبرت ہے۔

آیت نمبر 51 میں فرمایا: اہلِ کتاب بت اور شیطان پر ایمان لاتے ہیں۔ یہود کے سردار کعب بن اشرف اور حُیَیّ بن اَخْطَب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ کی خاطر مشرکینِ مکہ کو حلیف بنانے کے لیے گئے، تو مشرکینِ مکہ نے کہا کہ جب تک تم لوگ ہمارے بتوں کو سجدہ نہ کرو ہم تم پر اعتبار نہیں کریں گے، انہوں نے اہلِ کتاب اور اہلِ توحید ہونے کے باوجود عداوتِ رسول میں بتوں کو سجدہ کرلیا اور اللہ کی لعنت کے سزاوار بنے۔ قرآن نے بتایا کہ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی عداوت کا سبب آپ کو نبوت کا عطا کیا جانا تھا، حالانکہ

اس سے پہلے ابراہیم اور آل ابراہیم کو بھی اللہ نے کتاب وحکمت اور بادشاہت کا اعزاز عطا فرمایا تھا اور وہ جسے چاہے نواز دے۔ پھر فرمایا کہ یہود کو اُن کی اِن نافرمانیوں کی پاداش میں جہنم کا سخت عذاب دیا جائے گا اور ان کی کھالیں جلتی رہیں گی اور جلنے کے بعد انہیں نئی کھالیں دے کر عذاب جاری رکھا جائے گا۔

آیت نمبر:58 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ امانتیں ان کے حق داروں کو دو اور جب فیصلہ کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ حکومت واقتدار اور منصب وعہدہ بھی امانت ہے، مشورہ بھی امانت ہے اور کسی کے پاس کسی نے کوئی چیز ودیعت رکھی ہو، تو یہ بھی امانت ہے، حدیثِ پاک میں ہے:

رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا: ''قیامت کب آئے گی؟''، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب امانت ضائع کردی جائے''، پوچھا گیا کہ امانت کیسے ضائع ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب امت کی زمامِ اقتدار نااہلوں کے سپرد کی جائے''۔

آیت نمبر:59 میں فرمایا: ''اے مومنو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبانِ اختیار ہیں، ان کی اطاعت کرو''۔ اس میں اللہ عزّوجلّ اور رسولِ مکرم ﷺ کی غیر مشروط اطاعت کا حکم ہے اور اہلِ اقتدار کی اطاعت مشروط ہے۔ اگر اہلِ اقتدار کے ساتھ کسی معاملے کے جائز یا ناجائز ہونے کی بارے میں اختلاف ہو جائے، تو فیصلہ قرآن وسنت کی روشنی میں ہوگا۔

آیت نمبر:60 تا 63 میں منافقین کی مکروہ چالوں اور دورُخے پن کا ذکر ہے۔ اس کے بعد اہلِ ایمان کے لیے ایک ایمان افروز نوید ہے، اللہ عزّوجلّ نے ارشاد فرمایا: ''اور ہم نے ہر رسول کو صرف اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے اور جب یہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے رسول! یہ آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں اور رسول بھی ان کے لیے دعاءِ مغفرت کریں، تو یہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم کرنے والا پائیں گے''۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کے وسیلے

سے اللہ سے استغفار کیا جائے ،تو اللہ اسے رد نہیں فرماتا اور یہ وسیلۂ مغفرت آج بھی ہر مسلمان کو حاصل ہے۔

آیت نمبر:65 میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے رسول کو آپس کے جھگڑوں میں حاکم نہ بنائیں اور پھر آپ جو فیصلہ صادر فرمادیں ، اسے دل وجان سے قبول نہ کریں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیصلے پر دل میں بھی کوئی تنگی اور ملال نہیں آنا چاہئے) تو وہ بظاہر دعوائے ایمان کے باوجود حقیقت میں مومن نہیں ہوسکتے۔

آیت نمبر:69 میں فرمایا: جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے،تو وہ (آخرت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے،جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، جو انبیاء،صدیقین ، شہدا اور عباد الصالحین ہیں۔اس کے بعد جہاد کے بارے میں اَحکام، ہدایات اور کامیابی کی بشارتیں ہیں۔مسلمانوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ ایسے عالم میں جب معاشرے کے کمزور لوگ،عورتیں اور بچے مدد کے لیے پکاریں کہ ہمیں ظالموں کی بستی سے نکال دو تو مظلوموں کی مدد کے لیے،ان پر میدانِ جہاد میں آنا لازم ہے۔

آیت نمبر:76 اور اس کے بعد والی آیات میں بتایا کہ منافق اور بزدل لوگوں کو جب جہاد کی دعوت دی جاتی ہے،تو جان جانے کے خوف سے ان کے دل لرز جاتے ہیں اور وہ زندگی کی مہلت چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اے رسول کہہ دیجیے! دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور اہلِ تقویٰ کے لیے آخرت بہتر ہے''۔موت کے ڈر سے جہاد سے گریز کرنے والوں کو فرمایا:''تم جہاں کہیں بھی ہو ، موت تم کو پالے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں قلعہ بند ہی کیوں نہ ہوجاؤ''۔

منافقوں کا ایک شعار یہ بھی بتایا کہ:''انہیں کوئی بھلائی پہنچے تو کہتے ہیں : یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی برائی پہنچے تو (رسول اللہ سے) کہتے ہیں: یہ آپ کی طرف سے ہے،(اے رسول!) آپ کہہ دیجئے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے''۔پھر فرمایا:''تمہیں جو

اچھائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور تمہیں جو برائی پہنچے تو وہ تمہاری ذات کی وجہ سے ہے''۔منافقوں کی ایک خصلت یہ بھی بتائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے کہتے ہیں ہم نے آپ کا حکم مانا، پھر رات کو اپنی مجلسوں میں اس کے برعکس بات کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے ، اگر یہ قرآن اللہ کے غیر کے پاس سے آیا ہوتا، تو یہ اس میں بہت اختلاف پاتے''۔قرآن نے ایک اصول بتایا کہ حالتِ جنگ اور زمانۂ جنگ میں امن اور خوف (یعنی فتح وشکست) کے حوالے سے ہر سنی سنائی خبر کو پھیلانا نقصان کا سبب بنتا ہے، ایسے زمانے میں خبروں پر نگرانی کا اہتمام ہونا چاہیے کہ کس خبر کی اشاعت مسلمان کے لیے مفید اور کس کی اشاعت مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہے، اسے آج کل کی اصطلاح میں Censorship کہتے ہیں اور جدید دنیا میں بھی حالتِ جنگ میں خبروں کی اشاعت سرکاری کنٹرول ہوتا ہے اور اس کا فیصلہ کرنا اہلِ نظر اور سیاست و جنگ کے ماہرین کا کام ہوتا ہے۔ کیونکہ فوج اور قوم کے مورال پر ان افواہوں کا اثر پڑتا ہے۔ اور اب میدانوں کے علاوہ پراپیگنڈہ کر کے نفسیاتی جنگ بھی لڑی جاتی ہے۔

آیت نمبر 84 میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خود جہاد کرنے اور مومنین کو جہاد کی ترغیب دینے کا حکم ہے۔

آیت نمبر 85 میں فرمایا کہ جائز سفارش کا اجر اور ناجائز سفارش کا وبال سفارش کرنے والے کے لیے ہوگا۔

آیت نمبر:86 میں معاشرتی آداب بتائے گئے کہ جب تمہیں کسی لفظ سے سلام کیا جائے، تو تم اس سے بہتر الفاظ میں جواب دو (جیسے السلام علیکم کے جواب میں کہا جائے وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ) یا کم از کم انہی الفاظ میں جواب دو (جیسے السلام علیکم کے جواب میں کہا جائے وعلیکم السلام)۔

زمانۂ جنگ میں مسلمانوں کو کئی طرح کے لوگوں سے واسطہ پڑتا تھا:

(الف) وہ منافقین جو دل سے مسلمانوں کی تباہی اور ناکامی چاہتے تھے، ان کے لیے فرمایا کہ نہ تو انہیں اپنا دوست بنایا جائے اور نہ ان کے ساتھ کوئی رعایت برتی جائے بلکہ ان کا قلع قمع کر دیا جائے۔

(ب) کچھ لوگ وہ تھے جو جنگ سے گریز چاہتے تھے، نہ مسلمانوں سے لڑنا چاہتے تھے اور نہ اپنی قوم کی حمایت میں لڑنا چاہتے تھے یا وہ ایسی قوم کے پاس چلے جاتے جن کے ساتھ مسلمانوں کا جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہے، تو قرآن نے بتایا اگر وہ جنگ سے کنارہ کش ہو جائیں اور مسلمانوں سے نہ لڑیں اور مسلمانوں کو صلح کا پیغام دیں، تو مسلمانوں کو بھی ان سے تعرُّض نہیں کرنا چاہیے۔

(ج) منافقین کا ایک گروہ وہ تھا جو مسلمانوں اور اپنی قوم دونوں کے ساتھ امن سے رہنا چاہتا تھا، لیکن ان کی باطنی کیفیت یہ تھی کہ اگر ان کی قوم کی طرف سے مسلمانوں پر جنگ مسلط کر دی جائے، تو وہ اس میں کود پڑیں۔ تو قرآن نے بتایا: اگر وہ مسلمانوں سے الگ نہ ہوں اور مسلمانوں کو صلح کا پیغام نہ دیں اور موقع ملنے پر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے سے اپنا ہاتھ نہ روکیں، تو مسلمانوں کو بھی حق ہے کہ موقع ملنے پر ان کا قلع قمع کر دیں۔

آیت نمبر: 92 میں قتلِ خطا کا حکم بیان ہوا ہے کہ اگر کسی مسلمان کے ہاتھوں غیر ارادی طور پر غلطی سے کسی مسلمان کا قتل ہو جائے، تو اس کی تلافی کے لیے کفارہ بھی دینا ہوگا اور مقتول کے ورثاء کو دیت بھی دینی ہوگی، سوائے اس کے کہ مقتول کے ورثاء دیت معاف کر دیں۔ اسی طرح کسی معاہِد قوم کا کوئی فرد مسلمان کے ہاتھوں غلطی سے قتل ہو جائے، تو اس کا حکم بھی یہی ہے۔ اور اگر کسی مسلمان کے ہاتھوں کسی دشمن قوم کا کوئی فرد غلطی سے قتل ہو جائے، تو اس کے لیے صرف کفارہ ہے۔ کفارہ ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہے اور اگر مومن غلام دستیاب نہ ہو جیسے کہ اب دنیا میں غلامی کا رواج ختم ہو چکا ہے اور اسلام بھی غلامی ختم کرنے کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے بلکہ اسلام نے مختلف ترغیبات دے کر اور اسے کارِ ثواب کے طور پر پیش کر کے اس کے خاتمے کی بنا ڈالی ہے۔ تو ایسی صورت میں کفارہ دو

مہینے کے مسلسل روزے رکھنا ہے، یہ اللہ کی طرف سے توبہ ہے۔ قتلِ خطا کی دیت حدیث پاک میں بیان ہوئی ہے، جو یہ ہے: ایک ہزار طلائی (Golden) دینار یا دس ہزار نُقرئی (Silver) درہم یا سو اونٹ۔ قتلِ خطا کی ذیلی اقسام اور دیت کی تفصیلات کے لیے کتب فقہ کا مطالعہ کیجئے۔

آیت نمبر:93 میں قتلِ عمد یعنی ارادی طور پر کسی بے قصور انسان کی جان کو تلف کرنے کا حکم بیان کیا گیا، جو یہ ہے: ''جہنم کا دائمی عذاب (اگر حرام سمجھ کر قتل کیا ہے تو جب تک اللہ کی مشیت کا تقاضا ہو، مدتِ دراز تک جہنم میں رہے گا اور اگر قتلِ ناحق کو حلال جان کر کیا ہو تو ہمیشہ جہنم میں رہے گا) اور اس پر اللہ کا غضب ہوگا اور اللہ کی لعنت ہوگی اور آخرت میں اس کے لیے عذابِ عظیم ہے۔ اگر کسی نے قصداً قتلِ ناحق کیا ہے اور دنیا میں اس سے قصاص لے لیا گیا ہے، تب بھی آخرت کی نجات کے لیے توبہ شرط ہے۔ قتلِ ناحق کی صورت میں قاتل سے قصاص بھی لیا جاسکتا ہے اور کسی بھی مالی بدل پر صلح کی جاسکتی ہے یا بغیر کسی مالی بدل کے معاف کیا جاسکتا ہے، یہ دنیاوی احکام ہیں۔

آیت نمبر 94 میں مومنین سے ارشاد فرمایا کہ جہاد کے سفر یا میدان جنگ میں اگر کوئی اقرار ایمان کرلے تو مال غنیمت کے حصول کے لیے ایسے شخص کے ایمان کا انکار کرکے اسے قتل نہیں کرنا چاہئے اور فرمایا اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں اور تمہیں اللہ نے احسان کرکے دولت ایمان سے نوازا ہے۔

آیت نمبر:95 میں یہ بتایا کہ جو لوگ جہاد سے کنارہ کش ہیں، ان کا درجہ ان کے برابر نہیں ہوسکتا، جو اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کررہے ہیں، ان کو اللہ نے فضیلت دی ہے، البتہ جو بیماری یا ضعیف العمری کے سبب عملی جہاد میں شریک نہیں ہے، لیکن وہ جنگ کا منصوبہ ساز ہے، حکمتِ عملی ترتیب دینے والا ہے، جنگی چالیں سکھانے والا ہے یا مجاہدین کی خدمت میں مشغول ہے، وہ یقیناً مجاہد کا اجر پائے گا۔

عہدِ رسالت کے تناظر میں جبکہ مسلمان مستقل حالتِ جنگ میں تھے، جو لوگ جنگ

سے گریز کرتے رہے، ان کے بارے میں فرمایا کہ جب اُن کی روح قبض کرنے کا وقت آئے گا، تو فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ حق و باطل کی جنگ کے وقت تم کہاں تھے؟۔ وہ کہیں گے ہم زمین میں کمزور تھے، تو فرشتے ان سے کہیں گے کہ تم نے دارالایمان کی طرف ہجرت کیوں نہ کی؟، لیکن جو مرد، عورتیں اور بچے واقعی کمزور تھے، ان کے لیے کوئی راہِ نجات نہ تھی تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے گا۔ یہ بھی فرمایا کہ ہجرت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ وسعت عطا فرمائے گا اور جو شخص ہجرت کے ارادے سے اپنے گھر سے روانہ ہو جائے اور اسی دوران اسے موت آجائے، تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔

آیت نمبر: 101 اور بعد کی آیات میں مسافر کے لیے نماز میں قصر کا حکم بیان ہوا ہے، فقہِ حنفی میں مسافتِ سفر کی مقدار 98 کلومیٹر ہے۔ نماز اور جماعت اتنا لازمی فریضہ ہے کہ حالتِ جنگ میں بھی ساقط نہیں ہوتا، چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ عین حالتِ جنگ میں نماز کا وقت آجائے تو ضرورت کے مطابق مجاہدین کا ایک حصہ دشمن کے مقابل مورچہ بند رہے اور دوسرے امام کی اقتدا میں ایک رکعت نماز پڑھیں اور پھر وہ مورچے میں چلے جائیں اور جو مجاہدین مورچہ بند تھے وہ دوسری رکعت میں آکر امام کے ساتھ شامل ہوں اور اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی نماز مکمل کریں اور پھر یہ مورچوں میں چلے جائیں اور دوسرا فریق آکر اپنی بقیہ نماز مکمل کرے، اسے صلوٰۃ الخوف کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دفاع سے غافل ہونا کسی طور پر جائز نہیں ہے، اسی کو آج کل کی جنگ کی اصطلاح میں Red Alert یا High Alert کہتے ہیں اور یہ کہ کسی بھی صورت نماز کو ترک کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ جب تم نماز ادا کر چکو تو حالتِ قیام، حالتِ قعود اور کروٹوں کے بل لیٹے ہوئے، یعنی ہر حال میں اللہ کو یاد کرو، اللہ کا ذکر کرو اور جب حالتِ جنگ ختم ہو جائے اور امن کی حالت ہو تو معمول کے مطابق نماز ادا کرو، بے شک نماز مومنوں پر وقت مقرر میں فرض کی گئی ہے۔

آیت نمبر 104 میں فرمایا کہ دشمن کے تعاقب میں سستی نہ دکھائیں۔ اگر تمہیں دکھ

پہنچتا ہے تو ان کو بھی تم جیسے دکھ پہنچتا ہے حالانکہ تم اجرِ آخرت کے امیدوار بھی ہو۔

آیت نمبر 105 سے لیکر 108 میں عہد رسالت میں پیش آنے والے ایک یہودی اور مسلمان کے درمیان چوری کے معاملے میں ہونے والے فیصلے کے ایک خاص واقعے کی طرف اشارہ ہے جب مسلمانوں کے ایک قبیلے کے کچھ افراد جان بوجھ کر گناہگار کو بے گناہ اور بے گناہ کو گناہگار ثابت کرنا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو حقیقت حال کا علم عطا فرمایا اور فرمایا کہ گناہگار اپنا ہو یا پرایا گناہگار کو سزا ملنی چاہئے اور اس لیے اس کی حمایت نہیں کرنی چاہئے کہ وہ اپنا ہے اور بے گناہ کی حمایت کرنی چاہئے اگر کہ وہ غیر ہی کیوں نہ ہو۔

اللہ فرماتا ہے کہ جو کوئی گناہ کا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے، تو وہ اللہ کو غفور و رحیم پائے گا اور ہر شخص کی بداعمالیوں کا وبال اُسی پر آئے گا۔

آیت نمبر 115 میں فرمایا کہ عملی اقدامات کے بغیر صرف مشوروں اور میٹنگوں میں کوئی بھلائی نہیں۔ اور عملی اقدامات کرنے والوں کے لیے اجر عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور تمام مسلمانوں کے راستے کے خلاف چلے، تو ہم اُسے اُسی طرف پھیر دیں گے، جسے اُس نے خود اختیار کیا اور اُسے جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے''، اِس میں واضح طور پر وعید ہے کہ کسی شخص کا مسلمانوں کے اِجماعی راہ سے ہٹ کر اپنے لیے الگ راہِ عمل مُتعین کرنا جہنم کا راستہ اختیار کرنا ہے۔

آیت نمبر 116 میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شرک کے علاوہ تمام گناہوں کو معاف فرماتا ہے اور اللہ کے ساتھ شرک بہت بڑی گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے پیروکاروں کے لیے جہنم کی وعید سنائی ہے اور مومنینِ کاملین کے لیے جنت کی بشارت دی ہے اور فرمایا کہ ہر صاحبِ ایمان مرد اور عورت جنہوں نے حالتِ ایمان میں نیک کام کئے، وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

آیت نمبر 122، 123 میں بیان ہوا کہ نجات کا دارومدار آرزؤں اور جھوٹی امیدوں پر نہیں بلکہ عمل صالح پر ہے اور جو برا عمل کرے گا اس کا بدلہ پائے گا۔

آیت نمبر 125 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُس سے اچھا دین کس کا ہوگا، جو اپنے آپ کو اللہ کی بندگی کے سپرد کردے، اور وہ نیکوکار ہو اور ملّتِ ابراہیم کا پیروکار ہو۔ آیت نمبر 127 میں یتیم لڑکیوں کے میراث میں حصے، شادی کے معاملات، مہر وغیرہ حقوق کے بارے میں ذکر ہے اور فرمایا کہ اگر تم ان سے نکاح کرنے کے خواہش مند ہو تو ان کے حقوق ادا کرو اور کمزور یتیم بچوں کے حقوق کا بھی خیال رکھو۔

آیت نمبر 128 میں فرمایا کہ اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے نکاح برقرار رکھنے کے لیے اپنے حقوق کو ساقط کر کے صلح کرنا چاہے تو کوئی حرج نہیں، اور شوہر کو احسان کرنے اور اللہ سے ڈرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

آیت نمبر 129 میں فرمایا کہ تم پورا پورا انصاف نہیں کر سکتے لیکن یہ نہ ہو کہ ایک بیوی کی طرف مکمل جھک جاؤ اور دوسری کو بالکل نظر انداز کر کے لٹکا دو بلکہ حتی الوسع انصاف سے کام لیتے رہو اور اگر نباہ نہ ہو سکے اور جدائی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بہتر اسباب پیدا فرمانے والا ہے۔

آیت نمبر: 135 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے مومنو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ، خواہ (یہ گواہی) تمہاری ذات کے خلاف ہو یا تمہارے ماں باپ اور قرابت داروں کے خلاف ہو، (فریقِ معاملہ) خواہ امیر ہو یا غریب، اللہ اُن کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے، پس (گواہی دیتے وقت) تم خواہش کی پیروی کر کے عدل سے رُوگردانی نہ کرو، اور اگر تم نے گواہی میں ہیر پھیر کیا یا اِعراض کیا، تو اللہ تمہارے سب کاموں سے خوب باخبر ہے''۔

آیت نمبر 136 میں ایمان والوں کو دین پر ثابت قدم رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔ بعد والی آیت میں ہوا کا رخ دیکھ کر دین بدلنے والوں کے لیے بخشش اور ہدایت سے محرومی کا ذکر فرمایا۔

آیت نمبر 142 سے منافقین کی عادات بد کا ذکر ہے ۔ایک علامت یہ بتائی کہ نماز میں سستی کرتے ہیں،نماز کو ایک بوجھ سمجھتے ہیں اور صرف دکھاوے کے لیے نماز پڑھتے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں ۔ یہ لوگ ہمیشہ کُفر و ایمان کے درمیان مُتزلزل رہتے ہیں، اِسی لیے فرمایا کہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔

آیت نمبر 146 میں توبہ کرنے والوں اور دین پر مضبوطی سے جمے رہنے والوں کے لیے اجر عظیم کا ذکر فرمایا۔

آیت نمبر 147 میں فرمایا کہ اللہ کا عذاب تو ناشکروں اور بے ایمانوں کے لیے ہے اگر تم شکر گزار بنو اور ایمان لے آؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:٦

چھٹے پارے کے مضامین

اسلام کا ایک اہم اُصول یہ ہے کہ اسلام دوسروں کے عیوب کی پردہ پوشی کا حکم دیتا ہے اور برائی کی تشہیر کو پسند نہیں فرماتا ،مگر اس کے باوجود مظلوم کی دادرسی کے لیے ظالم کے خلاف آواز بلند کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

آیت نمبر:150 میں بتایا کہ جولوگ ایمان لانے میں اللہ اور اُس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں یا بعض رسولوں پر ایمان لائیں اور بعض کا انکار کریں یا ایمان اور کفر کے درمیان کوئی درمیانی راستہ تلاش کریں، یہ سب لوگ پکے کافر ہیں۔مومن صرف وہی ہیں جو اللہ پر ایمان لائیں اور بلاتفریق اُس کے سارے رسولوں پر بھی ایمان لائیں۔

آیت نمبر 153 تا 161 میں یہود کی بہت سی جہالتوں، سرکشیوں، ہٹ دھرمیوں اور فرمائشی مطالبات کا ذکر ہے۔

اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ ہم پر آسمان سے کتاب نازل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام سے اِس سے بھی بڑے مطالبات کر چکے ہیں، جو یہ ہیں:

(الف) اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہمیں کھلم کھلا دکھلاؤ، چنانچہ اُن کے ظلم کی پاداش میں اُنہیں آسمانی بجلی نے پکڑلیا۔

(ب) پھر واضح دلائل آنے کے باوجود اُنہوں نے بچھڑے کی پوجا کی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ کو قبول فرمایا۔

(ج) اُن کے سروں پر طور کو اُٹھا کر اُن سے دین پر قائم رہنے کا عہد لیا اور اُنہوں نے عہد کو توڑ دیا۔

(د) اِسی طرح اُن سے سجدہ ریز ہوتے ہوئے دروازے میں داخل ہونے اور ہفتے کے دن کی تقدیس کو پامال نہ کرنے کا عہد لیا گیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کی عہد شکنی اور کفر کی وجوہ کو بیان کیا کہ (۱) اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا، اِس سے انبیاء کرام کے معجزات مراد ہیں۔ (۲) انبیاء کرام کو ناحق قتل کیا۔ (۳) حضرت مریم پر بہتان باندھا۔ (۴) مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کے قتل کا دعویٰ کیا (۵) ہٹ دھرمی سے یہ کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''دراصل اُن کے کفر کی وجہ سے اُن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اُنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی اُنہیں سولی دی بلکہ اُن پر صورتِ حال مُشتبہ کر دی گئی۔

مُفسّرین نے لکھا ہے: ''کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری کی صورت اُن کے مشابہ بنا دی گئی اور اُسے سولی پر چڑھا کر وہ یہ سمجھے کہ اُنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کر دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اُن کو اپنی طرف (زندہ) اُٹھا لیا''۔

پھر فرمایا کہ قیامت سے پہلے اہلِ کتاب ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن اُن کی گواہی دیں گے۔ اللہ نے فرمایا: یہود کے ظلم کے سبب ہم نے اُن چیزوں کو اُن پر حرام قرار دے دیا، جو اُن کے لیے حلال کی گئی تھیں، اِس کی کچھ تفصیل سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے اور کچھ آگے آئے گی۔

یہود کی ایک سرکشی یہ تھی کہ ممانعت کے باوجود وہ سود لیتے تھے اور ناحق لوگوں کا مال کھاتے تھے۔ لیکن قرآن نے بتایا کہ جو اُن میں سے پُختہ علم والے تھے وہ قرآن پر اور اُس سے پہلی سماوی کتابوں پر ایمان لاتے تھے، اقامتِ صلوٰۃ اور ایتاءِ زکوٰۃ پر وہ کاربند تھے، اللہ اور قیامت کے دن پر اُن کا ایمان تھا اور ایسے ہی لوگوں کو اجرِ عظیم عطا کیا جائے گا۔

آیت نمبر: 163 میں بتایا کہ وحیٔ ربّانی اور نبوّت کا سارا سلسلہ آپس میں مربوط ہے۔ حضرت نوح اور اُن کے بعد کے انبیائے کرام علیہم السلام اور حضرت ابراہیم تا حضرت عیسیٰ مُتعدد انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: جس طرح ہم نے اِن انبیاء کرام پر باری

باری وحی نازل فرمائی اِسی طرح اے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر بھی وحی نازل کی ہے۔ مزید فرمایا کہ کچھ رسولوں کے نام اور حالات ہم نے آپ پر بیان کیے اور ایسے بھی رسول ہیں، جن کے واقعات قرآن میں بیان نہیں ہوئے، جن کے نام قرآن وحدیث میں بیان ہوئے، اُن پر تعیّن کے ساتھ ایمان لانا فرض ہے اور جن کے نام اور حالات بیان نہیں ہوئے، اُن پر اجمالی طور پر ایمان لانا فرض ہے یعنی جس کو بھی اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہم اُن پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نظامِ نبوت ورسالت کی حکمت یہ بتائی کہ تمام انسانوں پر دَعوتِ حق کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی حُجّت قائم ہوجائے اور قیامت کے دن کسی بھی انسان کے پاس کفروشرک، فِسق وفجور اور ضلالت پر قائم رہنے کے لیے کوئی عُذر نہ رہے، اِسی لیے انبیاء کا فریضہ رحمتِ الٰہی کی بشارت سنانا اور عذابِ الٰہی سے ڈرانا قرار پایا۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کے نازل ہونے کی گواہی دیتے ہیں اور اس طرح اُن کی نبوت کو ظاہر کرتے ہیں۔ کفر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی سیدھی راہ سے روکنے والے لوگ کھلی گمراہی میں ہیں اور ایسے کافروں اور ظالموں کی اللہ تعالیٰ نہ تو مغفرت فرماتا ہے اور نہ ہی اُنہیں دوزخ کے راستہ کے علاوہ کسی اور راستہ کی طرف گامزن فرماتا ہے۔ لوگ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی بات کو مان لیں تو یہ بہتر ہے وگرنہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے کفر کی کوئی پرواہ نہیں ہے، اس لیے وہ زمین وآسمان اور جو کچھ اُن میں ہے، اُس سب کا مالک ہے۔

نصاریٰ نے دین میں غُلو (Exaggeration) کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو "ابن اللہ" قرار دیا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دین میں حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ تعالیٰ کے بارے میں ناحق بات نہ کہو، مسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ تھے، اللہ کا کلمہ تھے، جسے اُس نے حضرت مریم کو اِلقا کیا اور اُس کی رُوح تھے۔ مزید فرمایا کہ: یہ نہ کہو کہ معبود تین ہیں (یعنی مُقدّس باپ، مُقدّس بیٹا اور رُوح القُدُس)، فرمایا: عقیدے کی بے اِعتدالی سے باز آجاؤ، اللہ کی ذات صرف ایک ہے، وہی مُستحقِ عبادت ہے وہ اولاد کی نسبت سے پاک ہے اور وہی آسمانوں

اورزمین کا مالک ہے۔مزید فرمایا:

''نہ تو مسیح علیہ السلام کو اور نہ ہی مقرّب فرشتوں کو اللہ کا بندہ ہونے میں کوئی عار ہے،یعنی اللہ کی بارگاہ میں ہر درجے کی مخلوق کے لیے شانِ بندگی ہی اِعزاز واِکرام ہے''۔

آیت نمبر:174 میں فرمایا: اے لوگو! تمہارے پاس اللہ کی طرف سے قوِی دلیل آ گئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف واضح نور نازل کیا ہے، برہان (قوی دلیل) سے مراد''سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کی ذاتِ گرامی ہے۔سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور واضح نور قرآن مجید سے مکمل وابستگی اختیار کرنے سے ہی رحمتِ الٰہیہ کا حصول اور صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہنے کا انحصار ہے۔سورۃ النساء کی آخری آیت میں وراثت کا ایک مسئلہ بیان ہوا کہ اگر کوئی شخص فوت ہوجائے اور اُس کے ماں باپ بھی بقیدِ حیات نہ ہوں اور کوئی اولاد بھی نہ ہو، اِسے شریعت کی اصطلاح میں ''کلالہ'' کہتے ہیں اور اُس کی ایک حقیقی یا باپ کی طرف سے بہن ہو، تو اُس بہن کو کل ترکے کا آدھا ملے گا اور اگر وہ بہن فوت ہوجائے اور وہ بھی لاوَلد ہو تو یہ شخص اُس کے پورے ترکے کا وارِث ہوگا۔اور اگر اُس کی دو(یا دو سے زائد) بہنیں ہوں، تو اُنہیں کل ترکے کا دوتہائی ملے گا اور اگر اُس شخص کے وُرَثاء میں حقیقی یا باپ کی طرف سے بہن بھائی ہوں تو اُن میں پورا ترکہ تقسیم ہوگا اور ہر بھائی کو ہر بہن سے دگنا حصہ ملے گا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ ضلالت وگمراہی سے بچانا چاہتا ہے، اِس لیے وہ ان مالی معاملات کو بھی وضاحت سے بیان کرتا ہے، اِس کے بعد سورۃ المائدہ ہے۔

سورۃ المائدہ

سورۃ المائدہ مدنی سورت ہے۔لیکن اسکی بعض آیتیں مکہ میں نازل ہوئیں ہیں ۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے پانچویں اورترتیب نزول کے اعتبار سے 113 ویں سورت ہے اس سورت کے دوآیتوں میں مائدہ (کھانے ،خوان) کا ذکر ہے۔اسلیے اس کوسورت المائدہ کہتے ہیں،اس سورت کو سورۃ العقود اور سورۃ المنقذہ بھی کہتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورۃ المائدہ اللہ کی ملکوت میں منقذہ کہلاتی ہے کیونکہ یہ سورت اپنے پڑھنے والےکوعذاب کےفرشتوں سےنجات دیتی ہے(تفسیر المنیر ج6ص60)

وعدے کو پورا کرنے کاحکم دے کرکر تربیت اخلاق سے اس سورت کا آغاز ہو رہا ہے۔انفرادی، اجتماعی بلکہ بین الاقوامی معاملات وتعلقات میں وعدےکو پورا کرنے کی اہمیت ہرذی شعور پرعیاں ہے۔

مزید فرمایا:مُستثنیات کے سِوا (جن کا بیان آگے آرہاہے) چار پاؤں والے جانور حلال کئے گئے ہیں،لیکن احرام کی حالت میں شِکار حلال نہیں ہے ۔مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اورحُرمت والے (چار) مہینوں کی بےحُرمتی نہ کرو،اِسی طرح کعبہ میں بھیجی ہوئی قربانیوں اورجن جانوروں کےگلوں میں (قربانی کی علامت کے) پٹّے پڑے ہوں،اُن کی بھی بےحُرمتی نہ کرواوریہ کہ احرام کھولنے کے بعد شکار کر سکتے ہو۔اِس کے بعد مسلمانوں کونیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے اور گناہ اورظلم کے کاموں میں مدد نہ کرنے کاحکم ہواہے۔یہ آیتِ مبارکہ جوامع الکلم میں سے ہے۔ہرخیروشَر ،بھلائی اور برائی کا اس آیتِ مبارکہ میں بڑے اختصار کے ساتھ تذکرہ کر کے قرآن مجید نے تمام کاموں کے لیےایک اصل اورضابطہ قرار دے دیاہے۔

آیت نمبر:3 میں مُحرماتِ قطعیہ کابیان ہے،جو یہ ہیں:

(۱) وہ حلال جانور جوطبعی موت مرگیاہواورذبح نہ کیاجاسکاہو،یعنی مُردار۔

(۲) ذِبح کے وقت بہنے والاخون۔

(۳) خنزیر کا گوشت۔

(۴) جس جانور پر ذِبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

(۵) وہ حلال جانور جو گلہ گھونٹنے سے مر جائے۔

(۶) وہ حلال جانور جو چوٹ لگنے سے مر جائے۔

(۷) وہ حلال جانور جو بلندی سے گر کر مر گیا ہو۔

(۸) وہ حلال جانور جسے دوسرے جانور نے سینگوں کی چوٹ سے مار دیا ہو۔

(۹) جسے درندوں نے کھایا ہو۔

(۱۰) وہ حلال جانور جو بتوں کے تھان پر ذِبح کیا گیا ہو۔

(۱۱) اور فال کے تیروں سے قسمت کا حال معلوم کرنا۔

یہی وہ آیتِ مبارکہ ہے جس میں مسلمانوں کے لیے ایک اِعزازی اعلان ہوا: ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو (بطور دین) پسند کر لیا ہے''۔ قرآن سے پہلے کی کسی اِلہامی کتاب میں تکمیلِ دین کا اعلان نہیں ہوا۔ اِسی آیت میں بتایا کہ حالتِ اضطرار میں بقائے جان کے لیے بقدرِ ضرورت حرام چیز کا کھانا جائز ہے۔ اِسی سورت میں شِکاری کتوں کے ذریعے شِکار کئے گئے حلال جانور کے حکم کو بیان کیا گیا ہے، جس کے تفصیلی مسائل تفسیر و حدیث اور فقہ کی کتابوں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

آیت نمبر:5 میں بتایا کہ مسلمانوں کا کھانا اہلِ کتاب کے لیے حلال ہے اور اہلِ کتاب کا کھانا مسلمانوں کے لیے حلال ہے، بشرطیکہ وہ کھانا اپنے اصل کے اعتبار سے حلال ہو اور اُس میں کسی حرام کی آمیزش نہ ہو۔ اِسی آیت میں یہ حکم بھی بیان ہوا کہ اہلِ کتاب کی آزاد، پاکدامن عورتوں سے مسلمان کا نکاح جائز ہے۔

آیت نمبر:6 میں وضو کے چار فرائض بیان ہوئے یعنی (۱) پورے چہرے کو دھونا (۲) کہنیوں سمیت ہاتھوں کا دھونا (۳) سر کا مسح (۴) ٹخنوں سمیت پاؤں کا دھونا۔ اِس کے

بعد مریض، مسافر، بے وضو اور جُنبی (جس پر غسل واجب ہو) کے لیے ضرورت کے وقت تیمم کی اجازت کا بیان ہے، جس کی تھوڑی سے تفصیل سورۃ النساء کی تفسیر میں بیان کی جا چکی ہے۔

آیت نمبر:8 میں بے لاگ انصاف کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ''کسی قوم کی عداوت کی وجہ سے تم بے انصافی پر آمادہ نہ ہو، تم عدل کرتے رہو اور یہی رَوِش خوفِ خدا کے زیادہ قریب ہے''۔

آیت نمبر 11 میں یہودیوں کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھاری پتھر لڑھکا کر شہید کرنے کی سازش کو ناکام کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرنے کی اللہ تعالیٰ کے احسان کا ذکر ہے۔

آیت نمبر:12 میں اللہ تعالیٰ کے بنی اسرائیل سے میثاق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''اور اللہ نے فرمایا بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نماز قائم کرتے رہے اور زکوٰۃ دیتے رہے اور تم میرے رسولوں پر ایمان لائے اور تم نے اُن کی تعظیم کے ساتھ مدد کی اور اللہ کو (اُس کے دیئے ہوئے مال سے) اچھا قرض دیا، تو میں ضرور بالضرور تم سے تمہارے گناہوں کو مٹا دوں گا اور میں تم کو ضرور اُن جنتوں میں داخل کروں گا، جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں''۔ اس کے بعد پھر بنی اسرائیل کی عہد شکنی، سنگدلی، کلام اللہ میں تحریف کرنے پر ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کا ذکر ہے۔

اور آگے چل کر فرمایا کہ میثاقِ الٰہی کے بڑے حصے کو بھلا دینے کی پاداش میں اُن کے درمیان قیامت تک کے لیے بغض وعداوت اور منافرت کو پیدا کر دیا۔ اہلِ کتاب کے جرائم تو بہت زیادہ ہیں لیکن یہاں اُن کے بہت کم جرائم کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ مقصود اُن کی اصلاح ہے نہ کہ اُن کے جرائم کی تشہیر۔ پھر ارشادِ باری تعالیٰ ہوا: ''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نورِ نبوّت اور روشن کتاب آئی۔ اللہ اِس کے ذریعے سلامتی کے راستوں پر اُن لوگوں کو چلاتا ہے، جو اُس کی رضا کی پیروی کرتے ہیں اور اپنے اِذن سے اُن کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور اُن کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے''۔

آیت نمبر: 17 میں اللہ تعالیٰ نے مسیح ابن مریم کو ''اِلٰہ'' قرار دینے والوں کو کافر کہا ہے اور فرمایا کہ (بفرضِ محال) اللہ مسیح ابن مریم اور اُن کی ماں کو ہلاک کرنا چاہے، تو ساری زمین والے مل کر بھی اُن کو بچا نہیں سکتے۔ پھر یہود و نصاریٰ کی اِس خوش فہمی اور زَعمِ باطل کا رَد فرمایا کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اُس کے محبوب ہیں، فرمایا کہ تم بھی منجملہ انسانوں میں سے ہو۔ اہلِ کتاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ انبیاء کی بعثت کے بعد ایک فترۃ (اِنقطاعِ (Gap) نبوّت و رسالت) کا دور آیا اور پھر ہم نے اپنے رسولِ عظیم کو مبعوث فرمایا تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر نہیں آیا، سو اب تمہارے پاس اللہ کی رحمت کی بشارت دینے والے اور اُس کے عذاب سے ڈرانے والے آخری رسول (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آچکے۔

آیت نمبر: 21 تا 26 میں اِس بات کا ذکر ہے کہ بنی اسرائیل کو مُقدّس سرزمین میں داخل ہونے کا حکم دیا، اُنہوں نے کہا: اے موسیٰ! اِس سرزمین میں تو بڑی بڑی جسامت والے لوگ ہیں، جب تک اُن کو نکال نہ دیا جائے، ہم داخل نہیں ہوں گے، لہٰذا ''آپ اور آپ کا رب جائیں اور دونوں (اُن سے) جنگ کریں، بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے''۔ موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم سے مایوس ہوگئے تو اللہ کی بارگاہ میں عرض کی کہ اے پروردگار! میرا بس تو صرف اپنے آپ پر اور اپنے بھائی (ہارون) پر چل سکتا ہے، پس میرے اور میری نافرمان قوم کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے۔ بنی اسرائیل کی اِن نافرمانیوں کی پاداش میں چالیس سال تک اُن پر مُقدّس سرزمین کو حرام کر دیا گیا اور وہ زمین میں یونہی بھٹکتے رہے۔

آیت نمبر: 27 تا 31 میں آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا واقعہ بیان ہوا کہ دونوں نے اللہ کی بارگاہ میں قربانی پیش کی، ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی رَد ہوگئی۔ اُس زمانے کی شریعتوں میں قربانی کی قبولیت کی علامت یہ تھی کہ آسمان سے آگ آتی اور اُسے جلا ڈالتی۔ قابیل، جس کی قربانی رَد ہوگئی، اُس نے غصے میں اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا، اِس قربانی کا پس منظر کُتبِ تفسیر میں مذکور ہے۔ پھر قابیل کو یہ سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ اپنے بھائی کی لاش کے ساتھ کیا کرے، پھر اللہ تعالیٰ نے کوا بھیج کر اُسے لاش کو زمین میں دفن کرنا سکھایا۔

اِس پس منظر کو بیان کرنے کے بعد اللہ عزّوجلّ نے ارشاد فرمایا: ''اِسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس شخص نے جان کے بدلے کے بغیر (یعنی حقِ قصاص کے بغیر) یا زمین میں فساد پھیلانے کے (جرم کے) بغیر کسی انسانی جان کو قتل کیا، تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے (کسی بے قصور) شخص کی جان کو بچالیا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو بچالیا''۔ اِس سے معلوم ہوا کہ انسانی جان کی حُرمت انسانیت کا اجتماعی حق ہے اور ایک بے قصور انسان کو قتل کرنا پوری انسانیت کے تحفظِ جان کے حق کو پامال کرنا۔

اِس کے بعد انسانیت کے سب سے بڑے جرم، جسے آج کل دہشت گردی کہا جاتا ہے، کی حد کو اللہ تعالیٰ نے اسے اللہ اور رسول کے خلاف جنگ قرر دے کر اِن کلمات میں بیان فرمایا: ''اور جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور دہشت گردی کرتے ہیں، اُن کی یہی سزا ہے کہ اُن کو چُن چُن کر قتل کیا جائے یا اُن کو سولی دی جائے یا اُن کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا اُن کو زمین سے نکال دیا جائے (یعنی قید کر دیا جائے)، یہ اُن کے لیے دنیا میں رُسوائی ہے اور آخرت میں اُن کے لیے بڑا عذاب ہے''۔

آیت نمبر:35 میں اہلِ ایمان کو تقویٰ اختیار کرنے اور اللہ کی بارگاہ میں (نجات کا) وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دیا۔ آیت نمبر:36 میں فرمایا کہ کوئی شخص ساری روئے زمین کا مالک ہو جائے اور اتنی ہی دولت اُسے اور مل جائے، اور وہ یہ سب کچھ اپنی جان کے فدیے کے طور پر دے دے، تو پھر بھی قیامت کے دن کافر کی نجات ممکن نہیں ہے۔

آیت نمبر:38 میں چوری کرنے والے مرد اور عورت کے لیے ہاتھ کاٹنے کی سزا کا حکم ہے، یہ اُن کے کئے کی سزا ہے اور اللہ کی طرف سے دوسرے لوگوں کے لیے درسِ عبرت ہے۔ اِس کے بعد اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کے لیے آمادہ ہو جائیں تو اللہ اُنہیں معاف فرمانے والا ہے۔

آیت نمبر:40 میں زمینوں اور آسمانوں کی بادشاہی اور عذاب دینے اور معاف کرنے

کی قدرت رب العالمین کا خاصہ بیان فرمائی ہے۔آیت نمبر:42-41 میں ایک بار پھر یہود کے نفاق کو بیان کیا:

(۱) زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور دلوں میں نفاق ہے۔

(۲) بہت زیادہ جھوٹی باتیں سننے والے ہیں۔

(۳) جو لوگ آپ سے دور رہتے ہیں، اُن کی باتیں بڑی توجہ سے سنتے ہیں۔

(۴) اللہ کے کلام میں تحریف کرتے ہیں۔

(۵) وہ آپ کے پاس اپنے مقدمات اِس نیت سے لے کر آتے کہ اُن کا پسندیدہ فیصلہ کیا جائے ،تو قبول ہے ورنہ وہ آپ کے فیصلے کو نہیں مانتے۔

(۶) بہت زیادہ حرام کھانے والے ہیں۔

(۷) تورات میں زنا کی سزا رجم ہے ،مگر اُن کے علماء اِس حکم کو چھپاتے تھے ،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِسے ظاہر فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا کہ اگر وہ آپ کے پاس کوئی مقدمہ لے کر آئیں تو آپ کو اختیار ہے کہ آپ فیصلہ کریں یا نہ کریں ،لیکن اگر آپ کو فیصلہ کرنا ہو تو وہی فیصلہ کریں ، جو انصاف پر مبنی ہو۔اِس کے بعد آیت نمبر:47-45-44 میں بالترتیب فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے اَحکام کے موافق فیصلہ نہ کریں ، وہ کافر ہیں، ظالم ہیں اور فاسق ہیں، یعنی جو اتنا سرکش ہو کہ اللہ کے حکم کو سِرے سے تسلیم ہی نہ کرتا ہو، تو وہ کافر ہے۔اور جو اپنی ہٹ دھرمی یا بے عملی کی وجہ سے نافذ نہ کرے، تو وہ ظالم اور فاسق ہے۔

آیت نمبر 44 میں فرمایا کہ ہم نے توراۃ کو نازل فرمایا اس میں ہدایت اور نور ہے، اسی کے مطابق انبیاء جو ہمارے فرماں بردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے تھے اور اللہ والے اور علماء اس لیے کہ اللہ کے کتاب کے محافظ ٹھہرائے گئے تھے یعنی تورات کی حفاظت کی ذمہ داری علماء یہود کی تھی اس وجہ سے اس میں تحریف ہوئی جبکہ قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے اس لیے تحریف سے محفوظ ہے جو کہ قرآن کا اعجاز ہے۔

آیت نمبر:45 میں قانونِ قصاص کو بیان کیا کہ جان کا بدلہ جان، آنکھ کا بدلہ آنکھ، ناک کا بدلہ ناک، کان کا بدلہ کان، دانت کا بدلہ دانت اور اِسی طرح زخموں کا بھی قصاص ہے اور جو خوشدلی سے قصاص دے دے (اور اپنے جرم پر صدقِ دل سے توبہ بھی کرے) تو یہ اُس کے گناہ کا کفارہ ہے۔

آیت نمبر 46 میں فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی سلسلہ نبوت جاری رہا اور ان کے نقش قدم پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے، انہوں نے توراۃ کی تصدیق کی اور ان کو انجیل دی گئی جو تورات کی طرح سراپا ہدایت ونور تھی۔ تورات اور انجیل کے بعد قرآن اور اس کی خصوصیات کا ذکر فرمایا کہ قرآن کا نزول حق کے ساتھ ہوا ہے اور یہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور یہ کہ قرآن ان کتب پر مہیمن یعنی محافظ، نگران اور نگہبان ہے۔

آیت نمبر:48، 49 میں بتایا کہ اللہ نے ہر اُمّت کے لیے ایک شریعت اور واضح راہِ عمل مُقرر کی ہے۔ اگر اللہ کی مشیّت ہوتی تو سب کو ایک اُمّتِ اِجابت بنا دیتا، لیکن اُس نے اپنے بندوں کو اختیار دیا ہے کہ وہ حق یا باطل جس راہِ عمل کو چاہیں اختیار کریں اور اِسی میں نیک و بد کی آزمائش ہے سو نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ باطل پرستوں کی خواہش کا بیان ہوا کہ وہ تو صرف جاہلیت و اندھیر نگری چاہتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نظام و حکم انتہائی بہتر و عمدہ ہے۔

آیت:51 میں بتایا کہ یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ، مسلمانوں کے مقابلے میں وہ ایک دوسرے کے حامی اور دوست ہیں، لہٰذا جو اُن کی دوستی اختیار کرے گا، وہ اُنہی میں سے ہوگا۔ اور منافقین جو گردش میں آنے سے ڈرتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح سے نوازے گا تو یہ لوگ اپنے طرزِ عمل پر نادم ہوں گے۔ آیت:54 میں بتایا کہ اللہ کا دین کسی کا محتاج نہیں ہے، اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ایسی قوم پیدا فرما دے گا، جس سے وہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گی، وہ مسلمانوں کے لیے نرم دل ہوں گے اور کافروں پر سخت ہوں گے۔

آیت نمبر 56 میں فرمایا اور جو اللہ اور رسول اور ایمان والوں کو دوست بنائے تو بے شک اللہ کی جماعت ہی غالب ہے۔

آیت :57 میں بتایا کہ اہلِ کتاب میں سے دین کو مذاق بنانے والوں اور کافروں کو دوست نہ بنانا۔آیت نمبر :60 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بدترین سزا اُن لوگوں کی ہے، جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی، اُن پر غَضب فرمایا، اُنہوں نے شیطان کی عبادت کی اور اُن میں سے بعض کی صورتوں کو مَسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا۔

آیت نمبر 62، 61 میں منافقین یہود کی بے ایمانی جھوٹ، گناہ، زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں تیزی سے بڑھنے کا ذکر ہے۔

آیت نمبر 63 میں یہود کی ان بد اعمالیوں پر علما و مشائخ یہود کے خاموش رہنے اور فرائض منصبی سے غفلت برتنے کی مذمت فرمائی ہے۔

آیت نمبر 64 میں یہودیوں کے اس گستاخانہ جسارت کا ذکر فرمایا کہ خدا کے لیے فقیر اور بخیل جیسے الفاظ استعمال کئے۔اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ ان بدبختوں کے ہاتھ جکڑے ہوئے ہیں اور اس گستاخانہ قول کے سبب ان پر لعنت ہو بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں، جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

آیت نمبر 66 میں فرمایا کہ اہل کتاب اگر تورات اور انجیل کے احکامات پر عمل کرتے تو ان کو فراخ رزق دیا جاتا اور فرمایا کہ ایک اعتدال پسند جماعت کے علاوہ اہل کتاب مجموعی طور پر برائیوں میں مبتلا ہے۔

آیت نمبر :67 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے رسول ! آپ کے رب کی جانب سے جو کلام آپ پر نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں کو پہنچا دیجئے، اور اگر (بالفرض) آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ فرمائے گا۔

آیت نمبر 68 میں اہل کتاب سے فرمایا کہ جب تک تورات، انجیل اور قرآن کے احکامات پر عمل نہیں کرو گے ہدایت کو نہیں پا سکتے۔

آیت نمبر 69 میں فرمایا ایمان کے مدعی ، یہودی ، صابئین اور نصاریٰ ، (ان میں سے) جو بھی اللہ اور قیامت کے دن پر (حقیقی معنی میں) ایمان لائے اور نیکی پر کار بند رہے، تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ اللہ پر صحیح معنی میں ایمان لائیں گے تو اللہ کے تمام احکام کو قبول کریں گے ، قرآن اور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ان کا ایمان ہوگا ، اب وہ یہودی ، نصرانی اور صابی نہیں رہیں گے ، بلکہ مومن ہو جائیں گے۔

آیت نمبر 70،71 میں بنی اسرائیل کے انبیاء کو جھٹلانے اور قتل کرنے کا بیان ہے اور اس کا سبب ان کی یہ خوش فہمی ہے کہ ان کو عذاب نہیں دیا جائیگا۔

آیت نمبر :73 سے 80 تک نصاریٰ کے عقیدے کی خرابیوں کو بیان کیا کہ وہ الوہیت عیسیٰ اور تثلیث (Trinity) کے عقیدے کے قائل ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے اور مسیح بن مریم نے بھی بنی اسرائیل سے یہی فرمایا تھا۔ مسیح ابن مریم اسی طرح ایک رسول ہیں ، جس طرح ان سے پہلے رسول گزر چکے اور ان کی ماں صدیقہ ہیں ، وہ (عام انسانوں کی طرح) کھانا کھاتے تھے جو کہ احتیاج ہے اور جو محتاج ہو ، تو وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں ۔ نافرمانیوں ، بے اعتدالیوں ، حد سے تجاوز اور نیکی کا حکم نہ دینے اور برائی سے نہ روکنے کی وجہ سے یہود پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے لعنت کی گئی ۔ یہود کی بے اعتدالیوں کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ مسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ عداوت یہود اور مشرکین کو ہے اور نصاریٰ میں عالم اور راہب ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے ، اس لیے ان میں مسلمانوں کے دوست ہیں ۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ: ۷

ساتویں پارے کے مضامین

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نجاشی کے پاس پہنچے اور انہوں نے قرآن کریم پڑھا اور ان کے علماء اور راہبوں نے قرآن مجید سنا، تو حق کو پہچاننے کی وجہ سے ان کے آنسو بہنے لگے، اس کیفیت کو ساتویں پارے کی ابتدائی آیات میں بیان کیا گیا: ''اور جب وہ اس (قرآن کو سنتے ہیں)، جو رسول کی طرف نازل کیا گیا، تو حق کو پہچاننے کی وجہ سے آپ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کو بہتا ہوا دیکھتے ہیں، وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے، تو ہمیں (حق کی) گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے''۔ اس کے بعد ان کے لیے اجرِ آخرت اور دخولِ جنت کی نعمتوں کا ذکر ہے۔

آیت نمبر 87 میں مومنوں سے فرمایا: حلال حرام کا اختیار صرف اللہ اور اس کے رسول کے پاس ہے اس لیے اپنی طرف سے اللہ کے حلال کردہ چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ اور اللہ کے حلال اور پاکیزہ رزق میں سے کھاؤ۔

آیت نمبر: 89 میں یمینِ منعقدہ کا حکم بیان کیا گیا ہے، یمینِ منعقدہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے، اگر وہ اس قسم پر قائم رہتا ہے، تو فقہی اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ وہ قسم میں بری ہے اور اگر وہ قسم کو توڑ دیتا ہے، یعنی جو کہا ہے اس کے برعکس کرتا ہے، تو فقہی اعتبار سے اسے ''حانث'' ہونا کہتے ہیں۔ اس آیت میں اسی کا کفارہ بیان ہوا ہے، جو یہ ہے: دس مسکینوں کو اپنے اوسط معیار کے مطابق دو وقت کا کھانا کھلانا یا ان کو لباس دینا یا غلام آزاد کرنا ہے (آج کل غلامی کا رواج نہیں ہے)۔ اور اگر کوئی ان چیزوں پر قادر نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو تا کہ کفارے کی نوبت نہ آئے۔ حدیثِ پاک میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے کسی ایسی بات کی قسم کھائی ہے جس پر قائم رہنا شریعت کی رو سے منع ہو (جیسے ماں

باپ یا بہن بھائیوں سے قطع تعلق کرنا)، تو اسے توڑ دے اور کفارہ ادا کرے۔

آیت نمبر: 90 اور 91 میں فرمایا: ''اے مومنو! شراب، جوا، بتوں کے پاس (قربانی کے لیے) نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک شیطانی کاموں سے ہیں، سو تم ان سے اجتناب کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو بس یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کرے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو؟''۔ ان دو آیات میں شراب کو محرمات قطعیہ کے ساتھ ذکر کر کے نو وجوہ سے اس کی حرمت کی تاکید فرمائی گئی ہے، اب شراب کے حرامِ قطعی ہونے میں کسی شک وشبہے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

آیت نمبر: 95 تا 99 میں حالتِ احرام میں شکار کی ممانعت کا حکم بیان ہوا۔ اور جو کوئی اس جنایت کا ارتکاب کرے تو اسے فدیے کے طور پر اس جیسے جانور کی قربانی دینا ہوگی، جسے حدودِ حرم میں لے جا کر قربان کیا جائے گا اور دو منصف شکار کی جزا کا تعین کریں گے اور پھر مُحرِم کو اختیار ہوگا کہ اتنی مالیت کے برابر مساکین کو کھانا کھلائے یا وہ رقم جتنے روزوں کے فدیے کے برابر ہو، اتنے روزے رکھے۔ تفصیلی مسائل کتبِ فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ مزید فرمایا کہ حالتِ احرام میں خشکی کے جانور کا شکار حرام ہے، جبکہ بحری شکار حلال ہے۔

آیت نمبر: 100 تا 103 میں رسول اللہ ﷺ سے غیر ضروری سوالات کرنے سے منع فرمایا گیا کہ اگر بہت سی باتیں تم پر ظاہر ہو جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں۔ زمانۂ جاہلیت میں مشرکوں نے بعض حلال جانوروں کو بتوں کے نام پر وقف کر کے ان کا دودھ دوہنا، ان پر سامان لادنا اور ان کا گوشت کھانا ممنوع قرار دے رکھا تھا، ان میں سے چند یہ ہیں: بَحِیرہ، سَائِبَہ، وَصِیلَہ اور حَام۔ ان کی تعریفات میں مختلف اقوال ہیں، جو کتبِ حدیث وفقہ میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کافر اللہ پر بہتان تراشتے ہیں''، یعنی حرام وحلال قرار دینا یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کا اختیار ہے، بندے کا یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی حلال کو حرام قرار دے دے۔

آیت نمبر:104 میں بتایا گیا کہ جب اہلِ کتاب اور دین سے انحراف کرنے والوں کو دعوت دی جاتی ہے کہ اللہ کے نازل کردہ دین اور رسول کی طرف اتباع کے لیے چلے آؤ، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم جس روش پر ہیں، اسی پر ہم نے اپنے آباواجداد کو پایا ہے اور ہم اپنے آباواجداد کے شِعار کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں، خواہ ان کے آباواجداد جاہل ہوں اور راہِ ہدایت سے بھٹکے ہوئے ہوں۔ ہر دور کے مُلحدین جب دلائل حق سے لاجواب ہوجاتے، تو ہٹ دھرمی کے طور پر ان کا آخری جواب یہی ہوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اِس رویے سے تکلیف پہنچتی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی تسلی کے لیے فرمایا کہ جب تک تم خود ہدایت پر ہو کسی کی گمراہی تمہارے لیے نقصان دِہ نہیں ہے۔

آیت نمبر:106 میں فرمایا کہ جب وصیت کرنی ہو تو دو عادل گواہ مقرر کرنے چاہئے تاکہ بعد میں تنازعہ پیدا نہ ہو اور یہ بھی حکم دیا کہ حق کی گواہی کو چھپانا نہیں چاہیے۔ ابتدائے اسلام میں وصیت کو فرض قرار دیا گیا تھا، لیکن احکام وراثت نازل ہونے کے بعد صرف اس کی اباحت اور خیر کے کاموں کے لیے استحباب باقی ہے۔

آیت نمبر:110 تا 111 میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی نعمتوں کی یاددہانی کرائی:

(۱) میں نے روح القدس سے تمہاری مدد کی۔

(۲) (میری دی ہوئی طاقت سے) تم گہوارے میں بھی لوگوں سے کلام کرتے تھے اور پختہ عمر میں بھی کروگے۔

(۳) میں نے تمہیں کتاب وحکمت، تورات اور انجیل کی تعلیم دی۔

(۴) پھر عیسیٰ علیہ السلام کو جو معجزات عطا کیے گئے ان کا ذکر فرمایا، یعنی اذنِ الٰہی سے مٹی سے پرندہ بنا کر اس میں جان ڈالنا، مادر زاد اندھے اور برص کے مریض شفایاب کرنا، مردے کو زندہ کرنا، بنی اسرائیل کی ایذارسانی سے بچانا وغیرہ۔

آیت نمبر:112 میں اس بات کا ذکر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان سے استدعا

کی کہ اللہ آسمان سے ہمارے لیے تیار خوانِ نعمت نازل کرے، اس سے ہم کھائیں اور قلبی اطمینان پائیں، تو عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ: ''اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے خوانِ نعمت نازل فرما، جو ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید ہو اور تیری قدرت کی نشانی اور ہمیں رزق عطا فرما، بے شک تو بہترین رزق عطا کرنے والا ہے''۔ اللہ عزّوجلّ نے فرمایا: ''میں یہ نعمت نازل تو کردوں گا، مگر پھر جو شخص (مطلوبہ نشانی دیکھنے کے بعد) کفر کرے گا تو اسے ایسا عذاب دوں گا، جو جہان والوں میں سے کسی کو بھی نہ دوں گا''۔ اس سے معلوم ہوا کہ نعمتِ الٰہی کے نزول کے دن کو عید کہا جاسکتا ہے اور اسی لیے مسلمان میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک دن کو ''عید'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس کے بعد کی آیات میں نصاریٰ پر حجت قائم کرنے کے لیے فرمایا: ''اے عیسیٰ! کیا آپ نے لوگوں کو یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا بنالو''۔ ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے براءت کا اظہار کیا اور کہا: ''میں نے ان لوگوں سے وہی کہا تھا، جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ (صرف) اللہ کی عبادت کرو، جو میرا اور تمہارا رب ہے''، اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرے بندے ہیں اور تو ان کو بخش دے تو تو غالب حکمت والا ہے، یعنی اب ان کا معاملہ تیرے سپرد ہے۔

آیت نمبر ۱۱۹ میں فرمایا: آج کے دن سچوں کو ان کی سچائی نفع دے گی اور پھر جنت اور اس کی نعمتوں کا بیان ہے۔

سورۃ الانعام

سورۃ الانعام مکی سورت ہے۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے چھٹی جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 55 ویں سورت ہے۔ سورۃ الانعام نبی کریم ﷺ پر یکبارگی نازل ہوئی۔ اس سورت میں توحید ورسالت کے بنیادی مسائل اور دلائل بیان فرمائے ہیں اور حیات بعد الموت، حشر نشر اور جزا وسزا کا بیان فرمایا ہے۔ اصل دین ابراہیم کی وضاحت، انسان کے اندرونی بیرونی شہادتوں اور عقل وفطرت کے تقاضوں سے استدلال کیا ہے، مشرکین کے فرمائشی معجزات ظاہر نہ کرنے کی وجوہ بیان فرمائی ہیں تقدیر کا بیان کیا ہے اور بعض مشرکانہ رسوم اور مشرکین کی جہالت کا رد فرمایا ہے۔ تمدنی اور معاشرتی زندگی کے مسلمہ اخلاق وآداب کا بیان فرمایا ہے۔

اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بیان ہے کہ اس نے آسمانوں، زمین، ظلمت اور نور کو پیدا کیا، اسی نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا، پھر اس کے لیے ایک مدتِ حیات اور قیامت کا وقت مقرر فرمایا، لیکن کافر پھر بھی اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اور اس کی قدرت کے بارے میں شک میں مبتلا ہوتے ہیں، حالانکہ وہ ظاہر وباطن اور انسان کے ہر عمل کو جانتا ہے۔

منکروں کا ایک شِعار یہ ہے کہ اللہ کی قدرت کی نشانیاں آنے کے باوجود ان میں غور نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم سے پہلے بھی کئی قوموں کو ہم نے زمین میں اقتدار عطا کیا، ان پر موسلا دھار بارشیں برسائیں، ان کے لیے باغات کے نیچے نہریں جاری کیں اور پھر ان کے گناہوں کی پاداش میں انہیں ہلاک کر دیا۔

آیت نمبر: 07 میں فرمایا: کافروں کا حال تو یہ ہے کہ اگر لکھی ہوئی کتاب ان کے پاس اتار دی جائے، جسے وہ اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ لیں، تو پھر بھی ایمان نہ لائیں بلکہ اسے

جادو قرار دیں۔ اسی طرح اگر ان کے پاس فرشتہ اتر کر آ جائے، تو ملکوتی شکل میں تو وہ دیکھ نہ پائیں اور اگر بشری لباس میں آئے، تو پھر وہ کہیں گے کہ یہ تو ہم جیسا بشر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر دور کے کفار اپنے اپنے نبیوں کا مذاق اڑاتے رہے ہیں، آپ زمین پر چل پھر کر دیکھ لیں، گزشتہ امتوں کے تباہ شدہ آثار، ان کے انجام کا پتا دیں گے۔

آیت نمبر: 14 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا: آپ کافروں اور مشرکوں کو بتائیں کہ کیا میں زمین و آسمان کے خالق اور سب کے روزی رساں کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا کارساز مان لوں؟۔ آپ کہہ دیں کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہوں۔ اللہ جس کو ضرر پہنچائے، اس کے سوا کوئی نجات دینے والا نہیں اور اگر وہ کسی کو خیر سے نوازے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا، وہ ہر خیر کا مالک ہے۔ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں ہر مخاطَب کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤں اور اس کی توحید کی دعوت دوں اور شرک سے براءت کا اعلان کروں۔

آیت نمبر 20 میں اہل کتاب کی اس غلط بیانی کا رد فرمایا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بارے میں نہیں جانتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ آپ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں کہ آپ کی نبوت برحق ہے۔

آیت نمبر: 22 میں فرمایا کہ قیامت کے دن ہم سب مشرکوں کو جمع کریں گے اور پوچھیں گے کہ تمہارے باطل معبود اب کہاں ہیں، تو وہ اپنے ماضی کو جھٹلائیں گے۔

آیت نمبر: 25 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ منکرین آپ کی بات کو توجہ سے سنتے ہیں، لیکن ان کی بداعمالیوں کے سبب ان کے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور ان کے کانوں میں بندش ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سنتے تو ہیں، لیکن یہ سننا ان کے لیے نفع بخش نہیں ہوتا اور وہ ہٹ دھرمی سے حق کو رد کر جاتے ہیں۔ آخرت میں وہ تمنا کریں گے کہ کاش ہمیں واپس دنیا میں بھیج دیا جائے اور ہم ایمان لانے والوں میں سے ہو جائیں، لیکن اس دنیا میں رہتے ہوئے وہ حیات بعد الموت کے منکر ہیں۔

آیت نمبر 27 میں قیامت کے دن کفار کے پچھتاوے اور دنیا میں واپس جا کر آیات الٰہی کے نہ جھٹلانے کے وعدے کا بیان ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم ان کو لوٹا بھی دیں تو تب بھی یہ وہی کام کریں گے جن سے ان کو منع کیا گیا تھا۔ اور یہ اخروی زندگی کے منکر ہیں جب اللہ تعالیٰ اپنے سامنے کھڑا کر کے ان سے اخروی زندگی کے متعلق پوچھے گا، تو یہ لوگ حقانیت کا اقرار کریں گے لیکن اس وقت اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

آیت نمبر: 31 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے اللہ کے حضور پیش ہونے کی حقیقت کو جھٹلایا، وہ اپنی بداعمالیوں کا بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں اور جب اچانک قیامت آپہنچے گی تو کہیں گے ہائے افسوس! ہم نے بہت کوتاہی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ غمگین نہ ہوں، یہ آپ کو نہیں جھٹلا رہے بلکہ درحقیقت آیاتِ الٰہی کا انکار کر رہے ہیں اور آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا اور انہوں نے صبر کیا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو جبراً ہدایت پر جمع فرما دیتا، لیکن بندے کو اختیار دے کر آزمانا اور جزا و سزا کا نظام قائم کرنا، اس کی حکمت کا تقاضا تھا۔

آیت نمبر 36 میں فرمایا کہ حق وہی قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور ان لوگوں کے دل مردہ ہیں۔ اس کے بعد کفار کے باطل فرمائشوں کا ذکر ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرنے پر قادر ہے لیکن یہ اس کے حکمت کے خلاف ہے۔

آیت نمبر: 38 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین پر چلنے والے حیوان اور فضاؤں میں اڑنے والے پرندے تمہاری طرح مخلوق ہیں، جب قیامت آجائے گی اور اللہ کا عذاب نگاہوں کے سامنے ہوگا تو پھر یہ مشرک بھی ایک ہی رب کو پکاریں گے۔

آیت نمبر 44 میں قوموں کی تربیت اور گمراہی سے ہدایت پر گامزن کرنے کے طریقے اور لوگوں کے ہدایت کو بھول جانے اور بطور آزمائش ان کے رزق میں فراوانی اور ان کے ان نعمتوں پر اترانے اور اچانک پکڑ کا ذکر ہے۔

آیت نمبر: 46 تا 50 میں فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سننے اور دیکھنے اور سمجھنے کی

صلاحیتوں کو سَلب فرما لے، تو کون ہے جو تمہیں نعمتیں عطا کرسکتا ہے۔ مشرک رسول اللہ ﷺ سے طرح طرح کے فرمائشی مطالبات کرتے تھے، تو اللہ نے فرمایا: آپ کہہ دیں میں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں از خود غیب جانتا ہوں اور نہ میں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو فقط اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں، جس کی مجھے وحی کی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اگرچہ اللہ کے بتانے پر غیب کی باتیں جانتے تھے، مگر عالم الغیب علی الاطلاق اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، نبی کے سارے امور اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہیں۔

مشرکوں کے سرداروں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اگر آپ ہمارے لیے کوئی ایسا وقت مخصوص کریں جس میں فقراء صحابۂ کرام (صہیب، عمار، مقداد، بلال، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم) آپ کے پاس نہ ہوں، تو شاید ہم آپ کی بات پر غور کرلیں، رسول اللہ ﷺ دعوتِ حق کے لیے نہایت خواہشمند رہتے تھے، اس لیے آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ان کی اس خواہش کو بھی پورا کرلیا جائے۔

آیت نمبر 51 میں دوبارہ جی اٹھنے پر یقین رکھنے والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے کا حکم ہے۔

آیت نمبر:52 تا آیت نمبر 54 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:'' جو اہلِ ایمان صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے ہیں اور اس کی رضا کے طلب گار رہتے ہیں، آپ انہیں اپنے آپ سے دور نہ کریں''۔

کفار نے جب اپنے تمول کو معیارِ حق بنایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا اور مساکین مسلمانوں کے بارے میں فرمایا کہ جب وہ آپ کے پاس آئے تو آپ کہیں تم پر سلامتی ہو تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے کہ تم میں سے جس کسی نے ناواقفیت کی بنا پر کوئی برا کام کیا پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور اصلاح کرلی تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

آیت نمبر:59 میں فرمایا: ''اور غیب کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں ، اُس کے سوا (ازخود) ان کو کوئی نہیں جانتا، وہ ہراُس چیز کو جانتا ہے، جو خشکی اور سمندر میں ہے، وہ درخت سے گرنے والے ہر پتے کو جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں ہر دانہ کو جانتا ہے اور تر اور خشک ہر چیز لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

آیت نمبر 60 میں نیند اور بیداری کے تسلسل کے جاری رہنے میعاد مقرر پر مرنے اور اللہ کی طرف لوٹنے کا بیان ہے۔

آیت نمبر:61 میں فرمایا: اللہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ اُن پر نگرانی کرنے والے فرشتے بھیجتا ہے اور جب کسی کی موت کا وقت آجائے ،تو وہ فرشتے کسی کوتاہی کے بغیر اُس کی رُوح کو قبض کر لیتے ہیں۔

آیت نمبر:63 میں فرمایا کہ بَرّ و بحر کی ظلمتوں میں کون تمہیں نجات دیتا ہے، جس کو تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو کہ اگر وہ ہمیں اِس مصیبت سے بچالے تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہوجائیں گے ، اے رسول! کہہ دیجیے: اللہ ہی تم کو اِس مصیبت اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے، پھر بھی تم اُس کے ساتھ شرک کرتے ہو۔

آیت نمبر:65 میں فرمایا: اللہ اِس پر قادر ہے کہ تمہارے اوپر سے اور تمہارے پاؤں کے نیچے سے تم پر عذاب بھیجے اور تمہیں ایک دوسرے سے بھڑادے اور تمہیں ایک دوسرے سے لڑائی کا مزا چکھادے۔

مُفسرین نے فرمایا: اوپر کے عذاب کی ایک صورت تباہ کُن آندھیاں اور طوفانی بارشیں ہیں اور نیچے کے عذاب کی ایک صورت سیلاب، زلزلے اور قحط سالی ہے اور اوپر کے عذاب کی ایک صورت ظالم حکمرانوں کا مُسلط ہونا اور ماتحتوں کا نافرمان ہوجانا ہے اور اُمّت کے مختلف گروہوں کا ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہونا بھی ایک صورتِ عذاب ہے اور اِن صورتوں کے مظاہر ہم وقتاً فوقتاً دیکھتے رہتے ہیں۔

آیت نمبر 68 میں گمراہ کن عقائد کے حامل لوگوں کی صحبت بد سے بچنے کے متعلق فرمایا

کہ جولوگ ہماری آیات میں بیہودہ بحثیں کرتے ہیں ان سے منہ پھیر لیں اور اگر بھولے سے بیٹھ بھی گئے ہو تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ مت بیٹھنا۔

آیت نمبر 70 میں عشرت میں بدمست اور دین کو کھیل اور دل لگی کا سامان بنانے والوں کو اپنے حال پر چھوڑنے اور ان کو تسلسل کے ساتھ نصیحت کرنے کا بیان ہے۔

آیت نمبر: 71 میں مُشرکوں کے رَد میں فرمایا کہ اے رسول کہہ دیجئے: کیا ہم اللہ معبود ِ برحق کو چھوڑ کر اُن باطل معبودوں کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان، تو کیا ہم اللہ کی طرف سے ہدایت پانے کے بعد اُلٹے پاؤں کفر کی طرف پلٹ جائیں، عقلِ سلیم اِسے کبھی تسلیم نہیں کرسکتی۔

آیت نمبر: 73 میں فرمایا: اللہ وہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمینوں کو برحق پیدا کیا اور وہ جس دن کسی فنا شدہ چیز کو فرمائے گا کہ ہو جا، تو وہ موجود ہو جائے گی۔

آیت نمبر: 74 تا 81 حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے، اللہ نے فرمایا: ابراہیم کو یقینِ کامل عطا کرنے کے لیے ہم نے اُنہیں آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی دکھائی، یعنی کائنات کے تکوینی نظام کے اَسرار اور حکمتیں بتائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مظاہر پرست قوم کی حکمت کے ساتھ اِصلاح کرنے اور مظاہرِ کائنات کے فانی ہونے اور اللہ کی توحید کو دلائل سے ثابت کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا، رات کی تاریکی چھا گئی اور اُنہوں نے ایک روشن ستارہ دیکھا، تو کہا: (کیا) یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا کہ میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر جب جگمگاتے ہوئے چاند کو دیکھا، تو کہا: (کیا) یہ میرا رب ہے، لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا، تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اگر میرا رب مجھے ہدایت نہیں دے گا، تو میں گمراہوں میں سے ہو جاؤں گا۔ پھر جب سورج کو چمکتا ہوا دیکھا، تو کہا: (کیا) یہ میرا رب ہے، یہ (اِن) سب سے بڑا ہے، لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا، تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم! میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔

ابراہیم علیہ السلام نے نہایت حکمت کے ساتھ قوم کو یہ بتایا کہ جو خود کو زوال، غروب اور

فنا سے نہ بچا سکے، وہ رب کیسے ہوسکتا ہے؟۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: میں نے اپنا رُخِ بندگی اُس ذات کی طرف کردیا، جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا، میں تمام باطل مذاہب سے رُخ پھیر کر اللہ وحدہٗ لاشریک کی بندگی اختیار کرتا ہوں۔ آپ نے اپنی حُجّت باز اور جھگڑالو قوم سے فرمایا: تم اُس اللہ کی ذات کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو، جس نے مجھے ہدایت دی۔ اِس طویل عقلی اور فکری بحث اور دلائلِ حقہ کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ وہ قوی دلیلیں ہیں جو ہم نے ابراہیم کو اُن کی قوم کے مقابلے میں عطا کیں۔ پھر نوح، اولادِ ابراہیم، اسحاق، یعقوب، داوٗد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، الیاس، اسماعیل، الیسع، یونس اور لوط علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ سب صالحین میں سے تھے اور ہم نے اِن میں سے ہر ایک کو اُس کے عہد کے لوگوں پر فضیلت عطا کی۔ اِنہیں ہم نے کتاب اور حکمِ شریعت اور نبوّت عطا کی۔ پھر فرمایا: یہ وہی لوگ ہیں جنہیں ہم نے ہدایت دی، سو آپ بھی اُن کے طریقے پر چلیں۔

آیت 91 میں فرمایا: اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی، جس طرح کہ اُس کی قدر کرنے کا حق تھا۔ یہود کہتے ہیں: اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا۔ اے رسول آپ کہئے! جس کتاب کو موسیٰ لے کر آئے، جو لوگوں کے لیے نور اور ہدایت ہے، اُسے کس نے نازل کیا؟۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (اے مخاطب!) کاش تو وہ منظر دیکھے جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے اُن کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں گے (اور کہیں گے:) نکالو اپنی جانوں کو، آج تمہیں ذلت والے عذاب کی سزا دی جائے گی۔

آیت نمبر 94 میں فرمایا: تمہارے جھوٹے خدا جن کو تم اللہ تعالیٰ کے شریک مانتے تھے، آج تمہاری سفارش کے لیے موجود نہیں ہیں اور تم ہمارے پاس اکیلے ہی آئے ہو جیسے کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور تم سب کچھ دنیا میں چھوڑ کر آئے ہو اور سارے رشتے ٹوٹ گئے اور توقعات ختم ہوگئے۔

آیت نمبر:95 میں فرمایا: بے شک اللہ دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے، وہ زندہ کو

مردے سے نکالتا ہے اور مردے کو زندہ سے نکالتا ہے۔ مزید فرمایا: (وہ شب کی ظلمتوں کا سینہ) چاک کر کے صبح کو نکالنے والا ہے اور اُس نے رات کو آرام کے لیے بنایا اور سورج اور چاند کے لیے نظام مُقرر کیا۔ اور ستاروں کو بحر بر میں تمہارے لیے نشان راہ بنایا

آیت نمبر: 98 میں فرمایا: اللہ وہ ہے جس نے تمھیں ایک جان (آدم) سے پیدا کیا، پھر ہر ایک کے لیے ایک ٹھہرنے کی جگہ (رَحمِ مَادر اور دنیاوی جائے قیام) اور سپردگی کی جگہ (قبر) ہے۔

آیت نمبر: 99 میں بارش کے برسانے، اُس سے سبزہ اُگانے، کھیتوں کی ہریالی، طرح طرح کے پھولوں اور پھلوں کی نعمتوں کا ذکر کر کے اس سے توحیدِ الٰہی پر استدلال کیا گیا ہے۔

آیت نمبر: 100 میں فرمایا: مشرکوں نے جِنّات کو جو کہ مخلوق ہیں، اللہ کا شریک ٹھہرایا اور اُس کی طرف بیٹے اور بیٹیوں کی نسبت کی، حالانکہ وہ اِس سے پاک ہے، وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اور بیوی اور اولاد کی نسبت سے پاک ہے۔ وہ اللہ ہے خالق ہے آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں وہ باریک بین باخبر ہے۔

آیت نمبر 104 تا 107 میں فرمایا کہ تمہارے پاس روشن دلائل آ گئے ہیں اگر کوئی اس کی روشنی میں چلے گا تو اس کا فائدہ ہے اور اگر کوئی گمراہی اختیار کرے گا تو اس کا اپنا نقصان ہے اور اگر کوئی شرک کرے تو اس کے لیے ملول نہ ہوں آپ صرف وحی الٰہی کی پیروی کریں۔

آیت نمبر: 108 میں مختلف مذاہب کے درمیان پُر امن بقائے باہمی کا ایک اُصول بیان کرتے ہوئے فرمایا: اور (اے مسلمانوں) تم مشرکوں کے باطل معبودوں کو برا نہ کہو، مبادا یہ لوگ اپنی بے علمی و سرکشی کے باعث اللہ کی شان میں کوئی نازیبا کلمہ کہہ دیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ناموس کو کُفار و مشرکین کی یاوہ گوئی سے بچانے کے لیے سَدِّ ذرائع کے طور پر مسلمانوں کو اُن کے باطل معبودوں کی توہین نہیں کرنی چاہئے۔

آیت نمبر 109 میں فرمایا کہ کہ یہ لوگ قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آ گئی تو ضرور ایمان لائیں گے اس کے ساتھ، آپ فرمایئے کہ نشانیاں تو صرف اللہ کے پاس ہیں اور (اے مسلمانوں) تمھیں کیا خبر کہ جب یہ نشانی آ جائے تو تب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:۸

آٹھویں پارے کے مضامین

کفار رسول اللہ ﷺ سے طرح طرح کے مطالبے کرتے تھے کہ ہم اس وقت ایمان لائیں گے جب فرشتے ہمارے پاس اتر کر آئیں یا برزخ وآخرت کے بارے میں آپ جو باتیں ہمیں بتاتے ہیں، ہمارے جو لوگ مر چکے ہیں، وہ زندہ ہو کر آئیں اور آپ کے دعوؤں کی تصدیق کریں، قرآن نے بتایا کہ اُن کی یہ ساری باتیں جہل پر مبنی اور اِنکارِ حق کے لیے محض بہانے بازیاں ہیں۔

آیت 112 میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے شیطان انسانوں اور جنوں کو دشمن بنایا، جو (لوگوں کو) دھوکے میں ڈالنے کے لیے ایک دوسرے کو خوش نما باتیں اِلقا کرتے ہیں۔ مزید فرمایا کہ وہ یہ اِس لیے کرتے ہیں تاکہ منکرینِ آخرت کے دلوں کو اپنی طرف مائل کریں۔

آیت نمبر :118-117 میں فرمایا: جس (حلال جانور) پر ذِبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو، اُسے کھاؤ، مُحرّمات کو تمہارے لیے تفصیل سے بیان کر دیا گیا، صرف حالتِ اضطرار میں بقدرِ بقائے حیات اُن سے استفادے کی اجازت ہے۔ مزید فرمایا: جس ذبیحے پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اُسے نہ کھاؤ۔

آیت نمبر 120 میں فرمایا کہ گناہ کھل کر ہو یا چھپ کر بہر صورت گناہ ہے اور ترک کرنا ہے اور جو گناہ کرے گا اس کی سزا پائے گا۔

آیت نمبر 122 میں فرمایا کہ کیا وہ شخص جو گمراہی کے بعد ہدایت پا گیا اور قرآن کی ہدایت کی روشنی میں آگے بڑھ رہا ہو اور وہ جو مسلسل گمراہی میں ہو برابر ہو سکتے ہیں۔

آیت نمبر :123 میں فرمایا: اور اِسی طرح ہم نے ہر بستی میں اُس کے مجرموں کو سردار بنایا تاکہ وہ وہاں فریب کاری کریں اور اُن کے دَجل وفریب کا وبال اُنہی پر آئے گا۔

آیت نمبر: 124 میں فرمایا: اور جب اُن کے پاس کوئی نشانی آتی ہے، تو وہ کہتے ہیں: ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتّٰی کہ ہمیں بھی اُس کی مثل دیا جائے، جیسا کہ اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے، (اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ اپنا مَنصبِ رسالت کسے تفویض کرے۔

آیت 125 میں فرمایا: سو اللہ جس کو ہدایت دینا چاہے، اُس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جس کے لیے گمراہی (مُقدّر فرمانا) چاہتا ہے، اُس کے سینے کو (قبولِ حق کے لیے) گھٹا ہوا، تنگ کر دیتا ہے۔

آیت نمبر 129 میں فرمایا اور ہم اسی طرح بعض ظالموں پر بعض کو مسلط کر دیتے ہیں کیونکہ وہ معصیت کے کام کرتے تھے آیت نمبر: 131-130 میں اِتمامِ حُجّت کے لیے فرمایا: اے جنّات اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے، جو تم پر میری آیات بیان کرتے تھے اور تمہیں اِس (قیامت کے) دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟، وہ کہیں گے: ہم خود اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں اور اُنہیں دنیا کی زندگی نے فریب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ (یہ گواہی اس وجہ سے دی گئی کہ) آپ کا رب بستیوں کو ظلماً ہلاک کرنے والا نہیں ہے۔

آیت نمبر 136 میں مشرکین عرب کی جہالت کا ذکر کیا کہ جو فصل اللہ تعالیٰ اگاتا ہے اور مویشی اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے، ان میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک کرتے ہیں بلکہ بتوں کے حصے کو زیادہ ضروری اور مقدس سمجھتے ہیں اسی طرح اولاد کو قتل کرنا بھی مشرکین کی جہالت ہے۔

آیت نمبر 138 تا 140 میں اس بات کا بیان ہے کہ کفار و مشرکین نے زمانۂ جاہلیت میں اپنے مویشیوں اور اپنے کھیتوں کی تین قسمیں کر دی تھیں:

(۱) وہ مویشی اور کھیت جن کے متعلق وہ کہتے تھے کہ ان سے نفع اٹھانا کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے، یہ ان کے باطل معبودوں اور بتوں کے لیے مخصوص ہے، ان کو وہی شخص کھا سکتا ہے جس کو ہم کھلانا چاہیں اور ان کو صرف وہ مرد کھا سکتے ہیں جو بتوں کی خدمت پر مامور ہیں،

عورتیں نہیں کھا سکتیں۔

(۲) بعض مویشیوں کو بتوں کے لیے خاص کر کے ان پر سوار ہونا اور سامان لادنا انہوں نے حرام قرار دیا تھا۔

(۳) بعض مویشیوں پر وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیتے تھے، یعنی ان کو بتوں کے نام پر ذبح کر کے ان کا استعمال ممنوع قرار دیتے تھے۔ قرآن نے بتایا کہ یہ سب ان کی خود ساختہ باتیں ہیں۔

آیت نمبر: 141 تا 146 میں اللہ تعالیٰ نے پھلوں، کھیتوں اور جانوروں کے ذریعے جو نعمتیں عطا کی تھیں، ان کا ذکر فرمایا اور کہا کہ اللہ کی ان نعمتوں کو کھاؤ اور اسراف نہ کرو اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو، پھلوں اور کھیتوں کی پیداوار میں اللہ تعالیٰ کے حق (عُشر یا نصف عُشر) کو ادا کرو، اسی میں حلال جانوروں کی اقسام کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ان محرماتِ قطعیہ کا بیان ہے، جو پہلے بھی آچکا ہے، یہ بھی فرمایا کہ یہود کی سرکشی کی وجہ سے ناخن والے جانوروں اور گائے اور بکری کی چربی کو ان پر حرام کر دیا گیا تھا، انہوں نے اسے پگھلایا اور فروخت کر دیا۔

آیت نمبر: 148 میں ہر دور کے منکرین کے ایک نفسیاتی حربے کو بیان کیا کہ وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں، یہ اللہ کی مشیت ہے، اگر وہ نہ چاہتا تو ہم یہ سب کچھ نہ کر پاتے۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ اللہ کی مشیت اور ہے اور اس کی رِضا اور ہے، مثلاً مجرم کو سزا دینا اس کی مشیت ہے، لیکن اس کی رِضا اس میں ہے کہ کوئی اس کی نافرمانی نہ کرے۔ اگر سب کو جبری طور پر اطاعت کے راستے پر ڈالنا اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوتی، تو کسی کی مجال نہ تھی کہ اس کی حکم عدولی کرے۔

آیت نمبر: 151 تا 160 میں فرمایا کہ (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، (۲) والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، (۳) تنگ دستی کے خوف سے اولاد کو قتل نہ کرو، (۴) ظاہر و مستور فحاشی سے اجتناب کرو، (۵) قتلِ ناحق نہ کرو، (۶) یتیم کا مال ناجائز طریقے

سے نہ کھاؤ، (۷) لین دین میں ناپ تول پورا کرو، (۸) بلا تمیز سب کے ساتھ انصاف کرو (۹) اور اللہ سے کیے گئے عہد کی پاسداری کرو۔ چونکہ یہ نو اَحکامِ شرعیہ ہی دینِ اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ اور لُبِّ لُباب ہیں اور باقی تمام شرعی اَحکام اِنہی پر منحصر ہیں، اِسی لیے فرمایا: یہی سیدھا راستہ ہے، فرقہ بندی چھوڑ کر اسی کی پیروی کرو اور کتابِ الٰہی کے احکام کو ملحوظ رکھو۔ فرمایا یہ لوگ ایمان لانے کے لیے نشانیاں طلب کرتے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا اللہ تعالیٰ خود آئے یا اس کی کوئی نشانی آئے، قرآن نے بتایا کہ جس دن عالمِ غیب کی نشانیاں آجائیں گی تو پھر ان منکرین کے لیے ایمان لانا بھی نفع بخش نہیں ہوگا، یہ بھی فرمایا کہ اے رسول! جنھوں نے دین کو فرقوں میں بانٹ دیا، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

آیت نمبر: 162 میں حقیقتِ ایمان اور روحِ ایمان اور مسلمان کے مقصدِ حیات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''(اے رسول!) کہہ دیجئے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت (سب کچھ) اللہ رب العالمین کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں''۔ کفار آپ ﷺ سے بار بار کہتے کہ آپ ہمارا دین قبول کر لیجئے ہم ذمہ دار ہیں کہ دنیا و آخرت میں آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپ فرمایئے کہ میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں؟ حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

آیت نمبر: 165 میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ درجات و مراتب میں فرق صرف آزمائش کے لیے ہے کہ کون مال و رِزق کی فراوانی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے اور کون دولت کے نشے میں اللہ تعالیٰ کے اَحکام کو بھلا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا بھی ہے اور بخشش و مغفرت فرمانے والا بھی ہے۔

سورۃ الاعراف

سورۃ الاعراف مکی سورۃ ہے۔ترتیب مصحف کے اعتبار سے ساتویں جبکہ ترتیب نزولی کے اعتبار سے انتالیسویں سورت ہے۔اس سورت میں سورۃ الانعام کے بعض مسائل کے اجمال کی تفصیل ہے۔مختلف انبیائے کرام کی دعوت اوراس کے نتیجے میں ان کو پہنچنے والے تکالیف کا ذکر ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور جنت سے ہجرت اور زمین پر نزول کا ذکر ہے۔ اس کے بعد کئی رکوعات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات فرعون اور بنی اسرائیل دونوں کے ایذارسانیوں کا ذکر ہے۔اس سورت میں مشرکین اور مکذبین کے اخروی انجام کا ذکر ہے۔اس سورت میں اہل اعراف کا اہل دوزخ سے مکالمے کا بیان ہے اس لیےاس سورت کوالاعراف سے موسوم کیا گیااس سورت میں حیات بعدالموت کا ذکراور شرک کاتفصیلی رد ہے۔

اعراف کے معنی بلندی کے ہیں اور اس کا معنی جاننا اور پہچاننا بھی ہے۔''اصحابِ اعراف'' کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ ان کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے اوران کا مقام جنت اور دوزخ کے درمیان ہوگا یا یہ وہ لوگ ہیں جواہل جنت اور اہلِ جہنم کو پہچاننے والے ہوں گے اور ایک قول کے مطابق یہ انبیاء ہیں یا ملائکہ ہیں۔

اس سورت کی ابتداء میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کفار کے جور جفا اور معاندانہ رویے سے تنگ دل نہ ہوں بلکہ اپنا فرض ادا کرتے رہیں اوراس کتاب مقدس کی تبلیغ میں سرگرم رہیں۔

آیت نمبر:04 میں بتایا کہ بعض بستیوں پر دوپہر کوسوتے ہوئے عذاب آیا،تو اُن کے مکینوں نے اقرار کیا کہ ہاں! ہم ظالم تھے۔آیت نمبر:8 میں بتایا کہ قیامت کے دن اعمال کا وزن کیا جانا حق ہے اورجن کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا ،وہی فلاح پانے والے اور کامیاب ہیں اورجن کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا وہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

آیت نمبر10 میں زمین میں انسانوں کے آباد کرنے اور ذرائع معاش مہیا کرنے کی

نعمتوں کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ بہت کم لوگ شکر ادا کرتے ہیں۔

آیت نمبر: 11 تا 27 میں آدم علیہ السلام اور ابلیس کا واقعہ بیان ہوا کہ جب ابلیس نے اللہ کے حکم پر آدم کو سجدہ نہ کیا، تو ربِ ذوالجلال نے اس سے پوچھا کہ تم نے میرے حکم کے باوجود سجدہ کیوں نہ کیا۔ اس نے اپنی سرکشی کا جواز عقلی دلیل سے پیش کیا کہ میں آدم سے بہتر ہوں، انہیں مٹی سے پیدا کیا گیا ہے، میرا جوہرِ تخلیق آگ ہے اور آگ لطیف ہونے کی بنا پر مٹی سے افضل ہے۔ تکبر کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو رسوا کر کے مقامِ عزت سے نکال دیا۔ ابلیس کے اللہ تعالیٰ سے قیامت تک مہلت طلب کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اُسے یہ مہلت عطا کر دی، اِس پر اُس نے کہا کہ میں صراطِ مستقیم پر گھات لگا کر بیٹھ جاؤں گا اور بنی آدم کو دائیں بائیں، آگے پیچھے، حتیٰ کہ ہر جانب سے گمراہ کروں گا۔ اللہ نے فرمایا: تمہارے پیروکار جہنم میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم وحوا علیہما السلام کو جنت میں داخل کیا اور انہیں خاص درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا۔ شیطان نے ان کو وسوسہ ڈالا اور مخلص اور خیرخواہ کا روپ اختیار کر کے کہا کہ آپ لوگوں کو اس درخت کے قریب جانے سے محض اس لیے منع کیا گیا ہے کہ اس کے قریب جا کر آپ لوگ فرشتے بن جائیں گے اور آپ لوگوں کو ابدی زندگی مل جائے گی، اس نے قسمیں کھا کر اپنی خیرخواہی کا یقین دلایا، پھر ان سے اجتہادی خطا ہوئی اور اس درخت کو چکھنے سے ان کی شرمگاہیں ظاہر ہوئیں اور وہ درختوں کے پتوں سے اپنے ستر کو ڈھانپنے لگے، یہاں قرآن نے یہ بھی بتایا کہ شیطان کا مقصد ان کے ستر کو بے حجاب کرنا تھا۔ اپنی اجتہادی خطا کا احساس ہونے پر آدم علیہ السلام نے توبہ کی اور ان کی توبہ کے کلمات آیت نمبر: 23 میں بیان ہوئے، پھر انہیں جنت سے زمین پر اتارا گیا اور فرمایا ایک مقررہ مدت تک تمہیں یہاں رہنا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مقصدِ لباس بیان فرمایا کہ ہم نے بنی آدم پر لباس اس لیے اتارا کہ ان کی ستر پوشی ہو اور سامانِ زینت ہو اور سب سے بہتر لباس تو تقویٰ ہے۔ پھر بنی آدم کو متنبہ کیا گیا کہ شیطان کے مکر و فریب میں نہ آئیں، اس کو یہ مَلکہ دیا گیا ہے کہ وہ تمہیں ہر جہت سے دیکھ سکتا ہے۔

آیت نمبر 28 میں فرمایا کہ جب کفار کو عقائد باطلہ اور اعمال قبیحہ سے روکا جاتا تو وہ کہنے لگتے کہ یہ ہمارے باپ دادا کا طریقہ ہے اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ اللہ بے حیائی کے کاموں کا حکم نہیں فرماتا بلکہ اللہ عدل وانصاف کا حکم فرماتا ہے تو تم بھی اسی کی دل سے عبادت کرو۔

آیت نمبر: 31 اور 32 میں فرمایا: اے بنی آدم! ہر عبادت کے وقت لباسِ زینت کو اختیار کرو اور اسراف سے بچتے ہوئے اللہ کی نعمتوں سے استفادہ کرو، پاکیزہ چیزیں، خواہ لباس ہو یا خوراک مومنوں کے لیے حلال ہیں، اللہ نے تو ظاہر و باطن میں بے حیائی، گناہ اور حق سے عدول کو حرام قرار دیا ہے۔

آیت نمبر 35 میں رسل کرام کی اطاعت کرنے والوں تقویٰ اور عمل صالح کرنے والوں کے لیے جنت کی بشارت جبکہ کفر، تکذیب اور تکبر کرنے والوں کے لیے جہنم کی وعید ہے۔

آیت نمبر: 40 میں فرمایا کہ اللہ کی آیات کو جھٹلانے والوں اور تکبر کرنے والوں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

آیت نمبر: 43 میں فرمایا کہ اللہ نے اہلِ جنت کے دلوں سے کینہ نکال دیا ہے اور وہ ہدایت پانے پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، کیونکہ اسی کے فضل سے ہدایت ملتی ہے۔

آیت نمبر: 44 اور بعد کی آیات میں بتایا کہ آخرت میں جنتی جہنمیوں کو پکاریں گے کہ ہم نے تو اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا، بتاؤ تم نے کیسا پایا تو اُن دونوں کے درمیان سے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔ مزید فرمایا کہ جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان حجاب ہوگا اور اہلِ اعراف دونوں گروہوں کو ان کی نشانیوں سے پہچانیں گے اور جنتیوں کو سلام کریں گے اور جہنمیوں سے کہیں گے کہ تمہاری جماعت اور تمہارا تکبر آج تمہارے کسی کام نہ آیا۔ جہنمی، جنتیوں سے استدعا کریں گے کہ ہم پر تھوڑا سا پانی انڈیل دو اور جو نعمتیں تمہیں عطا ہوئی ہیں، ان میں سے تھوڑا سا ہمیں بھی دے دو، مگر اللہ نے فرمایا کہ

یہ چیزیں کافروں پر حرام ہیں۔ جن لوگوں نے دین کو کھیل تماشا سمجھ رکھا تھا، اللہ ان سے فرمائے گا کہ جس طرح تم نے قیامت کے دن کو فراموش کر رکھا تھا، آج تم بھی نظر انداز کر دیئے جاؤ گے۔

آیت نمبر: 54 میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بیان فرمائیں اور اس کے بعد فرمایا کہ اپنے رب کو گڑ گڑا کر، چپکے چپکے اُس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے، اس کی رحمت کا یقین رکھتے ہوئے پکارو۔ اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔

آیت نمبر: 57 میں اللہ تعالیٰ نے بارانِ رحمت کے نظام کے بارے میں بتایا کہ اس کے حکم سے ہوائیں پانی سے بھرے ہوئے بادلوں کو چلا کر لے جاتی ہے اور بنجر زمین پر برسا کر اس میں اللہ کی نعمتیں پیدا کر دیتی ہے، اس طرح مردوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ پھر فرمایا کہ اچھی زمین اللہ کے حکم سے سبزہ اگاتی ہے اور خراب زمین باغ و بہار نہیں لاتی۔ یہ مثالیں دے کر قرآن یہ بتاتا ہے کہ انسانوں کے دل و دماغ کی زمین کا حال بھی ایسا ہی ہے، یعنی پاکیزہ دل و دماغ میں ایمان قرار پاتا ہے اور اعمال کے ثمرات پیدا ہوتے ہیں، جب کہ خبیث دل و دماغ میں خیر کے پھل اور پھول پیدا نہیں ہوتے۔

آیت نمبر: 59 سے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے حالات بیان کئے گئے ہیں کہ ان کی قوم کے سرداروں نے کہا: (معاذ اللہ) آپ کھلی گمراہی میں ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو اللہ کا رسول ہوں اور میرا کام تمہاری خیر خواہی اور تم تک دعوتِ حق کو پہنچانا ہے۔ اس کے بعد قوم نوح کی تکذیب، طوفان نوح اور نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ کشتی میں سوار افراد کے سوا سب کے غرق ہونے کا ذکر ہے۔

آیت نمبر: 65 سے حضرت ہود اور ان کی قوم عاد کا ذکر ہے کہ قومِ عاد نے بھی اللہ کے نبی پر طعن کیا کہ (معاذ اللہ) آپ حماقت میں مبتلا ہیں۔ پھر ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو وہی جواب دیا، جو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دیا تھا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے قومِ عاد کو اِنعاماتِ الٰہیہ کا شکر ادا کرنے کی تلقین کی تو اُنھوں نے انکار کر دیا چنانچہ اُن پر اللہ کا عذاب

اور غضب نازل ہوا، اللہ نے حضرتِ ہود اور ان کے ساتھیوں کو نجات دی اور آیاتِ الٰہی کو جھٹلانے والوں کا قلع قمع کر دیا۔

آیت نمبر:73 سے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود کا ذکر ہے۔قومِ ثمود کے مطالبے پر اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح کے معجزے کے طور پر چٹان سے حاملہ اونٹنی کو پیدا کیا اور انہیں حکم دیا کہ اسے چرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے۔قومِ ثمود کے لوگ بڑے طاقت ور تھے اور یہ نرم زمین میں محلات بناتے اور پہاڑوں کو تراش کر ان میں گھر بناتے تھے، گویا ان کو اپنی طاقت پر ناز تھا۔ پھر قومِ ثمود نے اللہ کے حکم کی نافرمانی کی اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکشی کی سزا اس طرح دی کہ ان پر رات کو زلزلے کا عذاب آیا اور صبح کو وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔

آیت نمبر:80 سے حضرت لوط اور ان کی قوم کا ذکر ہے کہ وہ بے حیائی میں اپنے زمانے کے سب لوگوں پر سبقت لے گئے، وہ اپنی جنسی خواہش کو غیر فطری طریقے سے پورا کرتے تھے اور جب اللہ کے نبی عذاب کا ڈر سناتے تو وہ اسے مذاق سمجھتے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا، آسمان سے پتھر برسائے اور اس طرح ان کا نام ونشان مٹا دیا گیا، یہاں تک کہ حضرت لوط علیہ السلام کی وہ بیوی جو قومِ لوط کی ہم خیال تھی وہ بھی عذاب سے نہ بچ سکی، صرف حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھ قبیلے کے چند نیکوکار لوگ ہی محفوظ رہے۔

آیت نمبر:85 سے حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم اہلِ مدین کا ذکر ہے، قرآن نے بیان کیا کہ ان کی ناپاک خصلتیں یہ تھیں کہ وہ ناپ تول میں ڈنڈی مارتے اور دوسروں کو چیزیں کم تول کر دیتے تھے اور راستے میں بیٹھ کر اہلِ ایمان کو ڈراتے اور انہیں راہِ راست سے روکتے۔ انہیں بھی کہا گیا کہ فساد فی الارض سے باز آجاؤ اور اپنے سے پہلی سرکش امتوں کا انجام دیکھ لو۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:۹

نویں پارے کے مضامین

اس پارے کے شروع میں قومِ شعیب کے سرکش سرداروں کی اس دھمکی کا ذکر ہے کہ اے شعیب ! ہمارے دین کی طرف پلٹ آؤ ، ورنہ ہم تمہیں اور تمہارے پیرو کاروں کو جلاوطن کردیں گے ۔شعیب علیہ السلام نے اللہ سے التجا کی کہ اے اللہ! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے۔پھراُن پر قومِ ثمود کی طرح عذاب نازل ہوااور وہ ایسے نیست ونابود ہوئے کہ جیسے کچھ تھا ہی نہیں ۔

آیت نمبر 94 میں فرمایا کہ نبی کو جھٹلانے کے بعد فوراًاس قوم کوتباہ نہیں کیا گیا بلکہ پہلے ان کوسختی اور تکلیف پھرانعام واکرام سے آزمایا گیا جب ہر حال میں کفر پرڈٹے رہےتو پھر ان کوتباہ کیا گیا۔

آیت نمبر:96 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اِن بستیوں والے ایمان لائے ہوتے اورتقوے کواختیار کیا ہوتا تو ہم اِنہیں زمین وآسمان کی نعمتیں فراوانی سے عطا کر دیتے ۔لیکن حق کوجھٹلانے کے سبب وہ انجامِ بد سے دوچار ہوئے۔ان بستی والوں کو اِس سے بے پرواہ نہیں ہونا چاہیے تھا کہ اِن پر ہمارا عذاب رات کوسوتے میں یا دِن چڑھے آسکتا ہے ۔ گزشتہ امتوں کے احوال سنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفارِ مکہ کی ایذارسانیوں پرتسلی دینا اور مشرکینِ مکہ کوعبرت دلانا مقصود ہے۔

آیت نمبر:103 سے 129 تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت اورفرعون اوراس کے پیروکاروں کا ذکر ہے۔موسیٰ علیہ السلام نے ان کودعوتِ حق دی اور کہا کہ میں تمہارے پاس واضح نشانیاں لایا ہوں اور بنی اسرائیل کومیرے ساتھ بھیج دو،فرعون نے معجزات پیش کرنے کے لیے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پرڈالا تو وہ ایک واضح اژدھا بن گیا،انہوں نے اپنا ہاتھ (گریبان سے) نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے لیے روشن ہوگیا۔فرعون کے

سرداروں نے حق کو قبول کرنے کی بجائے اسے جادو قرار دیا اور کہا کہ یہ تمہیں اپنے ملک سے نکالنا چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس معاملے کو ذرا ڈھیل دو اور جادوگروں کو جمع کرو، جادوگر آئے اور انہوں نے فرعون سے کہا کہ اگر ہم غالب آ گئے تو ہمارا انعام کیا ہوگا، اس نے کہا کہ تم ہمارے مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔ جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ پہل کریں گے یا ہم کریں؟۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم پہل کرو، جب جادوگروں نے اپنی (رسیاں) زمین پر ڈال دیں تو لوگوں کی نگاہوں کو سحر زدہ کر دیا اور انہیں ڈرا دیا اور (انہوں نے کہا یہ تو) بڑا جادو لے آئے۔ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنا عصا (زمین پر) ڈالیں، وہ عصا سانپ بنا اور جادوگروں کی چیزوں کو نگلنے لگا۔ اس طرح معجزے کی حقانیت اور جادو کا بُطلان ثابت ہوا اور فرعونی رسوا ہوئے۔ جادوگر سجدے میں گر پڑے، اللہ پر ایمان لے آئے، فرعون نے انہیں دھمکی دی کہ میری اجازت کے بغیر تم ایمان لے آئے، میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دوں گا اور تمہیں سولی چڑھاؤں گا، انہوں نے کہا کہ ایمان لانے کی پاداش میں تم ہمیں سزا دینا چاہتے ہو؟ پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے صبر واستقامت کی دعا کی۔ اس کے بعد فرعون نے بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرنے اور بیٹیوں کو زندہ چھوڑنے کا حکم دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو صبر کی تلقین کی اور کہا کہ نیک انجام اہلِ تقویٰ کے لیے ہے۔

آیت نمبر: 130 تا 143 میں بتایا کہ اللہ نے فرعونیوں پر قحط سالی کا عذاب نازل کیا، فرعونیوں کا طریقہ یہ تھا کہ اچھائی کو اپنا کمال گردانتے اور برائی کو بدشگونی کے طور پر موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے۔ پھر ان پر ٹڈیوں، جوؤں، مینڈکوں اور خون کا عذاب نازل کیا۔ جب عذاب میں مبتلا ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ ہم سے یہ عذاب ٹل جائے، اگر ایسا ہوا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی آزاد کر دیں گے، لیکن موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں عذاب ٹل جانے کے بعد فرعونی اپنے وعدے سے پھر گئے، تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُنہیں سمندر میں غرق کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے کمزور

لوگوں کو مشرق ومغرب کا وارث بنا دیا اور بنی اسرائیل سے جو خیر کا وعدہ تھا وہ پورا ہوا۔ بنی اسرائیل سمندر پار کر کے ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو بتوں کی پرستش کرتی تھی، انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہمارے لیے بھی ایک خدا بنا دیجئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: بت پرستی کرنے والے جاہل ہیں اور اپنی جاہلیت کے باعث ہی ہلاک ہونے والے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین بنایا اور کوہِ طور پر تشریف لے گئے اور یہ چالیس دن کا عرصہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنا جلوہ دکھانے کی استدعا کی، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے بالواسطہ تجلی فرمائی، تو موسیٰ علیہ السلام اس کی تاب نہ لا کر بیہوش ہو گئے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔

آیت نمبر: 144 تا 155 میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسالت عطا کرنے، کلیم اللہ کا منصب عطا کرنے اور تورات عطا کرنے کا ذکر ہے۔ آگے چل کر بتایا کہ متکبر آیاتِ الٰہی سے اعراض کریں گے اور جو لوگ اللہ کی آیات اور قیامت کو جھٹلاتے ہیں، ان کے اعمال باطل ہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر قیام کے عرصے میں بنی اسرائیل کے زیورات سے بچھڑا بنا کر اسے معبود بنانے کا ذکر ہے۔ چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو قوم پر غصے اور افسوس کا اظہار کیا اور کہا میرے پیچھے تم نے ایسا برا کام کیا، انہوں نے تورات کی تختیاں زمین پر ڈالیں اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کا سر پکڑ کر ان سے جواب طلبی کی۔ انہوں نے کہا: اے میرے بھائی قوم نے مجھے بے بس کر دیا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیں، اب آپ مجھ پر سختی کر کے دشمنوں کو ہنسی کا موقع نہ دیں۔

پھر آیت نمبر: 151 میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور کلماتِ استغفار کا ذکر ہے۔ آگے چل کر بتایا کہ غصہ ٹھنڈا ہونے پر موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی تختیوں کو اٹھایا، جن کی تحریر میں اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت کی نوید تھی۔

آیت نمبر: 156 تا 158 میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے، جس میں انہوں نے اپنی قوم کے لیے اللہ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کامل نعمت میں ان

لوگوں کو عطا کروں گا جو ایمان کے ساتھ تقویٰ اختیار کریں گے، زکوٰۃ دیں گے اور اس عظیم رسول نبیِ امی کی پیروی کریں گے، جس کا ذکر وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں اور یہ نبی ان کو نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لیے حلال کرے گا اور ناپاک چیزوں کو حرام کرے گا اور بداعمالیوں کا بوجھ اور ان کے گلوں میں پڑے ہوئے طوق اتار دے گا، سو جو لوگ ان پر ایمان لائے، ان کی تعظیم اور نصرت کی اور اس نورِ (ہدایت) کی پیروی کی جو اُن کے ساتھ نازل کیا گیا ہے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالتِ عامّہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ کی رسالت کسی قوم سے مخصوص ہے نہ خاص زمانے تک محدود بلکہ جس طرح اس کے بھیجنے والے کی حکومت و سروری عالم گیر ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت بھی جہان گیر ہے۔

آیت نمبر: 160 سے موسیٰ علیہ السلام کی پتھر پر ضرب سے ان کی قوم کے بارہ قبیلوں کے لیے بارہ چشمے جاری ہونے کے معجزے، بادل کے سایہ کرنے اور مَن اور سلویٰ کے اتارنے کا بیان ہے۔ اس کے بعد اس امر کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ معافی مانگتے اور سجدہ کرتے ہوئے بیت المقدس میں داخل ہو جاؤ، مگر انہوں نے اس مسئلے میں بھی تحریف کی، مزید بتایا کہ سمندر کے کنارے ایلا نامی بستی میں انہیں ہفتے کے دن مچھلیوں کے شکار سے منع کیا گیا، مگر انہوں نے اللہ کے حکم کی نافرمانی کی۔ سوائے ایک گروہ کے بنی اسرائیل کی ان نافرمانیوں کے باعث اُن کی صورتوں کو مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا۔

آیت نمبر 168، 167 میں یہود کے برے اعمال کے سبب ان کی جمعیت کے منتشر ہونے اور ان پر جابر لوگوں کے مسلط ہونے کا ذکر ہے۔ بعد والی آیت میں ان کے برے جانشینوں کا ذکر ہے جو رشوت لے کر اللہ تعالیٰ کی آیات میں ردوبدل کر دیتے تھے۔ اور ان سب برائیوں کے باوجود اس مغالطے اور خود فریبی کا شکار تھے کہ وہ بخشے جائیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آخرت کا گھر صرف متقین اور اللہ کے فرماں بردار بندوں کے لیے ہے۔

آیت نمبر: 172 میں اس امر کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی ارواح کو جمع کیا

اوران سے اپنی ربوبیت کا اقرار کروایا، اس اقرار کو ''عھدِ اَلَسْت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

آیت نمبر 175 میں ذکر شخص کے مصداق پر علماء کا اختلاف ہے بعض نے اسے بلعم ابن باعور، بعض نے امیہ بن الصلت اور بعض نے ابو عامر فاسق قرار دیا ہے۔ان تینوں میں ایک برائی حسد قدر مشترک ہے یہ سب علم اور زہد وریاضت والے لوگ تھے لیکن بلعم ابن باعور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حسد کی وجہ سے اور امیہ بن الصلت اور ابو عامر بن صیفی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسد کی وجہ سے کفر اختیار کر کے راہ حق سے منحرف ہو گئے۔

آیت نمبر:179 میں اللہ تعالیٰ کی نعمتِ عقل کو قبولِ ہدایت کے لیے استعمال نہ کرنے والوں کو چوپایوں سے بدتر قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ: ان کے دل ہیں مگر وہ (حق کے دلائل کو) سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ (آیاتِ الٰہی کو) دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں مگر وہ (دعوتِ حق کو) سنتے نہیں۔

آیت نمبر 180 میں اللہ تعالیٰ کو اسمائے حسنیٰ کے ساتھ پکارنے کا ذکر ہے آیت 183 میں اللہ تعالیٰ کے مہلت دینے اور خفیہ تدبیر کا بیان فرمایا۔

آیت نمبر 186 تا 188 میں منکرین کے قیامت کے بارے میں پوچھنے اور قیامت کے اچانک آنے کے جواب کا ذکر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بارگاہِ الوہیت میں عجز و نیاز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: ''کہو! میں اپنی ذات کے لیے (خود سے) کسی نفع ونقصان کا مالک نہیں، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں (اپنی ذات سے) غیب کو جانتا تو میں (از خود) خیرِ کثیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی''، یعنی غیب کے علوم اور ساری نعمتیں رب ہی کی عطا سے ہیں اور کبھی کوئی تکلیف پہنچے تو اس کی قضا و قدر سے پہنچتی ہے۔

آیت نمبر:189 تا 190 میں بتایا کہ تمام بنی آدم کو ایک جان (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بھی بنایا تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔اور جب بیوی امید سے ہو تو میاں بیوی تندرست لڑکے کی دعا کرتے ہیں اور شکر ادا کرنے کا اقرار کرتے ہیں لیکن جب اللہ ان کو عطا کرتا ہے تو یہ لوگ اس کے ساتھ شریک بنالیتے ہیں۔اس کے

بعد والی آیتوں میں کفار کے معبودان باطل کی عجز، کمزوریوں اور احتیاج کا ذکر ہے۔

آیت نمبر: 194 سے مشرکوں کے معبودانِ باطلہ کے بارے میں بتایا کہ وہ تمہاری ہی طرح مخلوق ہیں اور آنکھ، کان، ہاتھ اور پاؤں کی نعمت سے بھی محروم ہیں، یعنی وہ خود ہی عاجز و بے بس ہیں اور کسی کو نقصان یا نفع پہنچانے پر قادر نہیں ہیں۔ یہ چیزیں اللہ کے اختیار میں ہے۔

آیت نمبر 199 میں اخلاق حسنہ کی جامع ترین تعریف ہے اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم سے فرمایا کہ جو قصور وار معذرت طلب کرتے ہوئے آپ کے پاس آئے تو اسے معاف کر دیجئے، اچھی باتوں اور نیک کاموں کا حکم دیجئے اور ناسمجھ لوگوں سے الجھنے کی بجائے رخ انور پھیر لیجیے۔ اگر شیطان وسوسہ اندازی کرے تو اعوذ باللہ پڑھیے، اللہ کے ذکر سے شیطان کے شر سے پناہ حاصل ہو جائے گی۔

سورۂ اعراف کے آخر میں آیت 204 میں ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے اور اپنے رب کو صبح و شام خوف اور عاجزی کے ساتھ پست آواز میں دل میں یاد کرو اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

آخری آیت میں فرشتوں کی صفات کا ذکر فرمایا کہ وہ اللہ کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے، تسبیح بیان کرتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ اس سے مستفاد یہ ہے کہ انسان جو مسجود ملائک ہے اسے بہ طریق اولیٰ یہ کام کرنے چاہییں۔

سورۃ الانفال

سورۃ الانفال مدنی سورت ہے۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے آٹھویں جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 88 ویں سورت ہے۔ اس سورت میں مال غنیمت کا ذکر ہے جسے عربی زبان میں انفال کہتے ہیں اس لیے اس سورت کو الانفال سے موسوم کیا گیا۔ اس سورت میں مال غنیمت کے احکام کا بیان ہے۔ اتحاد و اتفاق، مسلمانوں کا غزوہ بدر کے لیے نکلنے، قلت تعداد کے باوجود اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے کامیابی، دشمن کے خلاف جہاد کی تیاری،

دین کی بنا پر ایک دوسرے کی مدد کرنے ،معرکہ بدر میں دونوں جمعیتوں کے قتال کی کیفیت، مسلمانوں اور کافروں کے درمیان معاہدوں کے احکام اور دارالحرب میں رہنے والے مسلمانوں کے احکام کا بیان ہے۔

انفال مطلقاً مالِ غنیمت کو بھی کہتے ہیں اور کسی مجاہد کو غیر معمولی کارکردگی کی وجہ سے دوسرے مجاہدین کے مقابلے میں کچھ زائد دیا جائے ،تو اسے بھی نفل یا انفال کہتے ہیں اور انفال اللہ اور رسول کے حکم کے تابع ہے جس کو جتنا چاہیں عطا کر دیں۔

آیت نمبر:02 سے کامل مؤمنوں کی یہ صفات بیان کی گئی ہیں:

(۱) وہ اللہ سے ڈرتے ہیں۔(۲) آیاتِ الٰہی سن کر ان کے ایمان کو تقویت ملتی ہے۔ (۳) وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں ۔(۴) اقامتِ صلوٰۃ اور (۵) ادائے زکوٰۃ ان کا شِعار ہے۔اور یہ سچے اور پکے مومن ہیں۔

آیت نمبر:05 میں فرمایا کہ کچھ لوگ جہاد کے لیے دل وجان سے آمادہ نہ تھے اور مجاہدین کی خواہش تھی کہ ابوجہل کی قیادت میں مشرکینِ مکہ کے مسلح ومنظم لشکر کے بجائے ابوسفیان کے تجارتی قافلے سے ٹکراؤ ہوجائے۔اللہ تعالیٰ نے مشرکینِ مکہ سے تصادم کو مقدر فرمایا تا کہ حق کی حقانیت اور غلبہ ثابت ہوجائے۔

آیت نمبر:9 تا 24 سے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے بدر میں مجاہدین کے اطمینانِ قلب کے لیے اور فتح کی بشارت کے طور پر فرشتے نصرت کے لیے بھیجے۔میدانِ بدر میں سخت زمین اور پانی کے چشمے کفار کے پاس تھے اور نرم زمین (جس پر چلنا دشوار ہوتا ہے) مسلمانوں کے پاس تھی اور پانی کی بھی قلت تھی ،جس کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں طرح طرح کے توہمات پیدا ہوتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی اور مسلمانوں نے وافر پانی جمع کر لیا اور ان کی شرعی اور طبعی ضروریات بھی پوری ہوئیں اور دلوں کو بھی اطمینان ملا۔اللہ تعالیٰ نے میدانِ جہاد میں پسپائی اختیار کرنے والوں کو اپنے غضب کا حق دار قرار دیا۔میدانِ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مُٹھی میں ریت لے کر کافروں کی جانب پھینکی اور فرمایا کہ یہ لوگ

رسوا ہو جائیں، یہ ریت اُن کی آنکھوں میں جا پڑی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ ''اے رسول! وہ خاک آپ نے نہیں پھینکی، جس وقت کہ آپ نے پھینکی تھی، لیکن درحقیقت وہ اللہ نے پھینکی تھی''۔

اللہ تعالیٰ نے بدر کو فیصلہ کن جنگ قرار دیا اور مسلمانوں سے فرمایا: ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو، جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں، جو تمہارے لیے حیات آفرین ہے''۔

آیت نمبر 25 میں فرمایا کہ یہ مت سمجھنا کہ ظالموں کے فتنے کا وبال صرف ان لوگوں تک محدود رہے گا اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل رک گیا تو اس کے اثرات باقی معاشرے کو بھگتنا ہوں گے۔

آیت نمبر 26 میں ہجرت سے پہلے مسلمانوں کی بے بسی اور بعد میں اللہ کی مدد سے مضبوط ہونے اور اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرنے کا بیان ہے۔ مزید فرمایا کہ اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو۔

آیت نمبر :30 میں ہجرت کے موقع پر مشرکینِ مکہ نے اپنے پارلیمنٹ (دارالندوہ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں جو مشاورت کی، اس کے احوال بیان کرتے ہوئے فرمایا: اور (اس وقت کو) یاد کیجیے جب کافر آپ کے خلاف سازش کر رہے تھے تاکہ آپ کو قید کریں یا (معاذ اللہ) قتل کریں یا جلا وطن کریں، وہ اپنی سازش میں لگے ہوئے تھے اور اللہ خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ بہترین تدبیر فرمانے والا ہے۔

آیت نمبر :32 تا35 میں بیان فرمایا کہ کفارِ مکہ اپنی سرکشی کی وجہ سے اس طرح کے مطالبات کرتے تھے کہ اگر آپ کے پاس یہ قرآن حق ہے، تو اللہ سے دعا کیجئے کہ ہم پر آسمان سے پتھر برسائے یا ہمیں دردناک عذاب دے، (مگر اللہ نے فرمایا) اور جب کہ آپ ان میں موجود ہیں، اللہ ان کو عذابِ (استیصال) نہیں دے گا اور جب تک وہ استغفار کر رہے ہوں، تو بھی اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا۔ پھر فرمایا: 'بیت اللہ کے پاس

مشرکوں کی نماز سیٹیاں اور تالیاں بجانے کی صورت میں تھی'' اور آگے چل کر مقصدِ جہاد بیان فرمایا: ''اور ان سے جنگ کرتے رہو حتیٰ کہ کفر کا غلبہ نہ رہے اور پورا دین اللہ کا ہو جائے'' اور فرمایا کہ اللہ کے راستے سے روکنے کے لیے خرچ کرنے والوں کے ہاتھ بجز حسرت کے اور کچھ نہیں آئے گا۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:۱۰

دسویں پارے کے مضامین

دسویں پارے کے شروع میں کفار پر غلبے کی سورت میں حاصل شدہ مالِ غنیمت کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ اس کے چار حصے مجاہدین کے درمیان تقسیم ہوں گے اور پانچواں حصہ اللہ اور رسول اور (رسول کے) قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے، یعنی یہ اللہ کے رسول کی صوابدید پر ہوگا۔

آیت نمبر:42 میں بتایا کہ میدانِ بدر میں مسلمان مجاہدین کی زمینی پوزیشن کفار کے مقابلے میں بظاہر کمزور تھی، یعنی مسلمانوں کی طرف کی زمین کا نرم ہونا اور پانی کی قلت اور مال واسباب کی قلت مسلمانوں کی کمزوری کی ظاہری علامت تھی، جس کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں خدشات پیدا ہوتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: (یہ اس لیے ہوا) کہ اللہ اپنے طے شدہ فیصلے کو نافذ کردے، یعنی ظاہری کمزوری کے باوجود مسلمانوں کا غلبہ اور فتح مقدر کردے اور اللہ تعالیٰ جو فیصلہ فرمادیتا ہے، وہ نافذ ہوکر رہتا ہے۔

آیت نمبر:45 سے اس مضمون کو اس طرح سے بیان فرمایا کہ مسلمانوں اور کفار دونوں پر نیند طاری کردی گئی اور کفار مسلمانوں کو خواب میں کم تعداد میں دکھائے گئے تاکہ مسلمانوں کی ہمت بندھی رہے اور وہ ثابت قدم رہیں اور اسی طرح کفار کو بھی خواب میں مسلمان کم تعداد میں دکھائے گئے تاکہ وہ کم ہمتی میں مبتلا ہوکر میدان چھوڑ کر بھاگ نہ جائیں، کیوں کہ اللہ کی مشیت کا تقاضا تھا کہ بدر میں حق وباطل کا معرکہ برپا ہوکر رہے اور حق غالب آجائے۔ مزید بتایا کہ جنگ میں کفر کے مقابل ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کرتے رہو، آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم بزدل ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور کافروں کی طرح اپنی طاقت پر اِتراؤ بھی نہیں اور دِکھاوا بھی نہ کرو۔ مزید بتایا کہ شیطان کافروں کو فتح کی بشارت دیتا رہا اور اپنی حمایت کا یقین دلاتا رہا، لیکن حق وباطل کے مقابلے کے وقت وہ الٹے پاؤں بھاگا۔

آیت نمبر 48 میں منافقین کے اس حاسدانہ قول کا ذکر فرمایا کہ جب مسلمانوں کی ہمت اور جرات کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ان مسلمانوں کو ان کے دین نے مغرور کر دیا ہے۔

آیت نمبر:53 میں قانونِ قدرت کے ایک اصول کو بیان کیا، جسے علامہ اقبال نے اپنے کلام میں منظوم کیا ہے:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ، اپنی حالت کے بدلنے کا

آیت نمبر:54 سے بتایا کہ آلِ فرعون اور پچھلی امتیں آیاتِ الٰہی کو جھٹلانے کے جرم میں ہلاک کر دی گئیں۔ آیت نمبر 56 تا 58 میں یہودی قبائل کی عہد شکنی اور دوبارہ ان کی طرف سے خیانت کی صورت میں صلح کے معاہدے کو ختم کرنے کا ذکر ہے۔

آیت نمبر:60 میں فرمایا کہ دشمن کے مقابلے میں اپنی پوری دستیاب قوت اور اسباب کے ساتھ تیار رہو اور High Alert رہو، اس کے ذریعے تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو ڈرا سکو گے۔ آگے چل کر یہ بتایا کہ اگر دشمن صلح پر آمادہ ہو تو تم بھی صلح کے لیے آمادہ ہو جاؤ اور اللہ پر توکل کرو اور اگر ان کی نیت دھوکہ دینے کی ہو تو تمہارے لیے اللہ کافی ہے۔

آیت نمبر:63 سے بتایا کہ اللہ نے اپنے کرم سے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور اگر تم زمین کے سارے خزانے بھی خرچ کر دو تو یہ باہمی الفت تمہارے اندر پیدا نہ ہوتی اور فرمایا اے نبی! آپ کو اللہ کافی ہے اور آپ کے تابع فرمان مؤمنوں کی جماعت کافی ہے۔

آیت نمبر:65 سے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم ہوا کہ مومنوں کو جہاد پر ابھاریئے، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے سے دس گنا تعداد پر مشتمل کافروں پر فتح عطا فرمائے گا، پھر بعد میں جب مسلمانوں میں کمزوری آئی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دشمنوں کی دگنی تعداد پر فتح عطا فرمائے گا۔

ابتدائے اسلام میں جنگی قیدیوں کے اَحکام نہیں آئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابۂ کرام کے مشورے سے جنگی قیدیوں کو چھوڑنے کا فیصلہ فرمایا، قرآن نے اس مرحلے پر اس فیصلے کو پسندیدہ تو قرار نہیں دیا، لیکن مسلمانوں کی خطاءِ اجتہادی پر مواخذہ بھی نہیں

فرمایا۔ تفصیلی اَحکام بعد میں آئے۔

آیت نمبر: 72 سے بتایا کہ جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مؤمنین مہاجرین اور انصار صحابۂ کرام ایک دوسرے کے دوست ہیں اور آگے چل کر فرمایا کہ یہی سچے اور پکے مومن ہیں اور ان کے لیے مغفرت ہے اور عزت والی روزی ہے اور اسی طرح کفار بھی ایک دوسرے کے دوست ہیں ۔ ہجرت سے پہلے اور بعد کے مسلمان ہونے والوں کے حقوق درجات میں فرق کے باوجود یکساں ہیں۔

سورۃ التوبۃ

سورۂ انفال اور سورۂ توبہ کے مضامین چونکہ باہم مربوط ہیں، اس لیے ان دونوں کے درمیان فصل کے لیے بسم اللہ نہیں لکھی جاتی ۔ یہ مدنی سورت ہے ترتیب مصحف کے اعتبار سے نویں جبکہ ترتیب نزولی کے اعتبار سے 114 ویں سورت ہے۔ چونکہ اس سورت میں مشرکین سے سابقہ معاہدات منسوخ کر کے براءت کا اعلان کیا گیا ہے اس لیے اس کو سورۃ البراءۃ بھی کہتے ہیں سورۃ التوبہ میں مشرکین کا داخلہ مسجد حرام میں بند اور مناسک حج ادا کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ مشرکین سے حالت جنگ کا اعلان جبکہ اہل کتاب سے جزیہ ادا کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے اور ان کے احبار و رہبان کے باطل عقائد و نظریات کا رد کیا گیا ہے ۔حرمت کے مہینوں کے احکام، جہاد کی ترغیب، انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب، مسجد ضرار بنانے والوں کی مذمت، دیہاتیوں میں سے نیک اور بدلوگوں کا ذکر، بغیر عذر کے غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے والوں کی ندامت اور تنگی کے بعد توبہ کی قبولیت کا بیان، زکوٰۃ کی مشروعیت اور فضیلت علم کا بیان فرمایا گیا ہے۔

اس سورت کی پہلی آیت میں مشرکینِ عرب سے براءت کا اعلان کرتے ہوئے انہیں مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگ کرنے یا اسلام قبول کرنے کے لیے چار مہینے کا ٹائم دیا اور یہ بھی فرمایا کہ جن کفار کے ساتھ مسلمانوں کا پہلے سے کوئی معاہدہ ہے اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف کسی دشمن کی مدد بھی نہیں کی، تو مقررہ مدت تک مسلمان یکطرفہ طور پر

معاہدے کو نہ توڑیں۔ پھر فرمایا کہ چار مہینے کا نوٹس پیریڈ گزرنے کے بعد مسلمان مشرکینِ عرب کے خلاف Crackdown کریں، ان کا مکمل محاصرہ کریں اور وہ جہاں بھی ملیں، انہیں ان کے کیفر کردار تک پہنچائیں۔

آیت نمبر 6 میں فرمایا کہ اگر کوئی مشرک قرآن کے پیغام کو سمجھنے کیلئے اور حق کی تلاش میں آپ کے پاس آئے تو اسے موقع دیں اور اس کی حفاظت کا ذمہ بھی لیں۔

آیت نمبر :8 تا 10 سے بتایا کہ کفار مسلمانوں کے ساتھ منافقانہ رویہ اختیار کرتے ہیں اور اُن کی اَخلاقی حالت یہ ہے کہ وہ مسلمانوں پر خدانخواستہ غالب آجائیں تو قرابت داری کا بھی پاس نہ کریں۔ مزید بتایا کہ ان کفار میں سے جو توبہ کرکے ایمان لے آئیں اور اس کے تقاضوں پر کاربند رہیں، تو پھر وہ مسلمانوں کے دینی بھائی ہیں۔ یعنی اُن کے لیے ماضی کی نفرتوں کو دل سے نکال دیا جائے۔

آیت نمبر :12 میں بتایا کہ جو کفار عہد کرکے اپنی قسموں کو توڑ دیں، تو پھر وہ کسی رو رعایت کے مستحق نہیں ہیں، وہ پہلے بھی رسول اللہ کے ساتھ اس طرح کی عہد شکنیاں کر چکے ہیں۔

آیت نمبر :16 میں بتایا کہ مسلمانوں پر آزمائشیں آئیں گی تاکہ سچے مومنوں کا کردار کھل کر سامنے آئے۔

آیت نمبر :17 اور 18 میں بتایا کہ کافروں کا شِعار مسجدیں بنانا نہیں ہے، یہ تو ان لوگوں کا کام ہے کہ جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔

آیت نمبر 19 سے فرمایا کہ حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کی تعمیر اگرچہ اچھے کام ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان اور اللہ کے راستے میں جہاد کے برابر نہیں ہو سکتے۔ ہجرت اور جہاد کرنے والے مومنوں کے لیے اجر عظیم ہے اور صرف یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

آیت نمبر:23 میں حکم ہوا کہ تمہارے باپ دادا اور بھائیوں میں سے جو کفر کو ایمان پر ترجیح دیں، ان سے تعلق توڑ دو اور کافروں سے دوستی کرنے والا ظالم ہے۔

آیت نمبر:24 میں ان تمام چیزوں کا یکے بعد دیگرے ذکر فرمایا کہ جن سے انسان کو فطری اور طبعی طور پر محبت ہوتی ہے، یعنی باپ دادا، اولاد، بھائی بہن، بیویاں یا شوہر، کنبہ اور قبیلہ، کمایا ہوا مال اور تجارت جس کے خسارے کا کھٹکا لگا رہتا ہے اور پسندیدہ مکانات، ان سب چیزوں کی محبت اپنے اپنے درجے میں مُسلّم، لیکن اگر یہ سب چیزیں مل کر بھی تمہارے لیے اللہ، اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہو جائیں، (تو ایمان کا دعویٰ تو دور کی بات ہے) پھر تمہیں اللہ کے عذاب کا انتظار کرنا چاہئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب تک اللہ اور اس کے رسول کی محبت کسوٹی پر پوری نہ اترے تو پھر محض دعوئ محبت نجات کے لیے کافی نہیں ہے۔

آیت نمبر:25 میں غزوۂ حنین کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ بعض اوقات کثرتِ تعداد پر اترانا اور نازاں ہونا بھی شکست کا باعث بن جاتا ہے، یہی مسلمانوں کے ساتھ غزوۂ حنین میں ہوا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنوں پر قلبی سکون نازل کیا اور غیبی لشکروں سے ان کی مدد فرمائی۔

9 ہجری کے یوم الحج کو عرفات میں اعلان ہوا کہ اس سال کے بعد مشرک حدودِ حرم میں داخل نہیں ہو سکیں گے اور فرمایا کہ تنگدستی کی فکر نہ کرو اللہ اپنے فضل سے تم لوگوں کو غنی کر دے گا۔

آیت نمبر 29 میں اہل کتاب کو جزیہ دینے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ نہ دینے کی صورت میں جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ آیت نمبر:30 سے بتایا کہ یہود نے عزیر کو اللہ کا بیٹا کہا اور نصاریٰ نے مسیح کو اللہ کا بیٹا کہا، مگر یہ سب ان کی خود ساختہ باتیں ہیں، ان پر اللہ کی مار ہے۔ مزید فرمایا کہ نصاریٰ نے اپنے علماء اور راہبوں کو خدا بنا لیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی۔ حالانکہ انہیں وحدہٗ لاشریک اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔ آگے چل کر فرمایا کہ منکر اپنی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں، مگر اللہ ان کی خواہش کے برعکس اس نور کو مکمل

فرمائے گا اور اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے۔

آیت نمبر:34 سے علماء و مشائخ یہود کے باطل طریقوں سے لوگوں کے مالوں کو کھانے اور اللہ کے راستے سے روکنے کا بیان ہے اور فرمایا کہ سونا اور چاندی (یعنی دنیاوی دولت) ذخیرہ کرنے والوں اور راہِ خدا میں خرچ نہ کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب کی وعید ہے اور پھر بتایا کہ قیامت کے دن ان کے اپنے جمع کئے ہوئے مال کو نارِ جہنم میں تپا کر اُس سے اُن کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اپنے ہی جمع کئے ہوئے مال کا مزہ چکھو۔

آیت نمبر:36 میں بتایا کہ ابتداءِ آفرینش سے اللہ کی کتابِ تقدیر میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے، اُن میں سے چار (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب المُرجب) حرمت والے ہیں، ان مہینوں میں جنگ کو ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ کفارِ مکہ جب اِن مہینوں میں جنگ کرنا چاہتے تو ان کی ترتیب میں رَدّوبدل کردیتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مہینوں کو مؤخر کرنا کفر میں زیادتی ہے۔

آیت نمبر 38، 39 میں فرمایا کہ جب جہاد کے لیے نفیر عام ہوجائے تو سستی نہیں کرنا چاہیے اور جو ایسا کرے گا اس کے لیے عذاب الیم ہے اور تم یہ مت سمجھنا کہ جہاد کا فریضہ صرف تم پر موقوف ہے تم نہیں کروگے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور تم اس کو بالکل نقصان نہیں پہنچاسکتے۔

آیت نمبر:40 میں سفرِ ہجرت کے موقع پر غارِ ثور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقتِ خاص کو ایک شانِ امتیازی کے ساتھ بتایا اور اس آیت میں چھ مرتبہ مختلف انداز میں سیدنا صدیق اکبر کا ذکر ہوا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کلمۂ کفر کو پست رکھا اور اللہ کا دین ہی سربلند ہے۔ آگے فرمایا کہ جب جہاد کے لیے عام لام بندی کا حکم ہوجائے، تو پھر جس حال میں بھی ہو تمام وسائل کے ساتھ جہاد میں شریک ہوجاؤ۔ پھر فرمایا کہ منافقین قسمیں کھا کھا کر اور طرح طرح کے بہانے بنا کر جہاد سے پہلوتہی اختیار کریں گے، جبکہ سچے مومن دل

وجان سے جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوں گے ۔مزید فرمایا کہ جہاد سے پہلو تہی اختیار کرنے والے وہی لوگ ہیں جن کا اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں اور جن کے دلوں میں شک کی بیماری ہے، ایسے تشکیک کے مارے جنگ میں شامل بھی ہو جائیں تو فساد کا باعث بنتے ہیں اور مجاہدین کی صفوں میں فتنے اور سازشیں کرتے ہیں اور یہ لوگ پہلے بھی ایسا کرتے رہے ہیں ۔منافقین کا شِعار یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو کوئی بھلائی پہنچے تو وہ اس پر کڑھتے ہیں اور اگر مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچے تو خوشی سے کہتے ہیں کہ ہمیں تو یہ نتیجہ پہلے سے معلوم تھا، اس لیے ہم نے احتیاط سے کام لیا ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(اے رسول!) کہہ دیجئے کہ ہمیں ہر گز کوئی مصیبت نہیں پہنچتی ،سوائے اس کے جو اللہ نے ہمارے لیے مقدر کر دی ہے اور فتح ہو یا شہادت دونوں صورتوں میں ہم کامیاب ہیں'' ۔منافقین کی ایک روش یہ بھی بتائی کہ وہ نماز خوش دلی سے نہیں بلکہ کسل مندی سے پڑھتے ہیں اور ناخوشی سے بامر مجبوری خرچ کرتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ منافق اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ وہ آپ ہی میں سے ہیں، حالانکہ وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہیں، لیکن وہ جان و مال کے خوف کے باعث مسلمانوں کے ساتھ مل کر رہنا چاہتے ہیں ۔

آیت نمبر 57 تا 59 میں منافقین کے دوغلے پن، مسلمانوں سے بیزاری، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صدقات کے معاملے میں طعن کرنے اور ان کے حریصانہ فطرت کا بیان فرمایا ہے اور فرمایا کہ اگر یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی عطاء پر راضی ہو جاتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔

آیت نمبر:60 میں اللہ تعالیٰ نے صدقاتِ واجبہ اور زکوٰۃ کے مصارف (مستحقین) کو قطعیت کے ساتھ بیان کیا ، جو یہ ہیں: فقراء ، مساکین ، عاملینِ زکوٰۃ ، مؤلَّفَۃُ القلوب ، غلامی سے گردن کو آزاد کرنا ، جو قرض کے بار تلے دبے ہوئے ہوں ، فی سبیل اللہ (یعنی جنہوں نے اپنے آپ کو کل وقتی طور پر اللہ کے دین کی کسی خدمت کے لیے وقف کر رکھا ہو) اور مسافر۔

آیت نمبر:61 میں فرمایا کہ بعض منافق اللہ کے نبی کو ایذا پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ کانوں کے کچے ہیں جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام لوگوں کی بات سننا مومنین کے لیے باعثِ

رحمت ہے اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہنچاتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے، فرمایا: منافق جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کو راضی کرنے کا یقین دلاتے ہیں، اگر وہ سچے مومن ہوتے تو اللہ اور اس کا رسول اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ انہیں راضی کیا جائے۔ منافقوں کا شِعار یہ بھی ہے کہ وہ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور اگر ان سے اس کے بارے میں پوچھا جائے تو کہتے ہیں کہ ہم تو محض خوش طبعی اور دل لگی کرتے ہیں، تو کیا وہ اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے ہیں؟۔

آیت نمبر: 67 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منافق مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں، وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں اور خیر کے کاموں سے اپنا ہاتھ روکے رکھتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا اور اللہ نے ان کو نظر انداز کر دیا ہے۔ آگے چل کر فرمایا کہ مومن مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے مددگار رہیں وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ نے مومنین اور مومنات سے جنت کی دائمی اور ابدی نعمتوں کا وعدہ فرما رکھا ہے اور اللہ کی رِضا ہی سب سے بڑی سعادت ہے۔

آیت نمبر: 73 سے فرمایا کہ کفار اور منافقین سے جہاد کیجیے اور ان پر سختی کیجیے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، یہ کلمۂ کفر کہتے ہیں اور پھر قسمیں کھا کر منکر ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انہوں نے کلمۂ کفر کہا ہے اور اسلام لانے کے بعد انہوں نے کفر کو اختیار کیا۔

آیت نمبر: 75 میں فرمایا کہ بعض منافق وہ ہیں، جو اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ نے اپنے فضل سے ہمیں عطا کیا، تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور نیکوکاروں میں سے ہو جائیں گے، پس جب اللہ نے اپنے فضل سے انہیں مال عطا کیا، تو انہوں نے بخل کیا اور رُوگردانی کی۔

آیت نمبر: 78 میں اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا کہ اللہ دلوں کے رازوں اور سرگوشیوں کو بھی جانتا ہے اور وہ غیبی باتوں کو بہت زیادہ جاننے والا ہے۔

آیت نمبر: 79 میں منافقوں کا ایک شِعار یہ بتایا کہ نادار مومنین جب اپنی محنت کی

کمائی سے تھوڑا سا مال صدقہ کرتے ہیں، تو یہ منافق ان پر طعن کرتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں، (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) اللہ ان کو ان کے مذاق کی سزا دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا: (یہ منافق آپ کے گستاخ ہیں) آپ کا اِن کے لیے استغفار کرنا نہ کرنا برابر ہے، اگر آپ ان کے لیے ستر بار بھی استغفار کریں (تو ان کی شقاوتِ قلبی کی وجہ سے) اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔

آیت نمبر 81 میں منافقین کی اس بری خصلت کا ذکر ہے کہ خود تو جہاد نہیں کرتے اور گھروں میں بیٹھے ہیں ساتھ میں مسلمانوں کو گرمی کا ڈراوا دے کر ان کو بھی جہاد سے منع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہنم کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے اگر وہ سمجھتے ہیں۔ آیت نمبر: 84 میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کے کفر کے سبب ان کی نمازِ جنازہ پڑھانے اور اِن کی قبر پر جانے سے ہمیشہ کے لیے منع فرما دیا۔

سورۂ توبہ کی آیات میں منافقین کی مسلسل مذمت فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ضعیفوں، بیماروں اور ناداروں کو عذر کی بنا پر رخصت عطا فرمائی ہے اور ایسے مجاہدین کو بھی جو خود بھی جہاد کے لیے اپنے مصارف برداشت نہ کر سکتے ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھی ان کی سواری اور زادِ راہ کا سامان نہ ہو، البتہ جو لوگ صحت مند ہونے اور مالی وسائل رکھنے کے باوجود جہاد سے پہلوتہی اختیار کرنا چاہیں تو وہ قابلِ مذمت ہیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:۱۱

گیارہویں پارے کے مضامین

اس پارے کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو غیب کی خبر سے مطلع فرمایا کہ جب آپ سفرِ جہاد سے واپس مدینہ طیبہ پہنچیں گے تو بغیر کسی عذر کے جہاد سے پیچھے رہنے والے منافقین جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے عذر پیش کریں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ بہانے بنانے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے حالات سے مطلع فرما دیا۔ یہ واقعہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے والوں کا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان سے صرفِ نظر کریں، یہ ناپاک لوگ ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

آیت نمبر:98 سے عرب کے دیہاتی لوگوں کے دو طبقوں کا بیان ہوا، ایک وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو تاوان سمجھتے ہیں اور مسلمانوں پر برے دن آنے کے منتظر رہتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں، جو اِسے اللہ تعالیٰ کی رِضا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نیک دعاؤں کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

آیت نمبر:100 میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے میں پہل کرنے والے مہاجرین وانصار اور نیکی کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں کو اپنی رضامندی کی قطعی سند عطا فرمائی اور ان کے لیے جنت کی دائمی نعمتوں کی بشارت سنائی۔

آیت نمبر:103 میں فرمایا: (اے رسول!) مسلمانوں کے مال داروں سے زکوٰۃ لیجیے تاکہ اس کے ذریعے آپ انہیں پاک کریں اور ان کا تزکیہ کریں، بے شک آپ کی دعا ان کے لیے سکون کا سبب ہے۔

آیت نمبر:107 میں ''مسجد ضرار'' کا ذکر ہے، منافقین نے ابوعامر راہب کی سازش سے یہ مسجد بنائی تھی اور حضور کو اس میں نماز پڑھنے کی دعوت دی تاکہ یہ مستند ہو جائے، لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس میں نماز پڑھنے سے منع فرما دیا اور بتایا کہ اس مسجد کے مقاصد یہ ہیں:

(۱) مسلمانوں کو ضرر پہنچانا (۲) کفر کرنا (۳) اہلِ ایمان کے درمیان تفرقہ پیدا کرنا (۴) اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والوں کے لیے سازشوں کا مرکز بنانا۔

اللہ عزوجل نے نبی ﷺ کو فرمایا کہ آپ واپسی کے سفر میں مسجدِ قباء میں قیام کریں جس کی بنیاد تقوے پر رکھی گئی ہے اور جس میں اللہ کے پسندیدہ بندے نماز پڑھتے ہیں، منفی مقاصد کے لیے بنائی ہوئی مسجد اس کے برابر نہیں ہوسکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات بظاہر نیک کام اگر منفی مقاصد کیے لیے کیا جائے تو اللہ کے ہاں اسے قبولیت نہیں مل سکتی۔

آیت نمبر: 111 میں فرمایا کہ اہلِ ایمان کا اللہ تعالیٰ سے سودا ہو چکا ہے اور انہوں نے اپنی جان و مال کو اللہ کو فروخت کر دیا ہے، یعنی وہ اپنا سب کچھ اللہ کی رضا کے لیے قربان کرنے کو ہر وقت تیار رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں جنت کی نعمت عطا فرمائے گا۔

آیت نمبر: 112 میں اہلِ ایمان کی صفات بیان ہوئیں کہ وہ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، اللہ کی حمد کرنے والے، روزے رکھنے والے، رکوع و سجود کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اگلی آیات میں اسلام کا یہ اصول بتایا کہ مشرکوں کے لیے دعاءِ مغفرت نہیں ہوسکتی اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے (عرفی) باپ کے لیے وعدے کی پاسداری میں دعا کی تھی، لیکن جب ان پر واضح ہوا کہ یہ اللہ کا ازلی دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔

آیت نمبر: 118 میں غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے تین صحابہ (کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم) کا بیان ہے کہ انہوں نے جھوٹی بہانہ بازی نہیں کی بلکہ اپنی غلطی کو تسلیم کیا، انہیں ایک ابتلاء کے دور سے گزرنا پڑا، لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کی قبولیت کے لیے اپنے نبی ﷺ پر وحی نازل فرمائی اور یہ ان کا بہت بڑا اعزاز ہے۔

آیت نمبر: 122 میں بیان کیا کہ سارے مسلمان اپنے سارے مشاغل کو چھوڑ کر اپنے آپ کو دین کے لیے وقف نہیں کر سکتے، پس ضروری ہے کہ ہر علاقے اور طبقۂ زندگی میں سے کچھ لوگ دین کی راہ میں نکل کھڑے ہوں اور دین میں مہارت حاصل کریں تاکہ وہ

اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں، یعنی یہ پورے معاشرے پر فرضِ کفایہ ہے۔

آیت نمبر:124 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وحیِ ربانی نازل ہونے سے مخلص مومنوں کے ایمان کو تقویت ملتی ہے اور منافقین اور منکرین کے کفر اور نفاق کی بیماری میں اضافہ ہوتا ہے۔

سورۂ توبہ کی آخری دو آیات شانِ رسالت کے بارے میں اور بڑی بابرکت ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک تمھارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آ گئے ہیں، تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت شاق ہے تمہاری فلاح پر وہ بہت حریص ہیں مومنوں پر بہت شفیق اور نہایت مہربان ہیں اب اگر یہ لوگ منہ پھیرتے ہیں تو آپ کہ دیں کہ مجھے اللہ کافی ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو بعض بزرگوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر ان کی آنکھوں کے درمیان شفقت سے بوسہ دیا، اہلِ مجلس کے دریافت کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ہر نماز کے بعد مجھ پر تین مرتبہ ''صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّد'' کے الفاظ کے ساتھ درود پڑھ کر سورۂ توبہ کی آخری دو آیات تلاوت کرتے ہیں۔

سورۂ یونس

سورۃ یونس مکی سورت ہے۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے دسویں جبکہ ترتیب نزولی کے اعتبار سے اکیاونویں سورت ہے۔ اس سورت میں حضرت یونس علیہ السلام اور آپ کی قوم کا تذکرہ ہے اس لیے اس کو سورۃ یونس کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس سورت میں توحید کے اثبات کے دلائل، شرک کے رد، رسالت محمدی کی حقانیت کے اثبات، قرآن کریم کی حقانیت اور شک کی صورت میں مثل لانے کے چیلنج، حیات بعد الموت اور نفع وضرر کا مالک اللہ ہونے کا بیان ہے۔

آیت نمبر 1 تا 4 میں قرآن کی حقانیت، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت، مومنین کے لیے اجر آخرت، زمین و آسمان کی پیدائش، اللہ کی طرف لوٹ کر جانے اور اللہ کے اذن کے بغیر شفاعت کے نامقبول ہونے، اور صرف اسی کی عبادت کرنے اور انکار کی صورت میں عذاب

الیم کا ذکر ہے۔

آیت نمبر:05 میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو روشنی دینے والا بنایا اور چاند کو روشن بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں تا کہ سالوں کا حساب ہو سکے۔ مزید فرمایا کہ گردشِ لیل ونہار اور زمین و آسمان کی پیدائش میں اہلِ تقویٰ کے لیے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔

آیت نمبر:11 میں بتایا کہ لوگ دنیا کے مفادات طلب کرنے میں جتنی جلدی کرتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ان کی بداعمالیوں کی سزا میں اتنی ہی جلدی فرمائے، تو ان کی موت جلد آ جائے، لیکن انہیں مہلت دی جاتی ہے۔ اگلی آیت میں انسان کی فطری خودغرضی کو بیان کیا کہ جب انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ کھڑے، بیٹھے اور پہلو کے بل ہر حالت میں اللہ سے دعا کرتے ہیں، لیکن جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو رب کو فراموش کر دیتے ہیں۔

آیت نمبر 13 میں گذشتہ امتوں کے رسولوں پر ایمان نہ لانے اور ظلم کرنے کے سبب ہلاکت کا بیان فرمایا اور یہ کہ اب ہم نے تم کو ان کے بعد زمین میں ان کا جانشین بنایا تا کہ ہم ظاہر کریں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

آیت نمبر:15 سے بتایا کہ منکرینِ آخرت کے سامنے جب آیاتِ قرآنی کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں آپ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آئیں یا اس کو تبدیل کر دیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے رسول!) آپ ان سے کہہ دیں کہ مجھے اپنی جانب سے اس میں تبدیلی کا کوئی اختیار نہیں ہے، میں تو صرف وحیِ ربانی کی پیروی کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہارے درمیان اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ گزارا ہے، تو کیا تم سمجھتے نہیں، یعنی اس چالیس سالہ زندگی میں تم نے میرے قول وقرار میں، کردار میں کوئی جھول یا نقص دیکھا ہے۔

آیت نمبر:18 میں فرمایا کہ مشرک اللہ کو چھوڑ کر ایسے باطل معبودوں کو پوجتے ہیں جو انہیں نفع ونقصان پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ یہاں یہ امر پیشِ نظر رہے کہ مشرکوں کے بت اور تمام معبودانِ باطل ''مِنْ دُوْنِ اللہ'' ہیں، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، انبیائے کرام علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے

مقرب بندے اللہ تعالیٰ کے اذن سے سے اس کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے۔

آیت نمبر:22 سے اللہ تعالیٰ نے اپنی مختلف نعمتوں کا ذکر فرمایا جس میں دریاؤں میں بادبانی کشتیوں کا چلنا اور بارش سے انسانوں اور جانوروں کی خوراک کے لیے پودوں اور سبزوں کا اُگنا شامل ہے۔لیکن انسان کی فطرت یہ ہے کہ طوفان کے گرداب میں پھنس جائے ،تو آخری سہارے کے طور پر اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی شروع کردیتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی تیار فصل اچانک کسی آفت کے نتیجے میں تباہ وبرباد ہوجاتی ہے، حالانکہ انسان سمجھتا ہے کہ اب یہ میرے قبضہ وقدرت میں ہے،لیکن حکم صرف اللہ کا چلتا ہے۔آیت نمبر:26 میں بتایا کہ قیامت کے روز نیک اَعمال کرنے والوں کو بہترین جزا ملے گی اور برائی کا ارتکاب کرنے والوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔آیت نمبر 28 میں قیامت کے دن مشرکین اوران کے معبودوں کے درمیان پھوٹ پڑنے اور معبودوں کی ان کی عبادت سے بے خبری کا ذکر فرمایا ہے۔

آیت نمبر:31 سے بتایا کہ اگر ان مشرکوں سے پوچھا جائے کہ زمین وآسمان سے روزی کون عطا کرتا ہے،حیات وموت کس کے قبضہ وقدرت میں ہے اور نظامِ کائنات کو کون چلاتا ہے،تو وہ کہیں گے کہ اللہ،لیکن پھر راہِ راست سے بھٹک جاتے ہیں۔یہ بھی بتایا کہ پہلی بار اسی نے پیدا کیا اور دوبارہ بھی وہی پیدا کرے گا،تو تم حق کو چھوڑ کر فاسد خیالات کی پیروی کیوں کرتے ہو۔قرآن کی حقانیت کے حوالے سے بھی ایک بار پھر منکرین کو چیلنج کیا کہ اگر تمہارے نزدیک یہ اللہ کا کلام نہیں ہے،تو اس جیسی ایک سورت بنالاؤ۔ان آیات میں بار بار اللہ کی قدرت اور آخرت کے بارے میں متنبہ کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ تم لوگ جو مطالبہ عذاب کرتے ہو تو اللہ تمہاری جلد بازی کی وجہ سے اپنے فیصلے نہیں بدلتا، میں اپنی ذات کے لیے نفع اور نقصان کا (ذاتی) اختیار نہیں رکھتا،مگر اسی کا جو اللہ چاہے۔ ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر ہے اور جب وہ وقتِ مقرر آجائے ،تو ایک گھڑی بھی تقدیم وتاخیر نہیں ہوسکتی اور فرمایا کہ کیا تم لوگ ایمان

لانے کے لیے عذاب الٰہی کا انتظار کررہے ہو اس وقت پھر تمہارا ایمان لانا مقبول نہیں ہوگا اور عذاب الٰہی کوئی دھمکی نہیں بلکہ حقیقت ہے۔اور آخرت کی مشکل گھڑی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے اوپر اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ظلم کررکھا ہے تو قیامت کے دن اگر ساری دولت اس کے قبضے میں آجائے تو اس کو اپنے گناہوں کے فدیے کے طور پر دینے کے لیے تیار ہوگا، لیکن وہاں یہ دنیاوی مال و دولت اس کے کسی کام نہیں آئے گا۔

آیت نمبر 41 تا 44 میں فرمایا کہ ان میں سے بعض لوگ آپ کو سنتے ہیں اور بعض دیکھتے ہیں لیکن دل کے کانوں سے سنتے ہیں نہ دل کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں ان کا دیکھنا سننا بے فائدہ ہے۔آیت نمبر 45 میں فرمایا کہ قیامت کے دن کفار یہ گمان کریں گے کہ وہ دنیا میں صرف دن کی ایک گھڑی بھر رہے ہیں۔

آیت نمبر: 57 میں قرآن مجید کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے ایک عظیم نصیحت آئی ہے، جو دلوں کی بیماریوں کے لیے شفاء ہے اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

آیت نمبر 58 میں فرمایا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی منانا چاہیئے۔بعض اہل علم نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش پر خوشی منانے کا اس آیت سے استدلال کیا ہے۔آیت نمبر 59 میں کفار کے حلال وحرام کے خودساختہ فیصلوں کو اللہ کی طرف منسوب کرنے کی مذمت کی گئی ہے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے علم کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا کوئی عمل اور زمین و آسمان میں کوئی ذرہ یا اس سے چھوٹی یا بڑی چیز اللہ کے علم سے باہر یا پوشیدہ نہیں ہے۔

آیت نمبر: 63 سے اولیاء اللہ کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں نہ کسی آنے والی بات کا خوف ہوگا اور نہ ہی کسی گزری ہوئی بات کا رنج و ملال، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور ہمیشہ تقوے پر کاربند رہے، ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بشارت ہے اور آخرت میں بھی، اللہ کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہوتی اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

آیت نمبر 65 میں سرکار دو عالم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے حبیب آپ رنجیدہ خاطر نہ ہو، میں جو سب سرفرازیوں کا واحد مالک ہوں تیرا مددگار ہوں اور مشرکین صرف وہم وگمان اور اٹکل پچو کی پیروی کرتے ہیں۔

آیت نمبر:68 میں فرمایا کہ ان منکروں نے کہا کہ اللہ نے بیٹا بنالیا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ اس سے بے نیاز ہے، تو کیا اس باطل دعوے کی ان کے پاس کوئی دلیل ہے؟۔

آیت نمبر:71 سے نوح علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے کہ میرا تمہارے درمیان رہنا اور تمہیں اللہ کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کرنا کیوں ناگوار ہے جب کہ میں نے تو اللہ پر توکل کیا ہے اور تم سے دعوتِ حق کے صلے میں کسی اجر کا طلب گار بھی نہیں ہوں۔ انہوں نے نوح علیہ السلام کو جھٹلایا، ہم نے نوح اور ان کے پیروکاروں کو نجات دے دی اور آیاتِ الٰہی کو جھٹلانے والوں کو طوفان میں غرق کر دیا۔ اس کے بعد ہم نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو فرعون اور اس کی قوم کے لیے بھیجا، انہوں نے قبولِ حق سے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ ہیں۔ قومِ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جادو قرار دیا اور کہا کہ آپ ہمیں آباء و اجداد کے دین سے پھیرنا چاہتے ہیں اور زمین پر اپنی سرداری چاہتے ہیں، اس کے بعد جادوگروں سے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کا ذکر ہے، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرعونیوں کے ڈر سے قومِ موسیٰ کے تھوڑے سے لوگ ایمان لائے اور فرعون زمین میں متکبر بن بیٹھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر تم اللہ پر ایمان لا چکے ہو تو اسی پر توکل کرو اور پھر انہوں نے دعا کی کہ ہم نے اللہ پر بھروسا کیا اور التجا کی اے پروردگار! تو ہمیں ظالموں کی قوم کے ذریعے آزمائش سے محفوظ فرما اور اپنی رحمت سے قومِ کفار سے نجات عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو حکم دیا کہ مصر میں اپنی قوم کے لیے گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو عبادت گاہ بناؤ اور نماز قائم کرو، یہ حکم اس لیے ہوا کہ بنی اسرائیل کے لیے فرعونیوں کے جبر کی وجہ سے کھلے عام عبادت کرنا مشکل تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ فرعون اور

درباریوں کو چونکہ مال و دولت اور دنیا کی زینت میسر ہے اور اس کے ذریعے وہ لوگوں کو گمراہ کررہے ہیں، تو اے اللہ! تو ان کے مالوں کو تباہ کردے اور ان کے دلوں کو سخت کردے تا کہ وہ دردناک عذاب سے دوچار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے تمہاری دعا قبول کرلی ہے، آپ دونوں ثابت قدم رہیں اور جاہلوں کی پیروی نہ کریں۔

آیت نمبر:90 سے بیان کیا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو سلامتی کے ساتھ سمندر پار کرادیا اور فرعون اور اس کا لشکر عداوت اور سرکشی میں ان کے تعاقب میں آئے، یہاں تک کہ جب سمندر میں غرق ہونے لگے تو فرعون نے کہا: میں اُس ہستی پر ایمان لایا، جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور جس کے سوا کوئی بھی مستحق عبادت نہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سکراتِ موت، موت اور غرغرہ کی کیفیت طاری ہونے سے پہلے تک اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے، لیکن اس مرحلے پر توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو فرمایا کہ آج ہم تیرے (بے جان) جسم کو بچالیں گے، تا کہ تم بعد میں آنے والوں کے لیے نشانِ عبرت بنے رہو۔ قرآن کا یہ معجزہ آج بھی سچا ہے کہ مصر کے فرعون کی حنوط شدہ لاش آج بھی موجود ہے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کی آزادی ان کے رزق میں فراخی اور ان کے آپس کے اختلاف کا ذکر ہے۔

آیت نمبر:96 سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن پر اللہ کے عذاب کا فیصلہ صادر ہو چکا ہو، وہ ایمان سے محروم رہتے ہیں، خواہ ان کے پاس ساری نشانیاں آجائیں، سورۂ یونس کی آخری آیات میں بیان ہوا کہ سرکش قوموں میں سے صرف قومِ یونس ہی ایسی تھی کہ جو عذابِ الٰہی آنے سے پہلے ایمان لے آئے، انہوں نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں رسواکن عذاب سے نجات دے دی۔ اس کی تفصیل کتبِ احادیث اور تفاسیر میں موجود ہے۔ اس کے بعد کی آیات میں فرمایا کہ شرف ایمان سے فقط وہی مشرف ہوتے ہیں جن کی یاوری توفیق الٰہی کرے اور بلاوجہ لوگوں کو توفیق ایمان سے محروم نہیں کردیا جاتا۔

آیت نمبر:104 سے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ آپ کفارِ مکہ سے کہہ دیں

کہ اگر تمہیں میرے دین میں کوئی شک ہے، تو میں کسی بھی صورتِ حال میں تمہارے باطل معبودوں کی عبادت نہیں کروں گا، بلکہ میں اس اللہ کی عبادت کروں گا، جو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے، یعنی جس کے قبضہ وقدرت میں تمہاری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے سوا کسی ایسے باطل معبود کی عبادت نہ کرو جو تمہارے نفع ونقصان پر قادر نہ ہو، اگر (بالفرض) آپ نے ایسا کیا تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔

آیت نمبر: 107 سے فرمایا کہ ہر چیز اللہ کی قدرت واختیار میں ہے، اگر وہ کسی کو تکلیف پہنچانا چاہے تو کوئی بچانے والا نہیں اور اگر وہ کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے، تو کوئی اس کے فضل کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتا، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے، اپنے فضل سے نوازتا ہے اور وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔ اے رسول! کہہ دو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق آچکا، سو جس نے ہدایت کو اختیار کیا تو اس کا فائدہ اسی کو پہنچے گا اور جس نے گمراہی کو اختیار کیا اس کا وبال اسی پر آئے گا اور میں تم پر جبر کرنے والا نہیں ہوں۔ آخری آیت میں اتباع وحی کرنے اور ایذاء کفار پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

سورۃ ہود

سورۃ ہود مکی سورت ہے۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے گیارہویں جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 52 ویں سورت ہے اس سورت میں حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر ہے اس لیے اس سورت کا نام ہود رکھا گیا۔ اس سورت میں توحید، رسالت، بعث بعد الموت، جزاوسزا کے متعلق اسلام کے اصول اور عقائد کا بیان ہے۔

سورۃ ہود کی پہلی آیت میں قرآن کی حقانیت، اس کے مدعا کے واضح ہونے اور صورۃً و معنیً درجہ کمال پر فائز ہونے کا بیان ہے۔ دوسری آیت میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بشیر ونذیر ہونے کا ذکر ہے بعد والی آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے اور اللہ تعالیٰ کے ظاہر و مستور ہر چیز اور ہر عمل کے بارے میں جاننے کا ذکر ہے۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:۱۲

بارہویں پارے کے مضامین

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمۂ کرم پر ہے، وہ اُس کے قیام کی جگہ (اِس سے مراد باپ کی پُشت یا ماں کا رَحم یا زمین پر جائے سکونت ہے) اور سپردگی کی جگہ (اِس سے مراد مکان یا قبر ہے) جانتا ہے، اور یہ سب کچھ روشن کتاب میں مذکور ہے۔ مزید فرمایا: تخلیقِ کائنات کا مقصد انسان کے خیر وشَر کی آزمائش ہے، اس کے بعد کافروں کے حیات بعدالموت کو سحر قرار دینے اوران کی سرکشی کا بیان ہے کہ عذاب میں تاخیر کو احسان شمار کرنے کی بجائے مسلمانوں کو طعنے دیتے ہیں کہ عذاب کو کس چیز نے روک لیا؟۔

آگے چل کر انسان کی خودغرضی کو بیان فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی انسان کو کوئی نعمت عطا کرے، تو وہ اُس پر شکر گزار نہیں ہوتا، لیکن نعمت چھن جانے پر نا اُمید اور ناشکرا ہوجاتا ہے۔

اِسی طرح اگر مصیبت کے بعد کوئی نعمت ملے، تو انسان اِتراتا ہے اور شیخی بگھارتا ہے، البتہ جو ہر حال میں صابر وشاکر رہیں اور عملِ صالح کریں تو اُن کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تسلی کے لیے فرمایا کہ کُفّار طرح طرح کی فرمائشیں کرتے ہیں کہ آپ پر کوئی خزانہ کیوں نہیں نازل کیا گیا اور آپ کی تائید کے لیے فرشتہ کیوں نہ اُترا، آپ اِس پر تنگ دل نہ ہوں، آپ کا کام تو صرف لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرانا ہے۔

اِس سورت میں بھی قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کا انکار کرنے والوں کو چیلنج دیا گیا کہ اپنے تمام حامیوں کو ملا کر اِس جیسی دس سورتیں بنالاؤ۔

آیت نمبر:15 میں فرمایا: دنیا اور اِس کی زینت کے طلبگاروں کو اُن کے اعمال کا اجر اسی دنیا میں مل جائے گا اور آخرت میں اُن کا کوئی حصہ نہیں ہے، اجرِ آخرت کے اعتبار سے

اُن کے اعمال باطل ہیں۔

آیت نمبر 17 میں قرآن کی حقانیت کا انکار کرنے والوں کے لیے نار جہنم کی وعید کا ذکر ہے اور قرآن کے اللہ کی جانب سے حق ہونے اور بغیر کسی شک کے اس پر ایمان لانے کا ذکر ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنے والوں اور اللہ کے راستے سے روکنے والوں کا ذکر ہے کہ قیامت کے دن ان پر گواہ پیش ہونگے کہ یہ اپنے رب پر جھوٹ باندھتے تھے اور ان پر اللہ کی لعنت، ان کے لیے دہرے عذاب اور آخرت میں ان کی یقینی ناکامی کا ذکر ہے۔

آیت نمبر :23 میں بتایا کہ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کئے اور اپنے رب کے حضور عاجزی کی، تو یہ لوگ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

مزید فرمایا: مومن اور کافر کی مثال ایسی ہے، جیسے اندھا اور بینا اور بہرا اور سننے کی صلاحیت رکھنے والا۔

آیت نمبر :25 تا 32 سے پھر نوح علیہ السلام اور اُن کی قوم کے حالات بیان ہوئے کہ نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور انکار پر عذاب الٰہی سے ڈرایا تو قومِ کے سرداروں نے اُن سے کہا: آپ ہم جیسے بشر ہیں اور آپ کے پیروکار پسماندہ اور کم عقل لوگ ہیں، ہماری رائے میں آپ کو ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے بلکہ ہمارے خیال میں آپ (معاذ اللہ) جھوٹے ہیں۔

نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں اپنے رب کی جانب سے واضح دلیل رکھتا ہوں اور اُس نے مجھے رحمت سے نوازا ہے لیکن تم میرے مقام کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، میں تم سے دعوتِ حق کے صلہ میں کسی اجر کا طلب گار نہیں اور نہ ہی میں اہلِ ایمان کو اپنے پاس سے دھتکارنے والا ہوں۔ اور میں نے یہ دعویٰ بھی نہیں کیا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ ہی میں (از خود) غیب جانتا ہوں اور نہ ہی میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ جن لوگوں کو تم اپنی نظروں میں حقیر جانتے ہو، اللہ اُنہیں خیر سے نہیں نوازے

گا۔

قومِ نوح نے کہا کہ آپ نے ہم سے بہت بحث کی، پس جس عذاب سے آپ ہمیں ڈرارہے ہیں، وہ لے آیئے، نوح علیہ السلام نے کہا کہ اللہ چاہے گا، تو تم پر عذاب آجائے گا۔

آیت نمبر: 37 تا 47 سے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنایئے اور ظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی بات نہ کریں، وہ ضرور غرق ہوجائیں گے، پھر وہ کشتی بنانے لگے، جب اُن کی قوم کے سردار اُن کے پاس سے گزرتے تو اُن کا مذاق اُڑاتے۔ نوح علیہ السلام نے کہا کہ وہ وقت آنے والا ہے کہ تمہارا مذاق اُڑایا جائے گا اور تمہیں پتا چل جائے گا کہ رُسوا کن عذاب کس پر آئے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب ہمارا حکمِ عذاب آپہنچا اور تندور ابلنے لگا، تو ہم نے نوح علیہ السلام سے کہا: آپ خود اپنے گھر والوں کے ساتھ اِس کشتی میں سوار ہوجائیں اور اہلِ ایمان کو بھی سوار کرلیں اور ہر چیز کے جوڑے (یعنی نَر و مادہ) کو سوار کرلیں اور اُن کے ساتھ ایمان لانے والے بہت کم تھے۔ نوح علیہ السلام نے کہا کہ یہ دعا پڑھتے ہوئے سوار ہوجاؤ:

بِسۡمِ اللّٰہِ مَجۡرٖىهَا وَ مُرۡسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ

ترجمہ: اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ کے نام سے ہے، بے شک میرا رب ضرور بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

کشتی اُنہیں پہاڑ جیسی موجوں میں لیے جارہی تھی کہ نوح علیہ السلام نے الگ کھڑے اپنے بیٹے سے کہا: اے بیٹے! ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہوجاؤ اور کافروں کے ساتھ نہ رہو۔ اُس (پسرِ نوح کنعان) نے کہا: میں کسی پہاڑ کی پناہ میں آجاؤں گا، جو مجھے پانی سے بچالے گا، نوح علیہ السلام نے کہا: آج اللہ کے حکم کے سوا کوئی بچانے والا نہیں، سوائے اُس کے جس پر اللہ رحم فرمائے، پھر اُن دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی اور وہ ڈوب گیا۔

اللہ کی طرف سے حکم ہوا: اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک ہوگیا، اللہ کا فیصلہ نافذ ہوگیا اور کشتی کوہِ جودی پر ٹھہر گئی۔ نوح علیہ السلام نے اللہ سے التجا کی

: اے پروردگار! میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے کہ میرے اہل کو بچالیا جائے گا۔

اللہ نے فرمایا: اے نوح! وہ آپ کے اہل میں سے نہیں ہے، اُس کے اَعمال ٹھیک نہیں اور جس بات کی حقیقت آپ کو معلوم نہ ہو، اُس کے بارے میں سوال نہ کریں۔ نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی اجتہادی خطا پر مغفرت اور رحم کی دعا کی۔ پھر طوفانِ نوح تھم جانے کے بعد وہ سلامتی کے ساتھ اُتر گئے۔

آیت نمبر: 50 سے قومِ عاد کا ذکر ہے کہ اُن کی طرف دعوتِ توحید دینے کے لیے حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ ہود علیہ السلام نے قوم سے کہا: میں تم سے کسی اجر کا طلب گار نہیں ہوں اور میرا اجر اللہ پر ہے۔ پس تم اپنے رب سے بخشش مانگو، پھر اُس کی بارگاہ میں توبہ کرو، اللہ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا اور تمہاری قوت میں اضافہ فرمائے گا۔

قومِ عاد نے دعوتِ حق کو رَد کر دیا اور ایمان نہ لائے بلکہ ہود علیہ السلام پر طنز کیا کہ ہمارے بعض معبودوں نے تم کو مجنون بنا دیا ہے۔ ہود علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا، میں تمہارے شرک سے بری ہوں اور میں اللہ پر توکل کرتا ہوں اور میں نے حق رسالت ادا کر دیا ہے۔

آیت نمبر: 58 سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب ہمارے عذاب کا وقت آ گیا تو ہم نے اپنی رحمت سے ہود اور اُن کے ساتھ مومنوں کو نجات عطا کی۔ قوم عاد نے اللہ کی نشانیوں اور رسولوں کو جھٹلایا اور دنیا و آخرت میں لعنت کے حقدار قرار پائے۔

آیت نمبر: 61 سے حضرت صالح علیہ السلام اور اُن کی قوم ثمود کے حالات کو بیان کیا گیا۔ حضرت صالح نے کہا: اے میری قوم! اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرو، اُس سے بخشش طلب کرو اور اُس کی بارگاہ میں توبہ کرو، اُس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اِس پر آباد کیا۔

قومِ صالح نے جواب دیا: اے صالح! ہمارے آباء و اجداد کے معبودوں کی عبادت کو روکنے سے پہلے ہمیں آپ سے بڑی اُمیدیں تھیں، لیکن اب ہمیں آپ کی دعوت کے

بارے میں شکوک ہیں۔صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے، اِسے چرنے کے لیے آزاد چھوڑو، اِسے تکلیف نہ پہنچاؤ ورنہ تمہیں عذاب پہنچے گا، اُنہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں، صالح علیہ السلام نے کہا: تم صرف تین دن اپنے گھروں میں مزے اُٹھاؤ، پھر اللہ کا یقینی عذاب آئے گا۔پھر ایک چنگھاڑ نے اُن کو آدبوچا اور وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل اوندھے پڑے رہ گئے،صرف صالح علیہ السلام اور اُن کے ساتھ اہلِ ایمان اِس عذاب سے بچے رہے۔

آیت نمبر:69 سے اِس بات کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے بشری شکل میں آئے، اُنہوں نے اجنبی مہمانوں کے لیے بچھڑے کا بھنا گوشت تیار کیا۔پھر جب اُنہوں نے دیکھا کہ مہمان کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا رہے، تو اُن کو ڈر سا محسوس ہوا، فرشتوں نے کہا: ہمیں قومِ لوط کے عذاب کے لیے بھیجا گیا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کھڑی تھیں، اِس پر وہ مسکرائیں، تو فرشتوں نے اللہ کی طرف سے اُنہیں حضرت اسحاق اور اُن کے بعد حضرت یعقوب کی بشارت دی۔اُنہوں نے حیرت سے کہا: ہم دونوں میاں بیوی بوڑھے ہیں، اِس عمر میں اولاد کیسے ہوگی؟، فرشتوں نے جواب دیا: اے اہلِ بیتِ ابراہیم! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، اللہ کی قدرت پر تمہیں کیوں تعجب ہے؟۔اللہ فرماتا ہے کہ بیٹے کی بشارت سن کر ابراہیم علیہ السلام کا خوف دور ہوگیا اور وہ قومِ لوط کے بارے میں ہم سے بحث کرنے لگے، ابراہیم علیہ السلام بہت بُردبار، اللہ سے آہ وزاری کرنے والے اور اُس کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا کہ اے ابراہیم! اِس عرضداشت سے گریزاں رہیں کہ اِس کا یقینی فیصلہ ہو چکا ہے اور اِن پر نہ ٹلنے والا عذاب نازل ہو کر رہے گا۔

آیت نمبر:77 سے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم (اہلِ سدوم) کی بداَعمالیوں اور حضرت لوط علیہ السلام کے اپنی قوم کی بداَعمالیوں کے باعث فرشتوں کی آمد، قوم کے بداعمال لوگوں کے دوڑ کر آنے حضرت لوط کے ان کو سمجھانے اور ان کے انکار پر مضطرب ہونے کا ذکر ہے۔

جس پر فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو تسلی دی کہ آپ فکر نہ کریں، ہم آپ کے رب کے فرشتے ہیں، یہ آپ اور ہم تک نہیں پہنچ سکیں گے، آپ رات کے آخری حصے میں قوم کی طرف توجہ کئے بغیر ہجرت فرمالیں۔ اس لیے کہ صبح کے وقت اِن پر عذاب آئے گا، جب اللہ کا عذاب آیا تو اُس نے بستی کے اوپر کے حصے کو نیچے کر دیا اور قومِ لوط کے اوپر اللہ کی طرف سے لگاتار نشان زدہ پتھر برسائے گئے۔

آیت نمبر:84 سے حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم اہلِ مدیَن اور اُن کے جرائم کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ ناپ تول میں کمی کرتے، دوسروں کو چیزیں کم تول کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا کہ فساد فی الارض سے باز آجاؤ اور اپنے سے پہلی سرکش اُمتوں کا انجام دیکھ لو۔ لیکن جب اہلِ مدیَن پر حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحتوں کا اثر نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بھی عذاب سے ہلاک فرما دیا۔

آیت نمبر:94 میں فرمایا: جب ہمارا عذاب آیا تو ہم نے اپنی رحمت سے حضرت شعیب اور اُن پر ایمان لانے والوں کو بچا لیا اور ظالموں کو ایک زبردست چنگھاڑ نے پکڑ لیا، تو صبح کو وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے تھے، گویا کہ وہ کبھی آباد ہی نہیں تھے۔

آیت نمبر:96 سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کئے جانے والے نو معجزات کا ذکر کیا۔ پھر فرعون اور اُس کے پیروکاروں کی باطل رَوِش کے باعث اُن کی ہلاکت کا ذکر فرمایا اور دُنیا و آخرت دونوں میں اُنہیں ملعون قرار دیا۔ جن بستیوں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا، اُن میں سے بعض کے آثار موجود ہیں اور بعض کے آثار تک معدوم ہو چکے ہیں، اُن میں سے ہر بستی والے اپنے ظلم کے باعث ہی ہلاک ہوئے، اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں فرماتا۔ لوگ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ جو شخص عذابِ آخرت سے ڈرتا ہو، اُس کے لیے اِس میں نشانی (عبرت) ہے۔

آیت نمبر:106 سے اللہ تعالیٰ نے انجام کے اعتبار سے لوگوں کی دو قسمیں بیان کی ہیں: (۱) سعادت مند (۲) بدبخت۔ بدبختوں کا ٹھکانہ جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں

گے۔ اور نیک بختوں کا ٹھکانہ جنّت ہے، وہ ہمیشہ اِسی میں رہیں گے اور اُن کے لیے اللہ کی طرف سے نہ ختم ہونے والی عطائیں ہیں۔

آیت نمبر 110 میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ جس طرح یہ لوگ قرآن کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں اسی طرح قوم موسیٰ نے تورات کے بارے میں بھی اختلاف کیا تھا اور اللہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

آیت نمبر: 112 سے سرکشی کو چھوڑ کر اَحکاماتِ دین پر اِستقامت اختیار کرنے اور ظالموں کے ساتھ میل جول رکھنے سے بچنے کا حکم دیا گیا اور فرمایا کہ ظالموں سے میل جول کا انجام دوزخ کی آگ ہے۔

آیت: 114 میں دن کے دونوں طرفوں میں اور (ابتدائی) رات کے کچھ حصے میں نماز قائم کرنے کا حکم دیا اور یہ بتایا کہ بیشک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں اور یہ نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔

آیت نمبر: 120 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رسولوں کی تمام خبریں، آپ کے دل کی تسکین اور تقویت کے لیے بیان کرتے ہیں اور اِن میں مومنوں کے لیے نصیحت وعبرت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے توحید و رسالت اور وقوعِ قیامت کے دلائل بھی ہیں۔

آیت نمبر: 123 میں فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں کے سب غیب اللہ ہی کے ساتھ مختص ہیں، ہر کام اُسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے، آپ اُسی کی عبادت کیجئے، اُسی پر توکل کیجئے اور آپ کا رب لوگوں کے اَعمال سے غافل نہیں ہے۔

سورۂ یوسف

سورۃ یوسف مکی سورت ہے۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے بارہویں جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 53ویں سورت ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اِس سورت میں حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر ہے اور قدرِ تفصیل کے ساتھ ہے یہی اس سورت کی وجہ تسمیہ ہے اس

سورت میں یوسف علیہ السلام کے مشکلات کے بعد کامیابی کا ذکر فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے اس میں علم تعبیر الرء یا کا ذکر ہے اور اس بات کا بیان ہے کہ وفا، امانت، عفت، صدق، صبر اور توبہ سے بندہ اللہ کی بارگاہ میں قرب اور مقبولیت حاصل کرتا ہے اور یہ کہ قید ہو یا آزادی توحید اور اللہ کے دین کی دعوت کا عمل جاری رہنا چاہئے اس سورت میں گذشتہ امتوں کی تاریخ، قوانین، نظام حکومت، تجارت اور سزا کے طریقوں کا ذکر ہے۔۔

قرآن نے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے کو ''حسین ترین قصہ'' قرار دیا ہے۔سب سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کا ذکر ہے، اُنہوں نے دیکھا: ''سورج، چانداور گیارہ ستارے اُن کو سجدہ کررہے ہیں''۔اُنہوں نے اپنا یہ خواب اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو بیان کیا۔حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُنہیں فرمایا کہ یہ خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کریں، ورنہ وہ تمہارے خلاف سازش کریں گے۔

قرآن نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور اُن کے بھائیوں کے قصے میں پوچھنے والوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں۔یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے مشورہ کیا کہ یوسف اور اُن کے حقیقی بھائی بنیامین ہمارے والد کو زیادہ محبوب ہیں، حالانکہ ہم ایک جماعت ہیں۔پھر اُنہوں نے مشورہ کیا کہ یوسف کو قتل کردو یا دور کسی ملک میں چھوڑ آؤ، آخرکار والد کا رُجحان ہماری طرف ہوجائے گا۔اُن میں سے ایک قدرے اعتدال پسند بھائی نے کہا کہ یوسف کو قتل نہ کرو، اِسے کسی گہرے کنویں میں ڈال دو، کوئی قافلے والا اِسے اٹھالے جائے گا۔پھر اپنی تدبیر پر عمل کرنے کے لیے اُنہوں نے اپنے والد سے کہا کہ یوسف کے معاملے میں آپ ہم پر بھروسہ کریں ہم اِس کے خیر خواہ ہیں، اِسے کل ہمارے ساتھ بھیج دیں تاکہ وہ پھل کھائے، کھیلے کودے، ہم اِس کی حفاظت کریں گے۔حضرت یعقوب علیہ السلام نے تردد کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری غفلت میں اِسے بھیڑیا چیر پھاڑ ڈالے۔

الغرض وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے گئے اور پھر ایک گہرے کنویں میں ڈال دیا۔اللہ کی قدرت سے ایک قافلے والے آئے، اُنہوں نے پانی نکالنے کے لیے ڈول

ڈالا اور یوسف علیہ السلام جیسا حسین لڑکا ڈول میں بیٹھ کر سلامتی کے ساتھ باہر نکل آیا، اُنہوں نے اُسے مالِ تجارت بنالیا۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف کو چند درہموں کے عوض اُنہی کے ہاتھ بیچ دیا۔

دوسری جانب یوسف علیہ السلام کے بھائی اُن کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر روتے ہوئے باپ کے پاس آئے کہ اُنہیں بھیڑیا کھا گیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ یہ تمہاری من گھڑت بات ہے، لیکن اب میرے لیے صبرِ جمیل ہی بہتر ہے۔ قافلے والوں نے یوسف علیہ السلام کو مصر میں لے جا کر عزیزِ مصر کے ہاں بیچ دیا اور اُس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اِس کو عزت سے رکھو، اِسے ہم اپنا بیٹا بنا لیتے ہیں۔ جب یوسف علیہ السلام پختہ عمر کو پہنچے تو عزیزِ مصر کی بیوی نے (جس کا نام زلیخا بتایا گیا ہے) اپنے گھر میں دروازے بند کر کے اُنہیں دعوتِ گناہ دی۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میں اپنے مُربّی کی احسان کُشی نہیں کر سکتا۔ یوسف علیہ السلام دروازے کی طرف دوڑے اور پیچھے سے عزیزِ مصر کی بیوی نے اُن کی قمیص پکڑی جو پھٹ گئی۔ اِسی اثنا میں اُس کا شوہر سامنے آیا اور عزیزِ مصر کی بیوی نے سارا الزام یوسف علیہ السلام پر لگا دیا چنانچہ خود عزیزِ مصر کی بیوی کے خاندان سے ایک فرد نے گواہی دی کہ اگر یوسف کی قمیص سینے کی جانب سے پھٹی ہے تو یہ قصوروار ہیں اور اگر پُشت کی جانب سے پھٹی ہے، تو عورت قصوروار ہے، اور آپ کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی تو عزیزِ مصر نے کہا: یہ تم عورتوں کی سازش ہے بے شک تمہاری سازش بہت سنگین ہے اور وہ قید کر دیئے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُس عورت نے اُن سے (گناہ کا) قصد کیا اور اُنہوں نے اُس سے بچنے کا قصد کیا، اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے (تو معاذ اللہ) گناہ میں مبتلا ہو جاتے۔ جب یہ چرچا ہوا کہ عزیزِ مصر کی بیوی ایک نوجوان غلام پر فریفتہ ہوگئی ہے، تو عورتوں نے اُس پر طعن کیا اور کہا: کہاں تیرا منصب اور کہاں ایک زَر خرید غلام؟۔ چنانچہ عزیزِ مصر کی بیوی نے ایک دعوت کا اہتمام کیا اور اُن عورتوں کو بلا کر اُن کے ہاتھوں میں پھل کاٹنے کے لیے چھریاں پکڑا دیں اور اچانک اُن کے سامنے یوسف علیہ السلام کو پردے سے

باہر لے آئی، جب اُن عورتوں کی نظر حضرت یوسف علیہ السلام پر پڑی ،تو حسنِ یوسف نے اُن کے ہوش اُڑا دیئے ، اُنہوں نے پھلوں کے بجائے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور کہا: حاشاللہ یہ بشر نہیں ، یہ تو کوئی مُعزز فرشتہ ہے ۔ پھر عزیزِ مصر کی بیوی نے کہا کہ یہی تو وہ پیکرِ جمال ہے، جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں ۔

یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اے پروردگار! گناہ میں مبتلا ہونے سے قید کی مُشقت میرے لیے بہتر ہے اور تیرے ہی کرم سے مجھے اِن عورتوں کی سازش سے نجات ملی ۔ پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام کو قید میں ڈال دیا گیا تو اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اُن کے دو قیدی ساتھیوں نے اُن کے سامنے اپنا اپنا خواب بیان کیا۔ایک نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں انگور سے شراب کشید کر رہا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ میرے سر پر روٹی ہے اور پرندے اُسے کھا رہے ہیں ۔

یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خوابوں کی تعبیر کا علم عطا فرمایا تھا اُنہوں نے بالترتیب دونوں کے خوابوں کی تعبیر بتادی، ایک سے کہا کہ تم دربار میں پہنچو گے اور اپنے آقا کو شراب پلاؤ گے اور دوسرے کو بتایا کہ تمہیں سولی دی جائے گی اور پرندے تمہارا گوشت نوچ کر کھائیں گے اور بالآخر ایسا ہی ہوا۔آپ نے دونوں کو دعوتِ توحید دی ۔ پھر بادشاہ نے ایک خواب دیکھا کہ سات تندرست گائیں ،سات دُبلی گائیوں کو کھا رہی ہیں اور فصل کے سات خوشے سرسبز ہیں اور سات خشک ۔ بادشاہ نے اپنے درباریوں سے خواب کی تعبیر پوچھی لیکن وہ نہ بتا سکے ۔ پھر یوسف علیہ السلام کے قیدی ساتھی کے ذریعے جو اب بادشاہ کا ساتھی بن چکا تھا، یوسف علیہ السلام کے خوابوں کی تعبیر میں مہارت کا علم ہوا، چنانچہ آپ سے رجوع کیا گیا۔ آپ نے تعبیر یہ بتائی کہ سات سال تم پر سرسبزی اور شادابی کے آئیں گے اور پھر سات سال قحط سالی کے آئیں گے۔تمہیں چاہئے کہ آبادی کے سات سالوں میں فاضل پیداوار کو خوشوں میں ہی محفوظ رکھنا تاکہ خشک سالی میں تمہارے کام آئے۔ پھر بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کو دربار میں طلب کیا۔

آپ نے فرمایا کہ جب تک مجھ پر لگنے والے الزام کی صفائی نہ ہوجائے ، میں جیل سے باہر نہیں آؤں گا۔ چنانچہ عزیز مصر نے ان خواتین کو بلایا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے اور ان سے حقیقت حال دریافت کی، سب نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کا اعتراف کیا، اس طرح سے آپ کی براءت ثابت ہوئی اور خود عزیزِ مصر کی بیوی نے بھی اعتراف کرلیا کہ یوسف علیہ السلام پاک دامن ہیں اور میں نے ہی اُنہیں دعوتِ گناہ دی تھی۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ: ۱۳

تیرہویں پارے کے مضامین

حضرت یوسف علیہ السلام اپنی پاکدامنی ثابت ہونے پر تفاخر کا اظہار کرنے کے بجائے اللہ کا شکرادا کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں اپنے نفس کی براءت کا دعویٰ نہیں کرتا، نفس تو برائی کا بہت حکم دینے والا ہے، مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے (اُسے اُس کے نفس کی برائی سے محفوظ فرماتا ہے) بے شک میرا پروردگار بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔ پھر بادشاہ نے یوسف علیہ السلام سے کہا کہ آج کے بعد آپ ہمارے نزدیک مُقتدر اور امانت دار ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اِس ملک کے خزانوں کا انچارج مقرر کردیں، بے شک میں حفاظت کرنے والا، علم والا ہوں یعنی اللہ نے مجھے یہ علم عطا کیا ہے کہ مال کس سے لیا جائے اور کس کو دیا جائے اور قومی خزانوں کی حفاظت کس طرح کی جائے؟۔ اِسی سے علماء نے یہ اُصول وضع کیا ہے کہ عہدے کی تمنا اگرچہ پسندیدہ بات نہیں ہے، لیکن اگر کسی شخص کے سوا کوئی اور عہدے کا اہل نہ ہو تو اہل شخص اپنی خدمات پیش کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ابتلا کے دور سے گزار کر اقتدار عطا کیا۔ پھر جب سارے ملک میں قحط پڑا، تو کنعان سے یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی غَلّہ لینے کے لیے آئے۔ یوسف علیہ السلام نے اُن کو غَلّہ عطا کیا اور کہا کہ آئندہ اپنے دوسرے بھائی کو بھی لے کر آنا ورنہ تمہیں غلہ نہیں ملے گا۔ اور اُنہوں نے بھائیوں کے پیسوں کی تھیلی بھی اُن کے سامان میں رکھوادی۔ پھر برادرانِ یوسف بنیامین کو بھی باپ کی اجازت سے لے کر آئے، تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُنہیں ہدایت کی کہ تم سب ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا تاکہ تم نظرِ بد سے محفوظ رہو۔

جب برادرانِ یوسف اُن کے پاس پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو

روکنے کی ایک خفیہ تدبیر کی کہ بھائی کے سامان میں شاہی پیالہ رکھ دیا اور پھر منادی نے اعلان کیا کہ قافلے والوں میں سے کسی نے چوری کر لی ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا کہ واللہ ہم فساد اور چوری کے لیے نہیں آئے۔ درباریوں نے کہا کہ اگر کسی کے سامان میں پیالہ مل جائے تو اُس کی سزا کیا ہوگی؟، اُنہوں نے کہا کہ اُسے روک لیا جائے۔ بالآخر وہ پیالہ یوسف علیہ السلام کے بھائی کے سامان میں مل گیا اور اِس تدبیر سے اُن کو روک لیا گیا اور اُن کو روکنے کی یہی صورت تھی۔

برادرانِ یوسف نے کہا: اِس سے پہلے اِس کے بھائی بھی چوری کر چکے ہیں، لیکن یوسف علیہ السلام نے حقیقتِ حال کو ظاہر نہیں کیا۔ برادرانِ یوسف نے پیشکش کی کہ بنیامین کے بجائے ہم میں سے کسی کو روک لیا جائے، لیکن ظاہر ہے کہ کسی اور کو روکنا مقصود ہی نہیں تھا۔ برادرانِ یوسف نے واپسی پر یہ واقعہ والد کے سامنے بیان کیا تو اُنہیں ایک بار پھر شدید دکھ ہوا مگر پھر صبرِ جمیل کو اختیار کیا۔ شدّتِ غم سے روتے روتے یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی بینائی بھی چلی گئی اور اُنہوں نے کہا: میں اپنی پریشانی اور غم کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔ پھر یعقوب علیہ السلام نے برادرانِ یوسف کو یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی تلاش میں بھیجا اور کہا کہ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور ان کی تلاش میں اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اللہ کی رحمت سے صرف کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔ ان کے مصر پہنچنے پر بالآخر یوسف علیہ السلام نے حقیقتِ حال بھائیوں پر ظاہر کر دی، وہ شرمسار ہوئے، اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا اور کہا کہ اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے۔ یوسف علیہ السلام نے کہا: اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے اور جو تقوے پر کاربند ہو اور صبر کرے، تو اللہ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔

اِس موقع پر یوسف علیہ السلام نے انتہائی اَخلاقی عظمت کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا۔ اپنی قمیص اُنہیں عطا کی کہ اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈالو (ان شاء اللہ) اُن کی بینائی لوٹ آئے گی اور اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ

۔جونہی برادرانِ یوسف مصر سے چلے،حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: مجھے یوسف کی خوشبو محسوس ہورہی ہے اس پر موجود بیٹے کہنے لگے یہ بھی آپ پر یوسف کی پرانی محبت کا اثر ہے۔۔

الغرض پھر قمیصِ یوسف، حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالتے ہی اُن کی بینائی لوٹ آئی اور اُنہوں نے برادرانِ یوسف کے لیے اللہ کی بارگاہ میں استغفار کی۔ پھر جب یہ قافلہ مصر میں داخل ہوا، تو یوسف علیہ السلام نے نہایت اعزاز کے ساتھ اُن کا استقبال کیا اور جب یہ قافلہ شاہی دربار میں پہنچا تو خاندانِ یعقوبی کے تمام لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کی تعظیم کے لیے سجدے میں گر گئے۔ یوسف علیہ السلام نے کہا: اے میرے باپ! یہ میرے اُس پہلے خواب کی تعبیر ہے، بے شک میرے رب نے اُس کو سچ کر دکھایا اور اُس نے مجھ پر احسان فرمایا۔ یوسف علیہ السلام نے ربِّ ذوالجلال کا اِن کلمات میں شکر ادا کیا: ''اے میرے رب! تو نے مجھے (مصر کی) حکومت عطا کی اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم عطا فرمایا، اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے، مجھے (دنیا سے) مسلمان اُٹھانا اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دینا''۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: یہ غیب کی خبریں ہیں، جس غیب کی ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں۔ قَصَصِ انبیاء میں یوسف علیہ السلام کا قصہ اِس لحاظ سے منفرد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی سورت میں اِسے نہایت تفصیل کے ساتھ اور مربوط کر کے بیان فرمایا لیکن اس تفصیلی اور فرمائشی بیان کے باوجود وہ لوگ ایمان نہیں لائے اور کفر پر ڈٹے رہے۔ اِسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی ایسی نشانیاں ہیں، جن سے لوگ رُوگردانی کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں اور اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ شرک کرنیوالے ہوتے ہیں اور سورت کے آخر میں فرمایا: ''بے شک اِن قصوں میں عقل والوں کے لیے نصیحت ہے''۔

سورۃ الرعد

سورۃ الرعد مکی سورت ہے۔ترتیب مصحف کے اعتبار سے تیرہویں جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 96ویں سورت ہے۔اس کی ایک آیت میں الرعد کا ذکر ہونے کی وجہ سے اس کا نام الرعد رکھا گیا ہے۔اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل اور اللہ تعالیٰ کے مختلف صفات کا ذکر ہے۔حیات بعد الموت کا بیان ہے۔

اِس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی قدرت وجلالت کو بیان کیا گیا ہے،اُس کا بغیر ستونوں کے آسمانوں کو بلندی پر قائم رکھنا،سورج اور چاند کو ایک نظم کے تابع کر کے چلانا، زمین کا پھیلاؤ اور اُس میں پہاڑوں کو لنگر کی طرح قائم رکھنا،دریاؤں کی رَوانی،نظامِ لیل و نہار،طرح طرح کے پھل،انگوروں اور کھجوروں کے باغات اور اُمورِ کائنات کی تدبیر وغیرہ۔پھر فرمایا: اہلِ عقل کے لیے اِس میں نشانیاں ہیں۔

آیت نمبر:8 میں فرمایا کہ اللہ ہر مادہ کے حمل اور رحم کے حالات کو جانتا ہے اور اُس کے نزدیک ہر چیز کا ایک اندازہ ہے۔آیت نمبر 9،10 میں فرمایا کہ اللہ ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو اور آہستہ سرگوشیوں اور بلند آواز کو جانتا ہے۔

آیت نمبر:11 میں قوموں کی سربلندی کا راز بتایا کہ حالات تب بدلتے ہیں جب کوئی خود کو بدلتا ہے۔آگے چل کر فرمایا کہ اللہ تمہیں کبھی ڈرانے کے لیے اور کبھی اُمید دلانے کے لیے بجلی کی چمک دکھاتا ہے اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔

آیت نمبر:13 میں رعد کا ذکر ہے،اجسامِ فلکی یا بادلوں کی رگڑ سے جو آواز پیدا ہوتی ہے،اُس کو ''رعد'' کہتے ہیں اور ایک حدیث کی رُو سے رعد اُس فرشتے کا نام ہے،جو بادلوں کو چلانے پر مامور ہے،چنانچہ فرمایا کہ یہ مُعین فرشتہ اُس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتا ہے اور باقی فرشتے (بھی) اُس کے خوف سے (حمد وتسبیح) کرتے ہیں۔آیت نمبر 14 میں فرمایا کہ پکارنے کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے جو پکار کا جواب سن کر دیتا ہے جبکہ معبودان باطل پکار کے جواب دینے سے عاجز ہیں اور کافروں کی پکار رائیگاں ہے۔آیت نمبر:15 میں فرمایا:

آسمانوں اور زمین میں جو بھی چیز ہے، وہ سب خوشی اور ناخوشی سے اللہ ہی کے لیے سجدہ کر رہی ہے، یعنی مظاہرِ کائنات میں سے ہر چیز کا قادرِ مُطلق کی جانب سے تفویض کی ہوئی اپنی ڈیوٹی کو انجام دینا، یہ اُس کی عبادت ہے۔

آیت نمبر:16 میں فرمایا کہ اللہ کو چھوڑ کر تم کیونکر ایسے باطل معبودوں کی پرستش کرتے ہو، جو (دوسروں کو تو چھوڑیئے) خود اپنے نفع وضرر کے بھی مالک نہیں، کیا بینا اور نابینا، ظلمت اور نور برابر ہوسکتے ہیں؟، کیا مشرکوں کے معبودوں نے بھی اللہ کی طرح کوئی مخلوق پیدا کی ہے؟ (نہیں بلکہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے)۔

آیت نمبر: 17 سے فرمایا کہ آسمان سے برسنے والی بارش کے نتیجے میں ندی، نالے جاری ہوتے ہیں، پھر سیلاب سے بلبلے والے جھاگ پیدا ہوتے ہیں۔ آگے چل کر زمین میں باقی رہنے کے اصول بیان کرتے ہوئے فرمایا: پس رہا جھاگ تو وہ تو (بے فائدہ ہونے کی وجہ سے) زائل ہوجاتا ہے، لیکن جو چیز لوگوں کو فائدہ پہنچاتی ہے، وہ زمین میں باقی رہتی ہے۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ حق اور باطل کے فرق کو واضح کرنے کے لیے اِسی طرح مثالیں بیان فرماتا ہے۔

آیت نمبر:18 میں اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے والوں کے لئے بھلائی ہی بھلائی اور نافرمانوں سے کسی قسم کے فدیے کے قبول نہ کرنے کا بیان ہے۔

آیت نمبر 19 سے بیان فرمایا کہ وہ اہلِ عقل نصیحت حاصل کرتے ہیں جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور پکے عہد کو نہیں توڑتے اور قرابت کے جن رشتوں کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، اُنہیں جوڑے رکھتے ہیں، اللہ کی رضا کی طلب میں صابر رہتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، ظاہراً اور پوشیدہ طور پر اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں، برائی کو بھلائی سے ٹالتے ہیں، اُن کے لیے آخرت کا گھر کتنا پیارا ہے، پھر منکرین کے لیے فرمایا کہ عہد شکنی کرتے ہیں، قطع رحمی کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، اِن پر لعنت ہے اور ان کا برا ٹھکانہ ہے۔

آیت نمبر 26 میں فرمایا کہ کسی کے رزق میں کمی یا زیادتی کرنا صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔

آیت نمبر:28 میں فرمایا کہ سکونِ قلب کی دولت اللہ کے ذکر سے ہی ملتی ہے، مومن نیکوکاروں کے لیے خوشخبری ہے اور بہترین انجام۔

آیت نمبر:31 سے مشرکینِ مکہ کے نارَوا مطالبات کا ذکر ہوا، وہ کہتے ہیں کہ کوئی ایسا قرآن ہوتا کہ جس سے پہاڑ چل پڑتے، زمین پھٹ جاتی، مردے کلام کرنے لگتے، تو اللہ نے فرمایا: یہ سب چیزیں اللہ کے اختیار میں ہیں، مسلمان کافروں کی اِن بیہودہ باتوں سے نااُمید نہ ہوں، اگر اللہ کی مشیت اِس میں ہوتی کہ سب اِطاعت گزار ہوجائیں، تو وہ سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا، یعنی اُس کی حکمت اِسی میں ہے کہ اپنے اختیار سے نیکی کرنے والوں کو جزا ملے اور بدی کرنے والوں کو سزا ملے۔

آیت نمبر 38 میں فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے تھے ان کی بیویاں بھی تھیں اور بچے بھی تھے۔ آگے چل کر یہ بھی بتایا کہ نبی محض کفار کی فرمائش پر نہیں بلکہ اللہ کے اِذن سے معجزات پیش کرتے ہیں۔

سورۂ ابراہیم

سورۃ ابراہیم مکی سورت ہے۔ ترتیب مصحف کے اعتبار چودھویں جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 72 ویں سورت ہے۔ اس سورت کے چھٹے رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے اس لیے اس کا نام ابراہیم رکھا گیا ہے۔

سورۂ ابراہیم کے شروع میں ایک بار پھر قرآن کی حقانیت اور اللہ تعالیٰ کی قدرت واختیار کا ذکر ہوا، لیکن کفار آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتے ہیں، حق کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں اور کجی کے طلب گار رہتے ہیں۔

آیت نمبر:4 میں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کے درمیان جو رسول بھیجا، وہ اُنہی کی زبان بولنے والا تھا تاکہ وہ وضاحت کے ساتھ اللہ کے اَحکام کو بیان کرسکے اور لوگوں پر اللہ

کی حُجّت قائم ہو جائے۔

آیت نمبر:6 سے ایک بار پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنے اللہ کا شکر ادا کرنے اور ناشکری نہ کرنے کا کہا اور فرمایا کہ اگر تمام روئے زمین والے مل کر بھی کفر کو اختیار کریں، تو اللہ تعالیٰ کی قدرت وجلالت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، وہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

آیت نمبر:13 سے بتایا کہ ہر دور کے کافروں نے اپنے عہد کے رسولوں سے لا یعنی اور جہالت پر مبنی بحثیں کیں اور اپنے آبا واجداد کے دین پر ڈٹے رہے اور انبیاء سے معجزات کی فرمائشیں کرتے رہے اور جب لا جواب ہوتے تو انبیاء سے کہتے کہ تم ہمارے دین میں واپس آجاؤ ورنہ ہم تمہیں جلاوطن کردیں گے اور انجامِ کار ہر جابر، سرکش ہلاک ہوا۔

آیت نمبر:18 میں بتایا کہ کافروں کے اعمال کی مثال اُس راکھ کی سی ہے کہ سخت آندھی کے دن تیز ہوا کا جھونکا آئے اور سب اُڑا لے جائے۔

آیت نمبر:21 سے بتایا کہ سب کفار آخرت میں اللہ کی عدالت میں پیش ہوں گے، اُن کے کمزور، اپنے بڑوں سے کہیں گے کہ دنیا میں ہم تمہاری پیروی کرتے تھے، کیا اب اللہ کے عذاب سے نجات کے لیے تم ہمارے کسی کام آؤ گے، وہ کہیں گے کہ ہمیں خود کوئی چھڑانے والا نہیں اِسی طرح شیطان بھی اپنے پیروکاروں سے اپنا دامن جھاڑ لے گا اور کہے گا کہ تم نے اللہ کے سچے وعدے کو رَد کیا اور میرے جھوٹے وعدے کو مانا، سو تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرو، اب ہم ایک دوسرے کے کام آنے والے نہیں۔

آیت نمبر:24 تا 26 میں اللہ تعالیٰ پاکیزہ کلمے کی برکات اور خبیث کلمے کی نحوست کو مثال کے ذریعے بیان فرماتا ہے۔

آیت نمبر 28 اور اس کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ناشکری سے بدلنے والوں اور اللہ کے ساتھ شریک بنانے والوں کے لیے جہنم کی وعید ہے۔

آیت نمبر 31 میں فرمایا کہ میرے مومن بندوں سے کہ دو کہ قیامت سے پہلے نماز قائم کریں اور زکواۃ ادا کریں۔

آیت نمبر: 32 سے ایک بار پھر اللہ تعالیٰ کی کائنات میں پھیلی ہوئی قدرت وجلالت کی نشانیوں کو بیان کر کے فرمایا: اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو، تو شمار نہ کرسکو گے، بے شک انسان بہت ظالم، بہت ناشکرا ہے۔ آیت 35 میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے مکہ کو شہر امن بنانے اور ان کو اور ان کی اولاد کو بت پرستی سے بچانے کی دعا اور بتوں کی مذمت کا ذکر ہے۔

آیت نمبر: 37 سے اُس واقعے کا ذکر ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم سے حضرت ہاجرا اور اسماعیل کو مکے کی بے آب وگیاہ زمین میں چھوڑ کر آئے، تو رخصت ہوتے وقت اللہ سے دعا کی: ''اے ہمارے ربّ! (میں نے) اپنی بعض اولاد کو تیری حرمت والے گھر کے نزدیک بے آب و گیاہ وادی میں ٹھہرادیا ہے، تاکہ وہ نماز کو قائم رکھیں اور لوگوں میں سے بعض کے دلوں کو اِن کی طرف مائل فرما اور اِن کو پھلوں سے روزی عطا فرما۔

آیت نمبر: 39 سے ابراہیم علیہ السلام نے بڑھاپے میں حضرت اسماعیل واسحاق علیہما السلام جیسی اولاد کے عطا کئے جانے پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے یہ دعا کی: ''اے میرے ربّ! مجھے (ہمیشہ) نماز قائم کرنے والا بنادے اور میری بعض اولاد کو بھی، اے ہمارے رب! میری دعا کو قبول فرما، اے ہمارے رب! میری، میرے ماں باپ اور سب مومنوں کی قیامت کے دن مغفرت فرما''۔

آیت 42 سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کو غافلوں کی بداَعمالیوں سے بے خبر نہ سمجھو، اللہ تعالیٰ تو اُنہیں اُس دن تک ڈھیل دے رہا ہے، جس دن دہشت سے سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی، لوگ سر اٹھائے بے تحاشا دوڑ رہے ہوں گے، اُن کی پلک تک نہ جھپک سکے گی اور اُن کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے۔ اُس دن ظالم یہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں کچھ مہلت دے دے تاکہ ہم تیرے پیغام کو قبول کریں اور تیرے

رسولوں کی پیروی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم نے اِس سے پہلے یہ قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ تم پر بالکل زوال نہیں آئے گا۔ تم اُن لوگوں کے گھروں میں رہتے تھے، جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تم پر یہ بھی بالکل واضح ہو چکا تھا کہ ہم نے اُن کے ساتھ کیسا معاملہ کیا تھا۔ اور ہم نے تمہارے لیے مثالیں بھی بیان کر دی تھیں اور اُنہوں نے ایسی گہری (خطرناک) سازشیں کیں کہ اُن سے پہاڑ بھی (اپنی جگہ سے) ہل جائیں اور اللہ کے پاس اُن کی سازشیں لکھی ہوئی ہیں، تو تم اللہ کو اپنے رسولوں سے کئے ہوئے وعدے کے خلاف کرنے والا نہ سمجھو۔ بے شک اللہ بہت غالب انتقام لینے والا ہے۔

آیت :52 میں فرمایا: اور یہ قرآن تمام لوگوں کے لیے پیغام (ہدایت) ہے تا کہ اُنہیں اِس کے ساتھ ڈرایا جائے اور وہ یہ جان لیں کہ ایک اللہ ہی لائقِ عبادت ہے، تا کہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔

آیت نمبر 48 میں قیامت کے دن کی ہولناک ماحول کا ذکر ہے جس دن زمین اور آسمان کی ماہیت بدل جائیگی، مجرم زنجیروں میں جھکڑے جائیں گے اور ان کا لباس تارکول کا ہوگا اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ رہی ہوگی۔

سورۃ الحجر

سورۃ الحجر مکی سورت ہے۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے پندرہویں جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 54 ویں سورت ہے۔ اس سورت کی وجہ تسمیہ اس کی ایک آیت میں الحجر کا مذکور ہونا ہے۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ: ۱۴

چودہویں پارے کے مضامین

چودہویں پارے کی پہلی آیت کا شانِ نزول یہ ہے: حدیث میں ہے کہ اہلِ جہنم جب جہنم میں جمع ہوں گے، تو جہنمی ان گناہگار مسلمانوں پر طعن کریں گے کہ تم تو مسلمان تھے، پھر بھی ہمارے ساتھ جہنم میں جل رہے ہو، پھر اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے گناہگار مسلمانوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں لے جائے گا تو کفار تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو اِس مرحلے پر نجات پا لیتے۔

چودہویں پارے کی ابتدائی آیات میں کفار کے طعن و استہزاء کا ذکر ہے کہ معاذ اللہ وہ رسول کو مجنون کہیں گے اور کہیں گے کہ اگر آپ سچے ہیں، تو فرشتوں کو سامنے لا کر دکھا دیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم فرشتوں کو حق کے ساتھ نازل کرتے ہیں اور پھر کوئی مہلت نہیں دی جائے گی۔

آیت نمبر 9 میں اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود لینے کا ذکر ہے جو بلاشبہ قرآن مجید کا اعجاز ہے۔

آیت نمبر 15، 14 میں فرمایا: اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں اور یہ منکرین خود اس سے چڑھ کر جائیں، تو پھر بھی کہیں گے کہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے، ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے۔

آیت نمبر:17 میں بتایا کہ شیطان فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے آسمانوں پر جاتے ہیں تو ان پر آگ کے کوڑے برسائے جاتے ہیں، یعنی ان کا داخلہ عالمِ بالا میں بند ہے۔

آیت نمبر:19 سے زمین کے پھیلاؤ، اس میں پہاڑوں کے نصب کرنے، سبزے اگانے اور دیگر وسائلِ معیشت کا ذکر ہے اور یہ کہ تمام نعمتوں کے خزانے اللہ کے پاس ہیں۔

آیت نمبر:22 میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس قدرت کا ذکر فرمایا کہ پانی سے لدے

ہوئے بادلوں کو ہمارے حکم سے ہوائیں چلا کر لے جاتی ہیں اور پھر بارش برستی ہے اور بلند فضاؤں میں کسی سہارے کے بغیر اللہ تعالیٰ ہی نے لاکھوں گیلن کے حساب سے پانی اسٹور کر رکھا ہے۔ اور وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور سب کچھ اسی کا ہے۔

آیت نمبر 24 میں فرمایا کہ اگلوں اور پچھلوں سب کا علم اللہ کو ہے اور وہی قیامت کے دن ان سب کو جمع فرمائے گا۔

آیت نمبر: 26 تا 47 میں انسانوں اور جنات کے جوہرِ تخلیق کا بیان ہے کہ انسان کو سڑے ہوئے گارے کی کھنکتی ہوئی خشک مٹی سے پیدا کیا اور جنوں کو بغیر دھویں کی آگ سے پیدا کیا۔ پھر اللہ نے آدم علیہ السلام کا پیکر تخلیق فرمانے کے بعد فرشتوں کو تعظیم کے طور پر انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا، تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کر دیا اور وجہِ انکار اپنے جوہرِ تخلیق کو بتایا۔ پھر اللہ نے اسے اپنے قرب خاص سے نکال کر دھتکار دیا اور قیامت تک اُس پر لعنت ہوتی رہے گی۔ شیطان نے دھتکارے جانے کے بعد قیامت تک کے لیے مہلت طلب کی، جو اسے مل گئی، چنانچہ اُس نے اِس عزم کا اظہار کیا کہ اے اللہ! میں تیرے چنے ہوئے بندوں کے علاوہ سب کو گمراہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے منتخب بندوں پر تیرا داؤ نہیں چلے گا۔ اس مقام پر جہنم کے سات دروازوں کا ذکر ہے، ان دوازوں کے نام یہ ہیں: جَهَنَّمْ ، سَعِيْر، لَظّٰى ،حطمة، سَقَر، جَحِيْم اور هَاوِيَه۔ اس مقام پر یہ بھی بتایا کہ اہلِ جنت کے دل کینوں سے پاک ہوں گے اور وہ اعزاز واکرام کے ساتھ ایک دوسرے کے مقابل مسندوں پر بیٹھے ہوئے ہوں گے۔

آیت 49،50 میں فرمایا کہ میرے بندوں کو میرے غفور رحیم ہونے کی خبر دیجئے اور یہ کہ میرا عذاب دردناک عذاب ہے یعنی خوف اور رجاء دونوں کو اختیار کرنا چاہئے۔ چند آیات میں حضرت ابراہیم ولوط علیہما السلام کا واقعہ بیان ہوا، جس کی تفصیل اس سے پہلے گزر چکی ہے کہ اللہ نے قومِ لوط کی سرکشی کے سبب ان پر سنگ باری کی اور ان کی بستیوں کو تہ وبالا کر دیا۔

آیت نمبر:79 تا84 سے''اصحاب الأیکه''اور''اصحاب الحِجر'' کا ذکر ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی نشانیاں آئیں جس سے انہوں نے اعراض کیا اور ان کی تعمیری صلاحیتوں کا ذکر کیا کہ وہ پہاڑوں کو کھود کر اپنے لیے محفوظ مکانات بناتے تھے لیکن ان قوموں نے انبیاء کو جھٹلایا تو یہ سب کچھ ان کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے اور ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا۔

آیت نمبر:99 میں قرآن مجید کی نعمت اور سورۂ فاتحہ کا خاص طور پر ذکر ہے کافروں کے انجام پر رنجیدہ نہ ہونے اور مسلمانوں پر اپنی ساری محبت نچھاور کرنے کا بیان ہے۔آخری آیت میں فرمایا کہ اپنی آخری سانس تک اللہ کی عبادت کرتے رہیں۔اس آیت میں ان لوگوں کے لیے عبرت ہے جو شریعت پر عمل کے بغیر ولایت کے دعویدار ہیں۔

سورۃ النحل

سورۃ النحل مکی سورت ہے۔ترتیب مصحف کے اعتبار سے سولہویں جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 70 ویں سورت ہے۔اس سورت میں نحل (شہد کی مکھی) کا ذکر ہے اس لیے اس کا نام النحل رکھا گیا ہے۔

اس سورت کے اکثر مضامین میں اللہ تعالیٰ کی توحید، الوہیت، استحقاق عبادت میں منفرد ہونے اور اس پر بے شمار دلائل پر مشتمل ہے اس میں شرک کی مذمت، منکرین عذاب آخرت کے لیے وعید، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کے اثبات کا بیان ہے

کفار نے مکی زندگی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت ایذائیں پہنچائیں آپ برداشت فرماتے رہے آپ سے مسلسل استہزاءً عذاب الٰہی کا مطالبہ کرتے رہے، مکہ میں یہ آپ کے آخری دن تھے اور مدینہ میں کفار کے لیے عذاب کے اسباب موجود تھے اس لیے فرمایا کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اس لیے اے کافرو تم اس کے طلب میں عجلت نہ کرو۔

اس کے بعد فرمایا کہ منصب رسالت اللہ تعالیٰ کی مرضی سے عطا کیا جاتا ہے اور

آسمانوں زمینوں اور انسان کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔

آیت نمبر:05 سے چوپایوں کی پیدائش کا ذکر ہے، جن میں انسانوں کے لیے کئی طرح کے فوائد ہیں، یہ انسانوں کے لیے راحت کا سبب ہیں، اِن میں بعض جانوروں کو کھایا جاتا ہے اور بعض میں دیگر فوائد ہیں، جیسے بھیڑوں کی اون سے گرم لباس حاصل ہوتا ہے، کچھ بار برداری کے کام آتے ہیں اور کچھ سواری کے کام آتے ہیں، جیسے گھوڑے، خچر اور گدھے وغیرہ۔

آیت نمبر 9 میں جبری ہدایت کی نفی ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدھے راستے کے بیان کو اپنے ذمہ کرم پر لیا ہے اور گمراہی اور ہدایت کو قبول کرنا انسان کے اختیار میں ہے

آیت نمبر:11 سے زمین سے پیدا ہونے والے پھلوں اور نعمتوں کا ذکر ہے۔ اور یہ کہ شمس وقمر اور ستارے اسی کے حکم کے تابع ہیں۔ انسان سمندر پر سواری کر کے تلاش رزق کے لیے سفر بھی کرتا ہے اور مچھلیوں کا شکار کر کے تازہ گوشت کھاتا ہے، سمندروں ہی سے مختلف قسم کے زیورات میں استعمال ہونے والی چیزیں نکلتی ہیں۔

اس کے بعد زمین میں پہاڑوں کے گاڑنے، نہروں، منزل پانے کے لیے راستوں، نشان منزل اور ستاروں کا ذکر فرمایا۔ ان تمام نعمتوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ”اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو ان کا احاطہ نہیں کر سکو گے“۔

آیت نمبر:20 سے مشرکوں کے باطل معبودوں کی بے بسی اور بے کسی کا ذکر ہے کہ وہ خود مخلوق ہیں، وہ بے جان ہیں، نعمتِ حیات سے محروم ہیں، انہیں خود اپنے انجام کا کچھ پتا نہیں، جب کہ مسلمانوں کا معبود اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے۔

آیت نمبر:25 میں بتایا کہ جو لوگ گمراہوں کے رہنما ہیں، وہ اپنے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور جن کو انہوں نے گمراہ کیا ہے، ان کا وبال بھی ان پر ہوگا۔ اہلِ تقویٰ اور اہلِ ایمان کو عطا کی جانے والی نعمتوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ ان کی وفات کے وقت فرشتے ان کی پاکیزہ روحوں کا استقبال کریں گے اور ان پر سلام بھیجیں گے۔

آیت نمبر:35 سے ہر دور کے کفار و مشرکین کا ایک عذرِ لنگ بیان کیا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرتے اور نہ ہی اُس کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اللہ کی مشیّت اور ہے اور اللہ کی رضا اور ہے، ایک استاد ایک نالائق شاگرد کو فیل کرتا ہے، تو یہ اس کی خواہش یا رضا نہیں ہوتی بلکہ قانون کا تقاضا ہوتا ہے اور مشیتِ الٰہی قانونِ الٰہی ہے۔

آیت نمبر 36 سے فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے امتوں میں رسول بھیجے انہوں نے توحید کی دعوت دی اور طاغوت سے روکا، جس کے نصیب میں ہدایت تھی وہ ہدایت پا گئے اور جو بد بخت تھے وہ گمراہی کا شکار ہوئے اور آپ خواہ ان کے ہدایت یافتہ ہونے پر کتنے ہی حریص ہوں ,اللہ جسے گمراہ کر دیتا ہے اسے ہدایت نہیں دیتا۔ کفار کی قسمیں کھا کر وقوع قیامت کے انکار پر بتایا کہ قیامت ضرور آئے گی۔

آیت نمبر:40 میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی جلالت کو اس طرح بیان کیا کہ جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں، تو ہمارے ''کُنْ'' (ہوجا) کہتے ہی وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔ آیت نمبر 41 میں مہاجرین کے لیے دنیا میں بہترین ٹھکانے اور آخرت میں بڑے اجر کا بیان ہے۔

آیت نمبر:43 سے اللہ تعالیٰ نے نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمایا کہ: آپ سے پہلے بھی ہم نے مردوں کو رسول بنایا تھا، جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے اور حقانیت کے واضح دلائل اور کتابیں بھی بھیجی اور (اے رسول!) ہم نے آپ کی طرف بھی قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو ہمارے وہ احکام وضاحت کے ساتھ بتا دیں جو ان کی طرف اتارے گئے ہیں۔ قرآن نے یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ تم نہیں جانتے وہ اہلِ علم سے پوچھ لو۔

آیت نمبر 45 سے فرمایا کہ اسلام اور داعی اسلام کے خلاف سازشیں کرنے والے کفار کو اللہ کے عذاب سے بے پرواہ نہیں ہونا چاہئے جو ان کے پاس کسی بھی صورت میں

آ سکتا ہے۔

آیت نمبر:48 سے اللہ تعالیٰ نے اس امر کو بیان فرمایا کہ کائنات کی ہر چیز اللہ کی بارگاہ میں مصروفِ عبادت ہے، یہاں تک کہ چیزوں کا سایہ جو دائیں اور بائیں جھکتا ہے وہ بھی اللہ کو سجدہ کر رہا ہوتا ہے۔

آیت نمبر 51 سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، ہر چیز اس کی ملک ہونے، ہر نعمت اس کی طرف سے ہونے اور اللہ کی اطاعت لازمی ہونے کا بیان ہے۔اور مشرکین کا مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کی جناب میں گڑگڑانے اور مصیبت دفع ہونے کی صورت میں دوبارہ شرک کرنے کا بیان ہے۔

آیت نمبر 56 میں کفار کا اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے بتوں کے لیے حصے مقرر کرنے کی مذمت ہے۔

آیت نمبر:57 سے بتایا کہ مشرک اللہ کی طرف بیٹیوں کی نسبت کرتے ہیں، وہ ان تمام نسبتوں سے پاک ہے،(ان کا اپنا حال یہ ہے کہ)اگر ان کو بیٹی کی پیدائش کی خبر دی جائے تو ان کا چہرکالا پڑ جاتا ہے اور وہ غصے سے بھر جاتے ہیں،(بیٹی کی پیدائش کو) بری خبر جانتے ہوئے، اپنی قوم سے چھپتے پھرتے ہیں کہ بیٹی کو ذلت اٹھا کر زندہ رکھیں (یا رسوائی سے بچنے کے لیے)اسے زندہ درگور کر دیں۔اس سے معلوم ہوا کہ جس عہد میں قرآن نازل ہو رہا تھا، اُس میں بیٹیوں کے حوالے سے لوگوں کی سوچ کیا تھی ، پھر اسلام نے عورت کو ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کے روپ میں کتنا تقدس عطا کیا۔

آیت نمبر 60 میں گناہوں پر اللہ کے جلد مواخذہ نہ کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اللہ لوگوں کو فوراً پکڑتا تو زمین پر کوئی جاندار باقی نہ بچتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ آگے اور پیچھے نہ ہونے والے مقررہ میعاد تک مہلت دیتا ہے۔

آیت نمبر 64 میں فرمایا اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس لیے نازل کی ہے تا کہ آپ اس چیز کو صاف بیان کر دیں جس میں یہ اختلاف کرتے ہیں اور یہ کتاب مومنوں کے

لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

آیت نمبر:66 سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بیان کی گئیں کہ دودھ دینے والے جانوروں کے پیٹ میں خوراک جاتی ہے اور ان کے معدے کے ایک ہی کارخانے میں رنگین، بدبودار اور ناپاک گوبر پیدا ہوتا ہے اور خون بنتا ہے اور ان دونوں ناپاک رنگین چیزوں کے درمیان ہی میں چاندنی کی طرح چمکتا ہوا صاف، شفاف، سفید اور پاکیزہ دودھ بنتا ہے۔ اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے رزق اور میٹھے شربت بننے کے عمل میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

آیت نمبر:68 سے شہد کی مکھی کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹی سی مخلوق کو پہاڑوں، درختوں اور چھپروں میں اپنا مستحکم گھر بنانے کا شعور عطا کیا، پھر شہد کی مکھی طرح طرح کے پھولوں کا رَس چوس کر آتی ہے اور اس کے معدے کے کارخانے میں شہد بنتا ہے جس میں انسانیت کے لیے شفاء ہے۔

آیت نمبر 70 میں انسان کی پیدائش، وفات اور بڑھاپے کا طاری کرنا اللہ کی طرف سے ہونے کا بیان ہے۔

آیت نمبر:71 تا72 سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے اپنی حکمت سے بعض لوگوں کو بعض پر روزی میں فضیلت عطا کی، اللہ نے انسانوں ہی میں سے انسانوں کے لیے جوڑے بنائے اور پھر بیٹوں اور پوتوں یعنی اولاد کی نعمت عطا کی اور پاکیزہ رزق عطا کیا، پھر بھی لوگ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔

آیت نمبر:75 سے اللہ تعالیٰ مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک مجبور و بے اختیار غلام ہے، جو کسی چیز کا مالک نہیں اور دوسرا وہ ہے کہ جس کے پاس رزق کی فراوانی ہے اور وہ ظاہراً اور پوشیدہ طور پر اس میں سے خرچ کرتا ہے، اسی طرح ایک شخص گونگا ہے اور کوئی کام نہیں کر سکتا اور اپنے مالک پر بوجھ ہے، جہاں بھی اسے بھیجا جائے کوئی خیر کی خبر نہیں لاتا اور دوسرا وہ شخص ہے جو راہِ راست پر ہے اور نیکی کا حکم دیتا ہے، کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟، یعنی جب

بے اختیار اور با اختیار، بے فیض اور فیض رساں بندے برابر نہیں ہو سکتے ،تو بُت اللہ کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟۔اگلی آیت میں فرمایا کہ قیامت پلک جھپکنے یا اس سے بھی کم وقت میں قائم ہوجائے گی۔اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ نے تمہیں سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں عطا کیں تا کہ تم اللہ کے شکر گزار بندے بنو۔

آیت نمبر:79 میں فرمایا کہ جو پرندے فضاؤں میں اڑتے ہیں، اُنہیں اللہ ہی تو بغیر کسی سہارے کے فضا میں قرار عطا کرتا ہے۔

آیت :80 میں آرام دہ گھروں ،جانورں کی کھالوں ،مویشیوں کے اون، پشم اور بالوں سے حاصل ہونے والے فوائد کا ذکر ہے۔چیزوں کے سایہ کرنے ، پہاڑوں میں پناہ گاہوں، گرمی اور جنگ سے بچانے والے لباس جیسی نعمتوں کا ذکر ہے۔یعنی یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار ہیں۔

آیت نمبر 86 سے فرمایا کہ مشرکین جن معبودوں کو پوجتے ہیں کل بروز قیامت وہ ان سے بے زاری کا اظہار کرینگے اور ان کو جھوٹا ثابت کر کے اللہ کی بارگاہ میں عاجزی پیش کریں گے ان کو دہرا یعنی اپنے کفر اور دوسروں کو حق سے روکنے کا عذاب ملے گا۔

آیت :89 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہم ہر امت کے خلاف انہی میں سے ایک گواہ (یعنی اس عہد کے نبی اور رسول) پیش کریں گے اور (اے رسولِ کریم!) ہم ان سب پر آپ کو گواہ بنا کر پیش کریں گے،یعنی ہر نبی اللہ کی عدالت میں گواہی دے گا کہ اُس نے دعوتِ حق کا فریضہ انجام دیا تھا اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سب نبیوں کی گواہیوں کی تصدیق کریں گے۔

آیت نمبر:90 قرآن مجید کی آیات ''جامع الاحکام''میں سے ایک آیت ہے، جسے تقریباً ہر خطبے میں پڑھا جاتا ہے کہ اللہ عدل، احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے، بے حیائی ، برائی اور سرکشی سے روکتا ہے،تم اُس کی نصیحت کو قبول کرو۔

آیت :91 میں وعدے کی پاسداری کا حکم دیا اور قسمیں کھا کر توڑنے سے منع فرمایا۔

دنیاوی فائدے کے لیے یا دھوکہ دہی کے لیے قسمیں کھانے کو معیوب قرار دیا اور فرمایا کہ: ان لوگوں کی مثال اس عورت جیسی ہے، جو سوت کاتتی ہے اور پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے، یعنی محنت کر کے اسے ضائع کر دیتی ہے۔

اگلی آیات میں فرمایا کہ دنیا کے حقیر اور ناپائیدار فائدے کے لیے اللہ کے عہد کو نہ توڑو، دائمی اور ابدی نعمتیں صرف اللہ کے پاس ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ ہر مومن مرد اور عورت جو نیک کام کریں گے تو ہم ان کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ان کو بہترین جزا دیں گے۔

آیت نمبر:98 میں یہ تعلیم دی کہ قرآن مجید کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھنا چاہیے اور یہ کہ شیطان کا زور مومنوں پر نہیں صرف اپنے دوستوں اور مشرکوں پر چلتا ہے۔

آیت نمبر 101 میں ایک آیت کی جگہ دوسری آیت لانے کے خلاف کفار کی ہرزہ سرائی کا ذکر ہے فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے جو وہ نازل کرتا ہے

آیت نمبر:103 سے بتایا کہ جب نبی امی کی زبان سے اعلیٰ ترین درجے کی فصاحت و بلاغت کے حامل قرآن کا معجزہ کفارِ مکہ کے سامنے پیش ہوا اور وہ اس کے بار بار کے چیلنج کا جواب نہ دے سکے تو یہ کہنے لگے کہ ان کو کوئی بشر یہ کلام سکھاتا ہے اور ان کی دلیل کی کمزوری کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ قرآن فصیح و بلیغ عربی میں ہے اور جس شخص کی طرف انہوں نے سکھانے کی نسبت کی، وہ عجمی ہے۔

آیت نمبر:106 میں ایک حکم بیان ہوا کہ اگر کوئی مسلمان کفار کے نرغے میں آجائے اور کافر اُسے قتل کرنے کی دھمکی دے کر کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کریں، اگرچہ عزیمت تو یہ ہے کہ جان چلی جائے، مگر کلمۂ کفر زبان پر نہ آئے، مگر پھر بھی کم ہمت لوگوں کو یہ رخصت دی گئی کہ اگر دل میں ایمان قائم ہے، تو جان بچانے کے لیے کلمۂ کفر کہنے سے انسان ایمان سے محروم نہیں ہوتا۔

آیت نمبر:112 میں اللہ تعالیٰ ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے کہ وہ بستی بے خوف وخطر تھی، ہر طرف سے اطمینان تھا، ہر جگہ سے بستی والوں کے لیے کشادہ روزی آتی تھی، پھر انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی ،تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بداعمالیوں کے سبب ان کو بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا، یعنی ان پر بھوک اور خوف کو ایک عذاب کی صورت میں مسلط کر دیا۔

آیت نمبر 114 میں اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے حلال طیب رزق سے کھانے اور اس کا شکر ادا کرنے کا حکم فرمایا۔

آیت نمبر:115 میں اللہ تعالیٰ نے چار محرمات قطعیہ کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر کوئی حالتِ اضطرار میں ہو اور جان بچانے کے لیے کوئی حلال چیز میسر نہ آئے ،تو محض جان بچانے کی حد تک وہ ان سے استفادہ کر سکتا ہے۔آیت نمبر 116 میں خود ساختہ حلال اور حرام کے قوانین مقرر کرنے کی مذمت ہے۔

آیت نمبر:119 میں ایک بار پھر اس رعایت کا بیان ہوا کہ اگر بندہ نادانی میں گناہ کر بیٹھے اور احساس ہونے پر سچے دل سے توبہ کر کے نیکی پر کاربند ہو جائے تو اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

آیت نمبر:120 سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفاتِ کریمہ کا بیان ہوا کہ وہ اپنی ذات میں ایک امت تھے،توحید پر قائم اور شرک سے دور تھے، اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے اور اللہ نے انہیں ''صراطِ مستقیم'' کی ہدایت سے نوازا تھا، انہیں دنیا میں بھی اچھائی عطا فرمائی اور وہ آخرت میں بھی نیکو کاروں میں ہوں گے۔

آیت:123 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملتِ ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا۔

آیت نمبر:125 میں دعوتِ دین کے اسلوب کو بیان کیا گیا ہے کہ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلاؤ (اور اگر بحث کی نوبت آئے) تو احسن طریقے سے حجت قائم کرو اور مشکلات میں صبر وتحمل کا مظاہرہ کرو کہ صبر کی توفیق اللہ تعالیٰ کی عطا سے

ملتی ہے اور اس کا بدلہ بھی اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔

آخر میں فرمایا کہ اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں اور نیک کام کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:۱۵

پندرہویں پارے کے مضامین

سورۂ بنی اسرائیل

سورۃ بنی اسرائیل مکی سورت ہے ترتیب مصحف کے اعتبار سے سترہویں جبکہ ترتیب نزولی کے اعتبار سے 50ویں سورت ہے۔اس سورت میں بنی اسرائیل کا ذکر ہے اس لیے اس کا نام بنی اسرائیل رکھا گیا، اس سورت میں مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر اسراء کا ذکر ہے، اس لیے اس کو سورۃ الاسراء بھی کہتے ہیں۔

اس سورت میں معجزہ معراج کا ذکر اور بنی اسرائیل کا تفصیلی ذکر ہے۔تخلیق کائنات سے ذات باری تعالیٰ اور توحید پر دلائل، مشرکین کے رد، قرآن کی حقانیت کے دلائل، تکریم انسانیت، نماز اور خصوصاً نماز تہجد کا بیان ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزۂ معراج کی پہلی منزل مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کا ذکر صراحت کے ساتھ ہے۔ یہ تاریخِ نبوت، تاریخِ ملائک اور تاریخِ انسانیت میں سب سے حیرت انگیز اور عقلوں کو دنگ کرنے والا واقعہ ہے، اس کی مزید تفصیلات سورۂ النجم اور احادیث میں مذکور ہیں۔

آیت نمبر:4 سے بیان ہوا کہ بنی اسرائیل کو بائبل میں بتا دیا گیا تھا کہ وہ زمین میں دو مرتبہ فساد اور سرکشی کریں گے، چنانچہ یہ دونوں مواقع آئے اور اللہ نے ان پر جابر بندے مسلط کئے۔

آیت نمبر 11 میں انسان کی جلد باز فطرت کا ذکر ہے۔

آیت نمبر:12 میں بتایا کہ ہم نے نظامِ لیل ونہار کو اپنی قدرت کی دو نشانیاں بنائیں اور ہم نے دن کو روشن بنایا تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور سالوں کی گنتی اور حساب کو جان لو۔

آیت نمبر:13 سے بتایا کہ ہم نے ہر انسان کا اعمال نامہ اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے، (یعنی اللہ کی قضا وقدر میں جو طے ہے وہ ہو کر رہے گا) اور قیامت کے دن یہ اعمال نامہ ایک کھلی ہوئی کتاب کی صورت میں ہوگا، (بندے سے کہا جائے گا) اپنا اعمال نامہ پڑھو، آج تم خود ہی احتساب کرنے کے لیے کافی ہو، جس نے ہدایت کو اختیار کیا تو اس کا فائدہ اسی کو پہنچے گا اور جس نے گمراہی کو اختیار کیا تو اس کا وبال بھی اسی پر آئے گا اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں، جب تک کہ (اِتمامِ حجت کے لیے) ہم رسول نہ بھیج دیں۔

اگلی آیت میں قدرت کا ایک قانون بیان کیا ہے کہ: جب ہم کسی بستی والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں، تو اس کے عیش وعشرت کے دلدادہ لوگوں کو اپنے احکام بھیجتے ہیں، پھر وہ ان احکام کی نافرمانی کر کے عذاب کے مستحق ہوجاتے ہیں اور یوں ہم ان کو تباہ وبرباد کردیتے ہیں۔

آیت نمبر:18 میں فرمایا کہ جو صرف دنیا کے فائدے کا طلبگار رہو، ہم اس کو اس دنیا میں جتنا چاہیں دے دیتے ہیں اور پھر اس کا انجام جہنم ہوتا ہے۔

آیت نمبر:19 میں فرمایا: اور جو شخص آخرت کا طلبگار ہو اور اس کے لیے ایمان کے ساتھ بھرپور کوشش کرے تو ایسے لوگوں کی سعی اللہ کی بارگاہ میں اجر کی حقدار قرار پائے گی۔

آیت نمبر 21 میں ایک دوسرے پر دنیا میں فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آخرت کے بہت بڑے درجات ہیں اور اس کی فضیلت بہت بڑی ہے۔

آیت نمبر:23 میں والدین کے حقوق کی جانب متوجہ کرتے ہوئے فرمایا اور تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو اور اگر تمہاری زندگی میں وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے، تو ان کو اف تک نہ کہو، ان کو جھڑکو بھی نہیں اور ان کے ساتھ ادب سے بات کرو اور ان کے لیے عاجزی اور رحم دلی کا بازو جھکائے رکھو اور یہ دعا کرو: ''اے میرے رب! ان پر رحم فرمانا، جیسا کہ انہوں نے بچپن میں رحم کے ساتھ میری پرورش کی''۔

آیت :26 میں قرابت داروں، مسکینوں اور مسافروں کے حقوق ادا کرنے اور فضول خرچی سے اجتناب کا حکم ہے اور یہ کہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور اگر تنگدستی کے سبب خرچ نہ کر سکو تو ان سے نرم بات کرو۔

آیت نمبر :29 سے تسلسل کے ساتھ احکام کا بیان ہے:

(۱) خرچ کرنے میں بُخل، حرص اور فضول خرچی کے درمیان میانہ روی کو اختیار کرنا، یعنی نیک کاموں میں کھلے دل سے خرچ کرنا، مباح کاموں میں اعتدال کے ساتھ خرچ کرنا اور ناجائز کاموں میں بالکل خرچ نہ کرنا۔

(۲) افلاس کے خوف سے اولاد کو قتل کی ممانعت اور یہ کہ سب کا رازق اللہ ہے۔

(۳) زنا کی ممانعت۔

(۴) قتلِ ناحق کی ممانعت اور قصاص لینے میں حدِ اعتدال میں رہنے کا حکم۔

(۵) یتیم کا مال کھانے کی ممانعت اور اس کے بالغ ہونے تک اس کے مال کی حفاظت۔

(۶) وعدے کو پورا کرنے کا حکم۔

(۷) ناپ تول میں خیانت کی ممانعت۔

(۸) جس چیز کا علم نہ ہو اس کے درپے ہونے کی ممانعت بے شک کان آنکھ اور دل ان سب سے روز قیامت سوال کیا جائے گا۔

(۹) تکبر اور اِترا کر چلنے کی ممانعت۔

(۱۰) شرک کی ممانعت۔

(۱۱) یہ بھی بیان ہوا کہ کسی کی روزی کی کشادگی یا تنگی کا مدار اس کی فضیلت یا بے قدری نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ومشیت کا معاملہ ہے۔ ان تفصیلات کے بعد فرمایا: (اے رسول!) یہ وہ حکمت کی باتیں ہیں جن کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے۔

آیت نمبر :40 میں کفار اور مشرکین کی اس خبیث فطرت کو بیان کیا کہ خود تو بیٹوں کی تمنا کرتے ہیں اور اللہ کی طرف بیٹیوں کی نسبت کرتے ہیں کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

آیت نمبر: 44 سے بیان فرمایا: ''سات آسمان اور زمینیں اور جو بھی ان میں ہیں، اپنے اپنے انداز میں اس کی تسبیح کر رہے ہیں اور ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہی ہے، لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے''۔

آیت نمبر: 45 سے فرمایا کہ منکرینِ آخرت قرآن کی تعلیمات سے استفادہ کرنے سے محروم رہتے ہیں اور ان کے دل و دماغ حق کو قبول کرنے کی سعادت سے محروم ہیں۔ وہ فصیح و بلیغ قرآن سن کر بھی نبی پر سحر زدہ ہونے کے طعن کرتے ہیں۔

آیت نمبر: 49 میں بتایا کہ منکرینِ آخرت کہتے ہیں کہ جب ہماری ہڈیاں (گل سَڑ کر) ریزہ ریزہ ہو جائیں گی، تو کیا ہمیں از سرِ نو پیدا کیا جائے گا؟، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے خیال میں بہت سخت ہو، وہی ربِ ذوالجلال دوبارہ پیدا کرے گا جس نے تم کو پہلی بار پیدا کیا۔ آیت نمبر 52 میں عمدہ بات کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

آیت نمبر: 56 میں بتایا کہ باطل معبود اپنے پوجنے والوں کی تکلیف کو دور کرنے یا بدلنے پر قادر نہیں ہیں۔ آیت نمبر: 61 سے ایک بار پھر فرشتوں کے آدم کو سجدہ کرنے اور شیطان کے انکار کا ذکر ہے اور اس بات کا بھی کہ شیطان جو کچھ بھی کرلے اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں پر اس کا داؤ نہیں چلے گا۔ آیت نمبر 67 میں فرمایا کہ جب یہ سمندری طوفان میں گر جاتے ہیں تو معبودانِ باطل کی بجائے صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں لیکن نجات کی صورت میں یہ لوگ پھر شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

آیت نمبر: 68 سے مشرکوں کو متنبہ کیا گیا کہ اگر ان پر کوئی آفت آ گئی یا انہیں خشک سرزمین پر کہیں دھنسا دیا گیا یا کسی اور مصیبت میں مبتلاء کیا گیا تو اللہ کے سوا کوئی نجات دلانے والا نہیں ہے۔

آیت نمبر: 70 میں بنی آدم کی عزت و کرامت کا ذکر ہے کہ اللہ نے بنی آدم کو اپنی مخلوقات میں سے بہت سوں پر فضیلت عطا کی۔ آیت نمبر 71 میں انسانوں کے اپنے

پیشواؤں کے ساتھ بلائے جانے اور دائیں ہاتھ سے اعمال نامہ لینے والوں کی کامیابی کا بیان ہےاور جو دنیامیں حق سے اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔

آیت نمبر 73 سے کفار کے آپ ﷺ کو راہ حق سے ہٹانے کے باطل ارادوں کا ذکر فرمایا اللہ تعالیٰ نے حق کے راستے میں آپ کی ثابت قدمی کو اپنا فضل وکرم بتایا۔آپ کو جزیرہ عرب سے نکالنے کی کفار کے سازش کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو بھی جائیں تو برے انجام سے بچ نہیں سکیں گے۔

آیت نمبر:78 سے اشارۃً پانچ نمازوں کا حکم ہے، فجر کی فضیلت کا بیان، نمازِ تہجد کی ترغیب اور رسول اللہ ﷺ کے لیے مقامِ محمود (جو مقامِ شفاعتِ کبریٰ ہے) عطا کئے جانے کا بیان ہے۔

آیت:81 سے حق کی آمد اور باطل کے نیست و نابود ہونے کا بیان ہےاور یہ کہ قرآن میں اہلِ ایمان کے لیے شفاء اور رحمت ہے۔آیت نمبر 83 میں انسان کی اس فطرت کا ذکر ہے کہ نعمتوں پر ناشکری اور مصیبت پر ناامیدی کا اظہار کرتا ہے۔

آیت نمبر:85 میں اس امر کا بیان ہے کہ یہود نے رسول اللہ ﷺ سے روح کے بارے میں سوال کیا،تو اللہ نے فرمایا کہ:"(اے رسول!) کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہےاور تم کو محض تھوڑا سا علم عطا کیا گیا ہے"۔اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جن چیزوں کی حقیقت جاننے پر ہدایت ونجات موقوف نہیں ہے، ان کے درپے ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

آیت نمبر 88 میں ایک بار پھر قرآن کا مثل لانے کا چیلنج اور کافروں کی عجز کا ذکر ہے۔

آیت نمبر:90 سے مشرکینِ مکہ کے بعض فاسد مطالبات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے کہا ہم اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لائیں گے،حتیٰ کہ (۱) آپ ہمارے لیے زمین سے پانی کا کوئی چشمہ جاری کردیں۔(۲) یا آپ کھجوروں اور انگوروں کے باغات کے مالک بن جائیں،جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں (۳) یا آپ ہمیں جس عذاب سے ڈراتے

ہیں، وہ لے آئیں یا آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دیں (۴) یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے بے حجاب لے آئیں (۵) یا آپ کے لیے سونے کا گھر ہو (٦) یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور پھر آسمان سے ہم پر کتاب نازل کریں جس کو ہم پڑھیں ۔ ان سب مطالبات کے جواب میں اللہ نے فرمایا: (اے رسول کہہ دو) میرا رب ہر عیب سے پاک ہے، (میں کوئی شعبدے باز نہیں ہوں بلکہ) میں ایک بشر ہوں جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا۔

آیت نمبر: 94 سے کفارِ مکہ کے اس اعتراض کا ذکر ہے کہ اللہ نے بشر کو رسول بنا کر کیوں بھیجا، یعنی کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (اے رسول!) کہہ دو اگر زمین میں فرشتے بستے اور اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم ان پر آسمان سے فرشتہ ہی رسول بنا کر نازل کرتے، یعنی نبی اور رسول جس مخلوق کی طرف مبعوث ہوتے ہیں، اس کی جنس سے ہوتے ہیں۔ ان آیات میں یہ بھی بتایا کہ منکرین آخرت کو ان کے مونہوں کے بَل اندھا، گونگا اور بہرا بنا کر اٹھایا جائے گا اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

آیت نمبر 100 میں فرمایا کہ آپ کہیے اگر بالفرض تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو تم خرچ کے ڈر سے ان کو روکے رکھتے اور (دراصل) انسان ہے ہی بخیل۔

آیت نمبر 101 سے موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزات عطا کئے جانے، فرعون کا آپ کو ساحر کہنے، فرعون کے غرق ہونے اور بنی اسرائیل کے زمین میں آباد ہونے کا ذکر ہے۔

آیت نمبر: 105 میں قرآن مجید کو بتدریج یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کی حکمت یہ بتائی کہ رسول ان پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں، ان کے لیے قرآن کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ مشرکینِ مکہ اعتراض کرتے کہ کبھی آپ اللہ کہتے اور کبھی رحمان کہتے ہیں، ہم تو رحمان کو نہیں جانتے، تو اللہ نے فرمایا: (اے رسول!) کہہ دیجئے کہ (معبودِ برحق کو) تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر پکارو تم اسے جس نام سے بھی پکارو، سب اُسی کے نام ہیں اور اسے پکارنے میں میانہ روی سے کام لو۔ آخری آیت میں فرمایا کہ اللہ کی نہ کوئی اولاد ہے، نہ کوئی اس کی سلطنت میں اس کا

شریک ہے اور نہ اسے کسی مددگار کی حاجت ہے۔اور آپ اس کی کبریائی بیان کرتے رہئے۔

سورۃ الکہف

سورۃ الکہف مکی سورت ہے۔ترتیب نزول کے اعتبار سے 69 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے اٹھارویں سورت ہے۔اس سورت میں اصحاب کہف کا ذکر ہے اس لیے اس کو سورۃ الکہف سے موسوم کیا گیا۔اس سورت میں قرآن کی حقانیت ،اصحاب کہف، موسیٰ علیہ السلام، خضر علیہ السلام، ذو القرنین ،آدم علیہ السلام اور ابلیس، کے قصے اور ان قصوں کے درمیان حکمت وموعظت کی بہت ساری باتوں کا بیان ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے سورۃ الکہف کی دس آیتیں حفظ کرلیں وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا،(صحیح مسلم 809)۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛ جس شخص نے جمعہ کے دن سورۃ الکہف کو پڑھا اس کے لیے دو جمعوں کے درمیان نور کو روشن کردیا جائے گا،(مستدرک 3444)۔

سورۃ الکہف کی ابتدائی آیات میں قرآن کو اللہ کی جانب سے نازل کردہ کجی سے پاک،اصلاح کرنے والی،اللہ کی گرفت سے ڈرانے والی اور مومنین صالحین کو مژدہ سنانے والی کتاب قرار دیا ہے اور جو لوگ بغیر کسی علم کے اللہ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں یہ بہت بڑی جسارت اور جھوٹ ہے اور آپ ان کے ایمان نہ لانے سے غمزدہ نہ ہو۔دنیا کی رنگینیوں میں گم لوگوں سے فرمایا کہ زمین کو خوبصورتی بخشنے والی چیزوں کو ہم نے پیدا کیا ہے اور ہم اسے فنا بھی کریں گے۔

اس سورۂ مبارکہ کی آیت نمبر:09 سے اصحابِ کہف کا بیان ہے، یہ چند صالح نوجوان تھے،جنہیں اللہ تعالیٰ نے عقیدۂ توحید اور ایمان پر ثابت قدم رکھا،لیکن ان کی قوم مشرک تھی اور ایک ظالم بادشاہ ان پر مسلط تھا، وہ لوگ ان نوجوانوں کے دشمن ہوگئے تو انہوں نے ان کے شر سے بچنے کے لیے غار میں پناہ لی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے ہمارے رب ہمیں اپنے پاس

سے رحمت عطا فرما اور ہمارے مشن میں کامیابی کے اسباب مہیا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کر دی اور اس کیفیت میں وہ 309 سال تک رہے۔ غار میں اللہ تعالیٰ نے ایسا غیبی انتظام کیا کہ وہ ایک کشادہ جگہ میں تھے، جب سورج طلوع ہوتا تو دھوپ غار کے دائیں جانب رہتی اور غروب ہوتے وقت بائیں جانب پھر جاتی۔ اللہ تعالیٰ انہیں حسبِ ضرورت دائیں بائیں کروٹیں بدل دیتا، تاکہ ان کو روشنی، حرارت اور ہوا ملتی رہے اور ایک ہی ہیئت میں سوتے ہوئے ان کے بدن پر زخم نہ ہو جائیں جن کو آج کل طبّی زبان میں Bed Soul کہتے ہیں۔

اصحابِ کہف کا ایک کتا بھی تھا، جو اُن کی چوکھٹ پر ہاتھ پھیلائے بیٹھا رہا۔ اِسی وجہ سے علماء نے اہل اللہ کی چوکھٹ کی برکات کو بیان کیا ہے کہ وہ کتا جو نیکوکاروں کے ساتھ وابستہ رہا، قرآن مجید میں مختلف انداز میں پانچ مرتبہ اُس کا ذکر فرمایا۔ بعض مُفسرین نے لکھا ہے کہ یہ کتا کسی انسانی شکل میں جنّت میں جائے گا، بقولِ شاعر:

سگِ اصحابِ کہف ،روزے چند بامرداں بنشست مردم شد
پسرِ نوح بابداں بنشست خاندانِ نبوتش گم شد

یعنی اصحابِ کہف کا کتا عظیم المرتبت انسانوں کے پاس بیٹھا تو اُسے انسان جیسی عزت ملی ،اِس کے برعکس نوح علیہ السلام کا بیٹا بروں کے ساتھ بیٹھا، تو خاندانِ نبوت کی نسبت سے ہی محروم ہو گیا۔

اصحابِ کہف کی تعداد کے بارے میں قرآنِ مجید میں لوگوں کے حوالے سے تین اقوال نقل کیے ہیں، پہلے دو اقوال کو قرآن نے لوگوں کی ''تکّہ بازی'' قرار دیا اور تیسرے قول کو قرآن نے رَد نہیں کیا، یعنی وہ سات تھے اور آٹھواں اُن کا کتا تھا، لہٰذا مُفسرین نے اِسی تعداد کو صحت کے قریب قرار دیا ہے، اللہ نے فرمایا: اُن کی صحیح تعداد کو اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے، اُن کو صرف چند لوگ جاننے والے ہیں (یعنی جنہیں اللہ تعالیٰ نے اِس کا علم عطا کیا)۔

قرآن نے اِن کی تعداد کے بارے میں زیادہ بحث سے منع فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ نے اُن کے منظر کو بارعب بنا دیا تھا تاکہ کوئی اُن کی طرف جھانک تانک نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا: اور اِس طرح ہم نے اُن کو اٹھایا تاکہ ایک دوسرے کا حال پوچھیں، اُن میں سے ایک نے کہا تم یہاں کتنی دیر ٹھہرے، اُنہوں نے کہا: ہم ایک دن یا اُس سے بھی کم ٹھہرے، پھر اُنہوں نے قطعی بات کہنے کے بجائے اِس مدت کے تعین کو اللہ کے علم کے سپرد کردیا۔

پھر اُنہوں نے اپنے ایک ساتھی کو چاندی کا سکہ دے کر کوئی پاکیزہ کھانے لانے کے لیے شہر کی طرف بھیجا اور ساتھ ہی یہ تاکید کی کہ نرمی سے کام لینا، مبادا کسی کو پتا چل جائے کیونکہ اگر اُن کو ہمارے بارے میں پتا چل گیا تو وہ ہمیں سنگسار کردیں گے یا ہمیں اپنے دین میں جبراً داخل کردیں گے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن پر موت طاری کردی چونکہ اہلِ شہر اِن نوجوانوں کی حقیقت سے واقف ہوچکے تھے، اِس لیے اظہارِ عقیدت کے لیے اُن میں بحث ہوئی کہ اِن کی یادگار کو کیسے باقی رکھا جائے۔ ایک فریق نے کہا کہ یادگار کے طور پر یہاں کوئی عمارت بنادی جائے، مگر جس فریق کی رائے غالب قرار پائی، وہ یہ تھی کہ یہاں مسجد بنالی جائے۔ اِسی سے مُفسرین نے یہ مسئلہ اَخذ کیا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کے مزارات کے جوار میں مسجد بنانا اچھی بات ہے تاکہ جو لوگ اُن مزارات پر فاتحہ پڑھنے کے لیے آئیں، اگر نماز کا وقت ہو تو وہ مسجد میں نماز ادا کرسکیں۔

آیت نمبر:28 کا پس منظر یہ ہے کہ مکے کے بعض بڑے سرداروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ کی بات سن لیتے ہیں، لیکن جب ہم آپ کے پاس آئیں تو خباب، صہیب، بلال وغیرھم فقراءِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اپنے پاس سے اٹھا دیا کریں، کیوں کہ ان کے پاس بیٹھنا ہمارے شایانِ شان نہیں ہے، تو اللہ عزوجل نے ان فقراء صحابہ کی دل داری کے لیے فرمایا: ''اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ لازم رکھیں، جو صبح اور شام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں، اس کی رضا کے طلب گار ہیں اور آپ اپنی آنکھیں ان سے نہ ہٹائیں''۔ یعنی انہیں ہمیشہ اپنی نظروں کے سامنے رکھیں۔ آیت:29 میں بتایا کہ جہنمیوں کو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح گرم مشروب پلایا جائے گا اور اہلِ جنت کو سونے کے کنگن اور ریشم کے ہلکے اور دبیز کپڑے پہنائے جائیں گے۔

آیت نمبر:32 سے اللہ تعالیٰ نے دولوگوں کا واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص کے انگوروں کے باغات تھے اور چاروں طرف سے انہیں کھجور کے درختوں نے گھیر رکھا تھا اور درمیان میں کھیتی تھی اور بیچ میں دریا بہہ رہا تھا اور ان باغات نے بہت عمدہ فصل دی۔ ایک دن یہ شخص اپنے ساتھی سے کہنے لگا کہ میرا مال اور اَفرادی قوت تم سے زیادہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ باغ کبھی برباد نہیں ہوگا۔ اول تو مجھے قیامت کا یقین ہی نہیں، لیکن اگر قیامت آئی تو مجھے وہاں اس سے بھی بہتر مال ملے گا۔ اس کے دوسرے ساتھی نے کہا: تو اپنی اصل کو بھول گیا اور تو نے اپنے خالق کی ناشکری کی جو کہ وحدہٗ لاشریک ہے، اگر تم نے باغ میں داخل ہوتے وقت ''ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ'' کہہ دیا ہوتا، تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہوتا گرچہ میں مال اور اولاد میں تجھ سے کم ہوں، لیکن میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے بہتر نعمتیں عطا کرے گا اور آسمان سے کوئی آفت آئے گی اور تمہارا باغ تباہ و برباد ہوجائے گا یا اگر اس کا پانی زمین میں دھنس گیا تو پھر تم اسے تلاش نہ کر پاؤ گے، بالآخر اس شخص کا باغ برباد ہوگیا اور وہ کفِ افسوس ملتے ہوئے کہنے لگا کہ کاش میں نے شرک نہ کیا ہوتا، لیکن پھر اس کا کوئی مددگار نہ تھا۔

آیت نمبر:45 میں اللہ تعالیٰ دنیا کی زندگی کی ناپائیداری کو ایک مثال سے بیان فرماتا ہے کہ آسمان سے بارش نازل ہوئی، گھنا سبزہ نکلا، پھر وہ سوکھ کر چورہ چورہ ہوگیا، جسے ہوا اڑا لے گئی، مال اور بیٹے تو محض دنیا کی زندگی کی زینت ہیں، تمہارے رب کے پاس ثواب اور انجام کے اعتبار سے باقی رہنے والی نیکیاں ہی بہتر ہیں۔

آیت نمبر 47 سے فرمایا کہ قیامت دن تمام روئے زمین ایک کھلے میدان کی صورت میں ہوگا سب لوگ صف باندھے رب کے حضورا کیلے حاضر ہوں گے اور اپنے اعمال ناموں کو دیکھ کر خوف زدہ ہو کر کہیں گے ہائے افسوس اس نامہ اعمال کو کیا ہوا اس نے نہ کوئی صغیرہ گناہ چھوڑا ہے نہ کبیرہ مگر سب کو شمار کیا ہے۔

آیت نمبر 50 میں حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سجدے، ابلیس کی نافرمانی، اور شیطان اور اس کی ذریت کا انسان کے دشمن ہونے کا بیان ہے۔

آیت نمبر:60 سے موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کا بیان ہے۔ وہ اپنے ایک خادم یوشع بن نون کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام کی حکمتوں اور اسرار ورموز کو جاننے کے لیے حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں نکلے، دورانِ سفر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا کہ ناشتہ لاؤ، ہم سفر کرتے کرتے تھک چکے ہیں، خادم نے کہا کہ دورانِ سفر جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے تھے، تو شیطان نے مچھلی کو مجھ سے بھلا دیا اور وہ سمندر میں راستہ بناتے ہوئے نکل گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ دوسمندروں (بحرِ فارس اور بحرِ روم) کا سنگم ہی ہماری منزل ہے، وہ دونوں واپس لوٹے اور پھر ہمارے ایک بندۂ خاص کو وہاں پایا، جس کو ہم نے اپنے پاس سے رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اُسے ''عِلمِ لَدُنِّی'' عطا کیا، مُفسّرین کے مطابق یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو رُشد وہدایت کا علمِ خاص عطا کیا ہے، اُس میں سے کچھ مجھے بھی تعلیم دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی اور رسول ہیں، کلیم ہیں، افضل ہیں، لیکن افضل کے مقابلے میں کسی دوسرے شخص کو کسی خاص شعبے میں کوئی فضیلت عطا کی جاسکتی ہے، یہی صورتِ حال یہاں بھی تھی۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اپنے سے کم مرتبہ شخص سے بھی کسی خاص شعبے کا علم حاصل کیا جاسکتا ہے اور اِس بنا پر اُس کی تکریم کی جاسکتی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: جن اَسرار کا آپ کو علم نہیں، اُن کے بارے میں آپ صبر نہیں کر پائیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے''۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: '' آپ میری پیروی کرتے ہوئے میرے کسی فعل کے بارے میں سوال نہیں کریں گے، تاوقتیکہ میں خود آپ کو بتادوں''۔ چلتے چلتے وہ دونوں ایک کشتی میں سوار ہوئے تو، حضرت خضر علیہ السلام نے اُس کشتی میں شگاف ڈال دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''یہ تو آپ نے بہت بری بات کی، اِس سے تو سواریوں کے ڈوبنے کا خطرہ لاحق ہوسکتا ہے''۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: میں نے آپ سے یہی تو کہا تھا کہ آپ صبر نہیں کر پائیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میری بھول پر میری گرفت نہ کیجیے اور میرے مشن کو مجھ پر دشوار نہ کیجیے۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:١٦

سولہویں پارے کے مضامین

سورۂ کہف کی آیت نمبر: 74 میں بتایا کہ راہ چلتے اُن دونوں کی ملاقات ایک لڑکے سے ہوئی اور حضرت خضر علیہ السلام نے اُس لڑکے کو قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''آپ نے ایک بے قصور شخص کو قتل کر دیا، آپ نے یہ بہت برا کام کیا''۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: ''میں نے تو آپ سے کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے''۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اس کے بعد میں اگر آپ سے کوئی سوال کروں، تو مجھے ساتھ نہ رکھئے گا، آپ کے پاس اِس کا جواز ہوگا۔ پھر چلتے چلتے ایک بستی والوں کے پاس آئے، اِنہوں نے اُن سے کھانا مانگا، تو اُنہوں نے میزبانی نہ کی، اِس کے باوجود اُس گاؤں کی ایک دیوار گراچاہتی تھی، حضرت خضر علیہ السلام نے اُسے ٹھیک کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اِن بے لحاظ لوگوں سے آپ نے مزدوری ہی لے لی ہوتی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: اب آپ کے اور میرے راستے جدا ہیں، میں اپنے تینوں کاموں کی حکمت آپ کو بتا دیتا ہوں:

(۱) کشتی سمندر میں کام کرنے والے مسکین لڑکوں کی تھی اور آگے ایک ظالم بادشاہ تھا، جو ہر صحیح وسالم کشتی کو زبردستی لے لیتا تھا، میں نے اُس کشتی کو عیب دار کر دیا تا کہ اُس کی دست برد سے بچی رہے۔

(۲) لڑکے کے ماں باپ مومن تھے، اور اندیشہ تھا کہ یہ بڑے ہو کر اُن کو سرکشی اور کفر میں مبتلا کر دے گا اور اللہ تعالیٰ اِس کے بدلے میں اُن کو ایک پاکیزہ اور زیادہ رحم دل بیٹا عطا فرمائے گا۔

(۳) گاؤں میں دیوار دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اُس کے نیچے اُن کا خزانہ دفن تھا اور اُن دونوں کا باپ ایک صالح شخص تھا، تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ جوان ہو کر اپنے رب کی رحمت سے اپنا خزانہ نکالیں۔ یہ تینوں کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیے، یعنی یہ اللہ کا حکم تھا،

لیکن آپ صبر نہ کر سکے اور جلد بازی میں سوال کر بیٹھے۔

آیت نمبر:83 سے 110 تک ذوالقرنین کا ذکر ہے، اللہ نے اسے زمین میں اقتدار عطا کیا، وہ ایک مہم پر نکلے اور طلوعِ آفتاب کی جگہ پہنچے تو ایک قوم کو پایا، جن پر سورج پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا تھا، پھر ایک اور مہم پہ نکلے اور دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے، ان پہاڑوں کے اس پار ایک قوم تھی جو کوئی بات نہیں سمجھتی تھی۔ انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! یاجوج وماجوج زمین میں فساد کر رہے ہیں، ہم آپ کو کچھ سامان مہیا کرتے ہیں آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دیں۔ ذوالقرنین نے کہا اللہ نے مجھے طاقت دی ہے، تم افرادی قوت سے میری مدد کرو اور میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنادوں گا۔ اس دیوار میں لوہا اور تانبا بھی پگھلایا تا کہ وہ دیوار ناقابلِ شکست ہوجائے، پھر یاجوج وماجوج اس دیوار پر نہ چڑھ سکیں۔ ذوالقرنین نے کہا کہ یہ میرے رب کی رحمت سے بنی ہے اور جب میرے رب کا مقررہ وقت آئے گا، تو وہ اس دیوار کو ریزہ ریزہ کردے گا۔ سورۂ کہف کے آخری رکوع میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے بارے میں بتایا کہ وہ شرک کرتے ہیں اور ہم نے ان کے لیے جہنم تیار کر رکھا ہے۔ دنیا کے بظاہر خوشنما کام آخرت میں ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔ پھر اہلِ ایمان کے لیے جنت کی نعمت کا ذکر ہے۔

آخری آیات میں اللہ نے فرمایا کہ اگر سارے سمندر، اور ان جیسے اور بھی آجائیں، مل کر روشنائی بن جائیں تو میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہوجائیں گے۔

آخری آیت میں (اللہ نے فرمایا اے رسول!) کہہ دیجئے میں (خدا نہ ہونے میں) تمہاری ہی مثل بشر ہوں، میری طرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، سو جسے قیامت کے دن اپنے رب سے ملنے کا یقین ہو وہ نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

سورۂ مریم

سورۃ مریم مکی سورت ہے۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے انیسویں جبکہ ترتیب نزول کے

اعتبار سے 44ویں سورت ہے۔اس سورت میں حضرت مریم کا ذکر مبارک ہونے کی وجہ سے اس کو سورۃ مریم کے نام سے موسوم کیا گیا۔اس سورت میں توحید اور حیات بعد الموت کا بیان ہے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت ،حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت اور جھولے میں کلام، ابراہیم علیہ السلام اور آذر کے مناقشے ،اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کا ذکر ہے۔

سورۂ مریم میں اس امر کا بیان ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام لاولد تھے اور بڑھاپے کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دعا کی، جوان کا اور آلِ یعقوب کا وارث بنے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹے کی بشارت دی،جس کا نام ''یحییٰ'' ہوگا۔اس سے معلوم ہوا کہ پیدائش سے پہلے نام رکھا جاسکتا ہے۔حضرت یحیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی میں نبوت عطا کی اور کتاب دی، ان کے اوصاف یہ بیان کیے: وہ پاکیزہ اور متقی تھے، ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور سرکش نہیں تھے، ان پر سلام ہو جب وہ پیدا ہوئے اور جب ان کی وفات ہوگی اور جب قیامت کے دن انہیں اٹھایا جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی ولادت کے دن ان پر سلام بھیجنا، سنت الٰہی ہے۔اس کے بعد حضرت مریم کا ذکر ہے کہ وہ گھر والوں سے دور چلی گئیں اور باپردہ جگہ کو اختیار کرلیا۔ان کے پاس فرشتہ بشری شکل میں آیا اور کہا کہ میں آپ کے رب کا فرستادہ ہوں اور اس نے انہیں پاکیزہ لڑکے کی بشارت دی۔حضرت مریم نے کہا میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا، حالانکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور میں بدکار بھی نہیں ہوں۔فرشتے نے کہا کہ اللہ کے لیے یہ بات آسان ہے اور اللہ اسے لوگوں کے لیے نشانی بنائے گا اور اللہ کا یہ فیصلہ طے ہو چکا ہے۔انہیں حمل ہوا اور وہ ایک دور مقام پر کھجور کے درخت کے پاس چلی گئیں اور کہنے لگیں: کاش کہ میں اس سے پہلے مرجاتی اور میں بھولی بسری ہوجاتی۔فرشتے نے ندا دی کہ آپ غمگین نہ ہوں، اللہ نے آپ کے نیچے نہر جاری کردی ہے آپ کھجور کے درخت کو ہلائیں تو آپ کے اوپر تر وتازہ کھجوریں گریں گی، کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی رکھو، اگر کوئی بشر آپ سے سوال کرے، تو کہیے کہ میں نے (چپ کے) روزے کی نذر مانی ہے اور میں کسی انسان سے کلام نہیں کروں گی۔پھر وہ بچے

کو اٹھائے قوم کے پاس گئیں تو قوم نے ملامت کی کہ یہ کیا ہوا۔ مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا تو قوم نے کہا کہ ہم گود کے بچے سے کیسے کلام کریں، بچے نے کہا: میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب ونبوت عطا کی ہے اور بابرکت بنایا ہے اور زندگی بھر نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے، میں اپنی والدہ کا فرمانبردار ہوں، قرآن نے کہا: یہ عیسیٰ ابن مریم ہیں اور اللہ تعالیٰ بیٹے کی نسبت سے پاک ہے۔

آیت نمبر: 41 سے ایک بار پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے کہ وہ بہت سچے نبی تھے۔ انہوں نے اپنے (عرفی) والد کو بے جان بتوں کی عبادت سے روکا اور عذابِ الٰہی سے ڈرایا۔ اس نے کہا: آپ ہمیں ہمارے خداؤں سے پھیرنا چاہتے ہیں، اس سے رک جائیں ورنہ آپ کو سنگسار کر دیا جائے گا۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں آپ کے لیے اپنے رب سے استغفار کرتا رہوں گا، وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسحاق (بیٹے) اور یعقوب (پوتے) کی بشارت دی کہ وہ نبی ہوں گے۔

آیت نمبر: 51 تا 58 میں مختلف انبیاءِ کرام کا ذکر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو برگزیدہ، رسول نبی اور اللہ کا رازدار کہا گیا اور حضرت ہارون کی نبوت کا بیان ہوا۔ اسماعیل علیہ السلام کو وعدے کے سچے، نماز اور زکوٰۃ کا حکم دینے والے رسول نبی اور اللہ کے پسندیدہ قرار دیا گیا۔ ادریس علیہ السلام کو صدیق نبی قرار دیتے ہوئے فرمایا: ہم نے ان کو بلند جگہ پر اٹھا لیا۔

آیت: 59 سے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور سرکش بندوں کے احوالِ آخرت کا بیان ہے۔

آیت نمبر: 66 میں بتایا کہ منکرینِ آخرت حیات بعد الموت کے بارے میں ہمیشہ شک میں مبتلا رہے، انہیں یقین ہونا چاہیے کہ مرنے کے بعد دوبارہ وہی خالق زندہ کرے گا، جس نے پہلی بار بغیر کسی نام ونشان کے پیدا کیا۔

آیت نمبر: 76 سے بتایا کہ جو لوگ گمراہی میں مبتلاء ہیں، ان کی ابتلاء میں اضافے کے لیے مہلت کی مدت بڑھا دی جاتی ہے اور جو ہدایت یافتہ ہیں، ان کو مزید استقامت نصیب ہوتی ہے اور اللہ کے ہاں ثواب اور انجامِ خیر کے اعتبار سے باقی رہنے والی نیکیاں

سب سے بہتر ہیں۔

آیت نمبر 81 میں فرمایا کہ مشرکین اس امید پر اللہ کے سوا معبودان باطل کی عبادت کرتے ہیں کہ مشکل میں ان کی مدد کریں گے فرمایا ہر گز نہیں وہ ان کے دشمن بن کر عبادت کا انکار کریں گے۔آیت نمبر:88 سے بتایا کہ کفار نے اللہ کی طرف اولاد کی نسبت کر کے نہایت سخت بات کہی ہے، یہ تو اتنا سنگین جرم ہے کہ اِس سے آسمان پھٹ پڑے، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔مزید فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کوئی بھی ہے، سب اللہ کے حضور بندے بن کر حاضر ہوں گے۔

آیت نمبر 97 میں فرمایا: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے عنقریب رحمان ان کے لیے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا فرما دے گا۔آخری آیت میں پہلے کئی قوموں کے ہلاک ہونے اور ان کے نام ونشان باقی نہ رہنے کا بیان ہے۔

سورۂ طٰہٰ

سورۂ طٰہٰ مکی سورت ہے۔ترتیب مصحف کے اعتبار سے بیسویں جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 45 ویں سورت ہے اس سورت کے پہلے کلمے طٰہٰ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے اس لیے اس کا نام سورۃ طٰہٰ رکھا گیا۔اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، قرآن کی حقانیت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت، اور اثبات قیامت کا ذکر ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آدم علیہ السلام اور ابلیس کے قصے مذکور ہیں۔

کفار قریش نے جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لمبی لمبی نمازیں پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے: جب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آباؤ اجدا کے دین کو چھوڑا ہے آپ بہت سختی اور مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی پیشانی پر لکھ دیا۔اے طٰہٰ! ہم نے یہ قرآن اس لیے نازل نہیں کی کہ آپ کو سختی اور مشقت میں مبتلا کریں۔

اور فرمایا: یہ قرآن نصیحت کے لیے نازل ہوا اور اللہ ظاہر و باطن سب کو جانتا ہے، وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور اس کے سبھی نام اچھے ہیں۔آیت نمبر:10 سے مَدین سے واپسی کے

سفر کے دوران موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعے کا بیان ہے کہ وہ ایک جگہ اپنی اہلیہ کو ٹھہرا کر آگ لینے طور پر گئے۔ وہاں انہیں غیب سے ندا آئی کہ اے موسیٰ! میں آپ کا رب ہوں، آپ طویٰ کی مقدس وادی میں ہیں، ادباً اپنے جوتے اتار دیجئے، میں نے آپ کو چن لیا ہے اور میرے پیغامِ وحی کو توجہ سے سنئے، میں اللہ وحدہٗ لاشریک ہوں، میری بندگی کیجئے اور میری یاد کے لیے نماز قائم کیجئے، قیامت آنے والی ہے، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاعر نے کہا:

خدا کی دَین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال
آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

اسی موقع پر آپ کو یہ معجزات عطا کیے گئے: (۱) آپ اپنے عصا کو زمین پر ڈالتے تو وہ دوڑتا ہوا سانپ بن جاتا، دوبارہ ہاتھ میں پکڑتے تو عصا بن جاتا، (۲) آپ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالتے تو آفتاب کی طرح چمکتا ہوا نظر آتا۔ پھر آپ کو حکم ہوا کہ جا کر فرعون کو دعوتِ حق دیجیے۔ اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی۔

آیات 25 تا 28: ''اے میرے رب میرے لیے میرا سینہ کھول، میرے لیے میرا کام آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ لوگ میری بات سمجھیں''۔ اسی چیز کا دوسرے مقام پر یوں بیان ہے: ''میرا سینہ تنگ ہے اور میری زبان نہیں چل رہی''۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ بچپن میں انگارہ زبان پر رکھنے کی وجہ سے آپ کی زبان میں لکنت پیدا ہوگئی تھی، آپ نے اس کے ازالے کی دعا مانگی۔ آپ نے مزید التجا کی کہ میرے خاندان میں سے میرے بھائی ہارون کو اس مشن میں میرا وزیر بنا دیجئے تاکہ مجھے تقویت ملے اور اسے میرا شریکِ کار بنا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو قبول فرمالیا۔

آیت نمبر: 38 سے موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت کے حالات کا ذکر ہے۔ نجومیوں نے فرعون کو بتایا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا، جو تمہاری تباہی کا باعث بنے گا، اِس لیے فرعون نے حکم دے رکھا تھا کہ بنی اسرائیل کے ہر گھر میں پیدا ہونے والے بیٹے کو قتل کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ وہ اپنے

نومولود بیٹے کو ایک صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیں، اللہ کے حکم سے یہ تابوت کنارے لگے گا اور اللہ کے دشمن (فرعون) کے ہاتھ لگ جائے گا، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ایسا ہی کیا تاکہ رب کی نگرانی میں موسیٰ علیہ السلام کی پرورش ہو۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی بہن دریا کے کنارے صندوق پر نظر رکھے ہوئے چلتی رہی اور جب فرعون کے دربار میں ان کے لیے دودھ پلانے والی کے انتخاب کا وقت آیا تو آپ نے کسی عورت کے پستان کو منہ نہیں لگایا، پھر ایک اجنبی کی حیثیت سے ان کی بہن نے اپنی ماں کی نشاندہی کی اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے اُم موسیٰ کو آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا قرار عطا کیا۔

آیت: 43 سے موسیٰ وہارون علیہما السلام کو حکم ہوا کہ آپ دونوں فرعون کے پاس جاؤ، وہ سرکش ہو چکا ہے، اسے نرمی کے ساتھ دعوتِ حق دو، شاید وہ نصیحت حاصل کرلے۔ موسیٰ وہارون علیہما السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا۔ اللہ نے فرمایا: تم گھبراؤ نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں، میں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔ وہ دونوں فرعون کے پاس گئے اور کہا کہ ہم اللہ کے رسول ہیں، بنی اسرائیل کو اذیت نہ دو اور انہیں ہمارے ساتھ بھیج دو۔ فرعون نے اللہ کی ذات کے بارے میں موسیٰ وہارون علیہما السلام سے مجادلہ کیا، ان پر جادوگر ہونے کا الزام لگایا اور پھر اپنے جادوگروں کو بلا کر مقررہ دن پر مقابلے کا چیلنج دیا، اس کی تفصیل پچھلی سورتوں میں گزر چکی ہے کہ جادوگر ناکام ہو گئے، موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ غالب آیا اور جادوگر اللہ پر ایمان لے آئے اور سجدہ ریز ہو گئے۔ فرعون نے انہیں دھمکی دی کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت میں کاٹ دوں گا، تمہیں سولی چڑھا کر درخت میں لٹکاؤں گا۔ جادوگروں نے کہا: آپ جو چاہے کیجئے، ہمارے پاس روشن دلیل آچکی۔ انہوں نے کہا: ہم اپنے رب پر ایمان لائے تاکہ وہ ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمارے اس جادو کے گناہ کو بھی معاف فرمادے۔

آیت: 77 سے موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر نکل جائیں، اُنہیں اللہ کی طرف سے یقین دلایا گیا کہ اُن کے لیے سمندر میں خشک راستہ نکال لیا جائے

گا۔ فرعونیوں نے اُن کا تعاقب کیا اور سمندر میں غرق کر دیئے گئے۔ اِس مقام پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے احسانات کا ایک بار پھر ذکر فرمایا۔

آیت نمبر 85: سے سامری کا ذکر ہے کہ اُس نے بنی اسرائیل کو گمراہ کیا اور موسیٰ علیہ السلام نے جب طور سے واپس آکر یہ منظر دیکھا تو قوم پر سخت ناراض ہوئے۔ سامری نے ایک بچھڑے کا مُجسمہ بنایا، جس سے بیل کی طرح آواز نکلتی تھی اور بنی اسرائیل سے کہا کہ یہ تمہارا اور موسیٰ کا خدا ہے۔ اُنہوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ وہ بچھڑا نہ اُن کی کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اِس مرحلے پر موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام پر بھی ناراض ہوئے اور پھر سامری سے پوچھا کہ یہ تم نے کیا کیا؟، سامری نے کہا: میں نے جبرائیل کے نقشِ قدم کی مُٹھی بھر مٹی لی اور اُسے بچھڑے کے مُجسمے میں ڈال دیا اور یہ تدبیر میرے نفس نے مجھے سجھائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس سے کہا کہ تو یہاں سے چلا جا زندگی میں تیرے لیے وحشت کی سزا ہے اور تیری سزا کا وقت (آخرت میں) مُقرر ہے اس کے بعد والی آیات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کتاب اللہ کی حقانیت اور اس سے روگردانی کرنے والوں کے لیے عذاب آخرت کا بیان ہے۔

اِسی تسلسل میں قیامت اور صور پھونکے جانے کا ذکر ہے۔ آیت نمبر 105: سے فرمایا: لوگ آپ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجیے: میرا رب اُنہیں ریزہ ریزہ کر دے گا اور پوری زمین ہموار میدان کی طرح ہو جائے گی۔

آیت: 109 میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر ہوا اور فرمایا: آج اللہ کی بارگاہ میں کسی کو مجالِ شفاعت نہیں ہوگی، سوائے اُس کے جسے وہ اِذنِ شفاعت عطا کرے اور جس کے قول سے وہ راضی ہو۔ آیت نمبر 110 سے اکھڑی گردنوں کے حی و قیوم کے سامنے جھکنے۔ ظالموں کے نامراد ہونے اور مومنین صالحین کے کامیاب ہونے کا ذکر ہے۔

آیت نمبر 114 میں علم میں اضافے کی دعا تعلیم فرمائی: اے میرے رب میرے علم میں مزید اضافہ فرما۔

آیت :115 سے اِس بات کا ذکر ہے کہ آدم علیہ السلام جو جنت میں درخت کے قریب چلے گئے ،تو یہ اُن کی بھول اوراجتہادی خطا تھی ،انہوں نے قصداًاللہ تعالیٰ کی حکم عدولی نہیں کی۔آدم علیہ السلام کو جنت میں داخل کر کے بتایا کہ یہاں نہ بھوک لاحق ہوگی ،نہ بے لباسی ہوگی ،نہ پیاس لگے گی اورنہ ہی دھوپ کی تپش محسوس ہوگی۔اور یہ کہ آپ اپنے دشمن شیطان کی چالوں سے بچے رہیں گے۔اس مقام پرقرآن نے اس موضوع کو پھر بیان کیا کہ شیطان نے وسوسہ ڈالا اور مخلص اور ہمدرد کا روپ اختیار کر کے ان کو بہکایا۔انہوں نے ممنوعہ درخت سے کھالیا سواُن کے ستر کھل گئے اور وہ جنت کے پتوں سے اپنے ستر کو ڈھانپنے لگے۔پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی اور جنت سے زمین پر بھیج دیا۔

آیت نمبر :124 سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو ہماری یاد سے غافل رہے گا،اس کے لیے معیشت تنگ کردی جائے گی اوراسے قیامت کے دن اندھا اٹھایا جائے گا،وہ کہے گا: میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟،حالانکہ میں دنیا میں بینا تھا،اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تمہارے پاس میری نشانیاں آئی تھیں،جنہیں تو نے نظرانداز کردیا تھا،اسی طرح آج تم بھی نظرانداز کردیے جاؤ گے۔

آیت :130 سے اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:''اِن کی باتوں پرصبر کیجئے ،سورج کے طلوع اورغروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہیےاوررات کے بعض اوقات میں اوردن کے حصوں میں بھی تسبیح پڑھتے رہیں تاکہ آپ راضی ہوجائیں''۔ مزیدفرمایا کہ اپنے اہلِ خانہ کونماز کاحکم دیں اورخود بھی نماز پر مستقیم رہیں اور نیک انجام صرف تقوے پرکاربندلوگوں کے لیے ہے۔کفارقریش کے عذاب کے مطالبے کے جواب میں فرمایا کہ ان سے پہلے لوگوں کواللہ نے ہلاک کردیا تھااورعذاب کاوقت مقرر ہے اوراگر ہم رسول بھیجنے سے پہلے ہلاک کرتے تو یہ لوگ کہتے کہ ہمارے پاس عذاب سے پہلے رسول کیوں نہیں بھیجااورفرمایاانتظارکروتم عنقریب جان لوگے کہ سیدھے راستے والےاور ہدایت یافتہ کون لوگ ہیں۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:۱۷

سترہویں پارے کے مضامین

سورۃ الانبیاء

سورۃ انبیا مکی سورۃ ہے ترتیب مصحف کے اعتبار سے 21 ویں جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 73 ویں سورت ہے۔اس سورت میں کئی انبیاء کا ذکر ہے اس لیے اس کا نام سورۃ الانبیاء رکھا گیا ہے۔

فرمایا: لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا اور وہ غفلت کا شکار ہیں، دین کی باتوں سے روگردانی کرر ہے ہیں اور جب بھی نصیحت کی کوئی نئی بات ان کے پاس آتی ہے تو توجہ سے نہیں سنتے ، بس کھیل تماشے کے انداز سے سنتے ہیں اور نبی کو اپنے جیسا بشر قرار دیتے ہیں، قرآن کو جادو، خوابِ پریشاں، شاعری اور خود ساختہ کلام قرار دیتے ہیں۔قرآن نے بتایا کہ پہلے رسول بھی حاملینِ وحی تھے، وہ بھی کھاتے پیتے تھے، یعنی بشری تقاضے نبوت ورسالت کی عظمتِ شان کے خلاف نہیں ہیں۔اس کے بعد پچھلی قوموں کی سرکشی اوران پر نازل کیے جانے والے عذاب کے آنے پران کے اقرارِ جرم اور ندامت کے رائیگاں جانے اوران کے نیست ونابود ہونے کا ذکر ہے۔

آیت نمبر:22 میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کے نظم وضبط ،توازن واعتدال اور حکیمانہ نظام کو توحید کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہوئے فرمایا: ”اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو ان کا نظام ضرور درہم برہم ہو جاتا، یعنی اگر بہ فرضِ محال دو خدا ہوتے اور دونوں برابر اختیارات کے مالک ہوتے ،تو ان کی ترجیحات اور فیصلوں میں ٹکراؤ ہوتا اور نتیجہ کائنات میں فساد اور تباہی کی شکل میں رونما ہوتا۔ اور اگر ایک کا حکم چل جاتا اور دوسرے کا نہ چلتا، تو جس کا حکم نہ چلتا وہ خدا کیسے کہلاتا۔

آیت نمبر: 25 میں فرمایا کہ ہر رسول کی طرف اس امر کی وحی کی جاتی رہی ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور صرف اور صرف وہی عبادت کا حق دار ہے۔

آیت نمبر: 30 سے اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ کائنات کے سلسلے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آسمان اور زمین بند تھے، تو ہم نے ان دونوں کو کھول دیا اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز بنائی۔ آج بھی تخلیقِ کائنات کا ایک سائنسی نظریہ ''بگ بینگ تھیوری'' کہلاتا ہے کہ ایک بہت بڑا آتشیں بگولا تھا، ایک بہت بڑے دھماکے سے وہ پھٹا اور اس کے لامحدود ٹکڑے فضا میں بکھر گئے ، جنہوں نے سورج ، چاند ، ستاروں اور سیاروں کی شکل اختیار کی۔ قرآن میں اس کے لیے ''فتق'' اور ''فلک'' کے کلمات آتے ہیں۔ اللہ نے زمین میں توازن قائم رکھنے کے لیے اونچے اونچے پہاڑ بنا دیئے اور ان کے درمیان کشادہ راستے بنا دیئے ہیں اور آسمان کو (بغیر ستونوں کے) محفوظ چھت بنا دیا، رات اور سورج اور چاند کو پیدا کیا، ہر ایک اپنے مدار میں تیر رہا ہے۔

آیت نمبر: 35 میں قانونِ قدرت بیان کیا کہ ''ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے''، یعنی ہر ذی حیات پر موت آئے گی۔ آگے چل کر بتایا قیامت اچانک آئے گی، حیرت زدہ کر دے گی اور نہ کوئی اسے رد کر سکے گا اور نہ کسی کو مہلت ملے گی۔

آیت نمبر 42 سے اللہ کے سوا کسی بھی معبود کی نفی کا ذکر ہے آیت نمبر 46 میں فرمایا کہ جو لوگ عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اگر ان کو اللہ کے عذاب کا جھونکا بھی لگے تو یہ اپنے ظالم ہونے کا اعتراف کر لیں۔ آیت نمبر: 47 میں فرمایا کہ قیامت کے دن عدل کا ترازو قائم ہوگا اور کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا، ہر ایک کا رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی عمل ہوا، تو وہ ریکارڈ پر آئے گا۔

آیت نمبر: 51 سے ایک بار پھر ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے کہ وہ اپنے عرفی باپ اور قوم کو بت پرستی پر ملامت کر رہے ہیں اور کہتے ہیں: ''اللہ کی قسم تمہارے پیٹھ پھیر کے جانے کے بعد میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایک خفیہ تدبیر کروں گا ، سو ابراہیم نے ان کے بڑے بت کے سوا سب بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے''۔ پھر ایسا ہی ہوا، نمرود کی قوم نے کہا کہ ہمارے بتوں کا یہ حشر کس نے کیا، پھر انہوں نے خود ہی کہا کہ ایک جوان ہے، جس کا نام ابراہیم ہے۔

حضرت ابراہیم کو مجمع عام میں بلا کران سے جواب طلبی کی گئی، تو انہوں نے کہا یہ سوال اپنے بڑے بت سے کرو، اگر وہ بول سکتے ہیں۔ اس پر وہ شرمندہ ہوئے اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے یہ نہیں بولتے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: تم اللہ (معبودِ برحق) کو چھوڑ کر ایسے بتوں کو پوجتے ہو، جو تمہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ اس کے بعد انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے ایک آلاؤ میں ڈالا، مگر اللہ کے حکم سے وہ آگ ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈک اور سلامتی بن گئی۔ اس کے بعد لوط، اسحاق و یعقوب علیہم السلام کا ذکر ہے کہ انہیں امامِ ہدایت بنایا اور نبوت اور علم عطا کیا۔

آیت نمبر: 78 سے حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کے ایک مقدمے کا ذکر ہے، جس میں حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک فیصلہ کیا اور سلیمان علیہ السلام نے اس فیصلے کو غلط قرار دیئے بغیر دوسرا فیصلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ''ہم نے سلیمان کو (صحیح فیصلہ کرنے کی) سمجھ عطا کی اور ہم نے دونوں کو قوتِ فیصلہ اور علم عطا کیا تھا''۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک عدالت کے فیصلے پر دوسری عدالت نظرِ ثانی کر سکتی ہے اور ایک فیصلہ اگر بہتر ہے، تو دوسرا بہترین ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد داؤد علیہ السلام کے معجزات کا ذکر ہے، یعنی پہاڑوں کا اُن کے تابع ہونا، پہاڑوں اور پرندوں کا ان کے ساتھ تسبیح کرنا اور جنگ سے حفاظت کے لیے زرہیں بنانا۔ اسی طرح ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا جو ان کے حکم سے ان کے تخت کو اڑا کر لے جاتی تھی اور جنات کو ان کے تابع کر دیا، وہ ان کے حکم سے کام کرتے تھے۔ اس کے بعد ایوب علیہ السلام کا ذکر ہے کہ انہیں تکلیف سے دوچار ہونا پڑا، انہوں نے اللہ سے دعا کی اور اللہ نے ان کی تکلیف کو دور فرما دیا اور پہلے سے بھی زیادہ اہل و عیال اور نعمتوں سے نواز دیا۔ پھر اسماعیل، ادریس، ذوالکفل، ذوالنون (یونس) اور زکریا علیہ السلام کا ذکر ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے اور پھر اللہ کی تقدیر سے دریا میں ڈال دیے گئے، دریا میں ان کو مچھلی نے نگل لیا اور انہوں نے تہ در تہ ظلمتوں میں اللہ سے ان کلمات کے ساتھ توبہ کی: ''لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ''۔ اسی کو ''آیتِ کریمہ'' کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو ہم نے ان کی پکار سن لی اور انہیں غم سے نجات عطا کی اور ہم اسی طرح مومنوں کو

نجات دیتے ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے اولاد کے لیے دعا کی، اللہ نے ان کو بڑھاپے میں یحییٰ علیہ السلام عطا کئے، ان کی دعا کے کلمات یہ تھے: ''رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّأَنتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ''، اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑنا، تو ہی سب سے بہتر وارث ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔

دعائے قضائے حاجات:

''حضرت شاہ عبدالعزیز نے اپنے والد شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمھم اللہ تعالیٰ سے وظیفۂ قضاءِ حاجات نقل کیا ہے کہ جو شخص مصیبت میں مبتلاء ہو جائے وہ چار رکعت نماز نفل کی نیت باندھے، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سو مرتبہ ''لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّیْ كُنتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ○فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ''، دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سو مرتبہ ''رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ'' پڑھے۔ تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سو مرتبہ ''وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ''، چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سو مرتبہ ''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ'' پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد سو مرتبہ ''رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ'' پڑھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ چاروں آیتیں اسمِ اعظم ہیں اور ان کے وسیلے سے جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے''۔

آیت نمبر 94 میں مومنین صالحین کے اعمال رائیگاں نہ جانے اور اس کے لکھنے کا ذکر ہے۔ آیت نمبر 96 میں یاجوج اور ماجوج کا ذکر ہے، آیت نمبر 98 سے مشرکین اور ان کے معبودوں کا جہنم کا ایندھن بننے کا بیان ہے اور یہ کہ اگر یہ الٰہ ہوتے تو جہنم میں کیوں داخل ہوتے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ بھلائی کو مقدر فرمادے، وہی جہنم سے دور ہوں گے، ان کے لیے ہر قسم کی نعمتیں ہوں گی اور ان کے لیے قیامت کے دن گھبراہٹ سے نجات ہے اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔

اس سورت کی آیت نمبر 105 میں اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں کو زمین کی حکومت دینے کا زبور میں کیے گئے وعدے کا ذکر ہے۔

سورۃ الانبیاء کے آخری رکوع میں آیت نمبر: 107 میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ کریم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو ایک بے مثل و بے مثال اعزاز سے نوازا اور ارشاد فرمایا: ''وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ''، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی ذات کو ''رب العالمین'' فرمایا اور نبیِ کریم ﷺ کو ''رحمۃ للعالمین''، یعنی کائنات کے ہر ذرے کے لیے اللہ تعالیٰ کی ''ربوبیت'' اور اس کے حبیبِ کریم ﷺ کی ''رحمت'' ثابت ہے۔

سورۃ الحج

سورۃ الحج مدنی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے ۲۲ ویں جب کہ ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۱۰۳ ویں سورت ہے۔ اس سورت کی ایک آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ کے حکم سے لوگوں کو حج کا اعلان کرنے کا ذکر ہے، اس لیے اس کو سورۃ الحج کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، حیات بعدالموت، وقوعِ قیامت، اجازت جہاد اور پچھلی امتوں کے احوال سے عبرت حاصل کرنے کا بیان ہے۔

اس کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا حکم دیتے ہوئے قیامت کی ہولناکیوں کو بیان کیا کہ قیامت ایک زلزلے کے طور پر برپا ہوگی اور اُس کا منظر اِس قدر دہشت ناک ہوگا کہ دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو فراموش کردیں گی، ہر حاملہ کا حمل ساقط ہوجائے گا، لوگ مدہوش نظر آئیں گے جبکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ کے عذاب کی شدّت کے باعث اُن کی یہ کیفیت ہوگی۔

آیت نمبر: 03 سے بتایا کہ بعض لوگ بغیر علم کے اللہ کے متعلق جھگڑا کرتے ہیں اور ہر اُس سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں، جس کے متعلق (لوحِ محفوظ) میں لکھا جاچکا ہے کہ جو اُس کو دوست بنائے گا، وہ اُس کو گمراہ کردے گا اور اُس کو بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف لے جائے گا۔ آیت: 05 سے اللہ تعالیٰ نے حشر ونشر کی صحت اور امکان پر تخلیقِ انسانی اور انسانی عمر کے مراحل کے ذریعے استدلال فرمایا۔

آیت: 9 میں (اَزراہِ تکبّر) اپنی گردن موڑنے والے شخص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

کہ یہ اللہ کی راہ سے گمراہ کرنے والا ہے، اِسی باعث اِس کے لیے دنیا میں ذلت اور قیامت کے دن جلانے والا عذاب ہے اور یہ اُس کی اُن بداَعمالیوں کی سزا ہے، جو اُس نے آگے بھیجیں اور بے شک اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

آیت:11 سے اُن لوگوں کا ذکر کیا کہ جن کا مقصود دنیاوی مفادات ہیں، اگر اُنہیں کوئی بھلائی مل جائے تو وہ دین پر مطمئن ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی آزمائش آجائے، تو منہ کے بل پلٹ جاتے ہیں۔ ایسوں نے ہی دنیا اور آخرت کا نقصان سمیٹا، ایسے لوگ اُن کی عبادت کرتے ہیں جو نہ اُنہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نفع دے سکتے ہیں، یہی دور کی گمراہی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایمان لانے والے اور اَعمالِ صالحہ انجام دینے والے ایسی جنتوں میں داخل ہوں گے، جن کے نیچے دریا بہتے ہیں اور اللہ جس کا ارادہ کرتا ہے، اُس کو کر کے رہتا ہے۔

آیت:15 سے فرمایا کہ جس کا یہ خیال ہو کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اپنے رسول کی ہرگز مدد نہیں کرے گا، تو اُس کو چاہیے کہ وہ اونچی جگہ پر رَسّا باندھ کر (اپنے گلے میں ڈال لے) پھر اُس رَسّے کو کاٹ لے، پھر یہ دیکھے کہ آیا اُس کی یہ تدبیر اُس کے غضب اور غصے کو دور کرتی ہے (یا نہیں)۔ اِسی طرح ہم نے قرآن کو واضح آیتوں کے ساتھ نازل کیا، بے شک اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔

آیت:17 میں فرمایا کہ دنیا میں بظاہر اہلِ ایمان، یہود، صابئ، عیسائی، آتش پرست اور شرک کرنے والے ملے جلے سے ہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اِن سب کے درمیان فیصلہ فرمائے گا، بے شک اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ آیت:18 میں بتایا گیا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے، سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درخت، چوپائے اور بہت سے انسان اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب مقدر ہو چکا ہے اور جس کو اللہ ذلیل کر دے، اُس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔

آیت:19 سے مومنین اور کفار ہر دو فریق کا ذکر ہے، کفار کے لیے دردناک عذاب اور مومنین کے لیے اخروی نجات اور نعمتوں کا ذکر ہے۔

آیت:25 سے فرمایا: جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے اور اُس مسجدِ حرام سے روکنے لگے، جس کو ہم نے لوگوں کے لیے مساوی بنایا ہے، خواہ وہ مقامی ہوں یا باہر سے آئیں۔ جو اس مسجد (حرام) میں ظلم کے ساتھ زیادتی کا ارادہ کرے گا، ہم اُس کو دردناک عذاب چکھائیں گے۔

آیت:27 سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کیجئے وہ آپ کے پاس دور دراز راستوں سے پیدل اور ہر دبلے اونٹ پر سوار ہوکر آئیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک پتھر پر کھڑے ہوکر ندا کی: اے لوگو! اللہ نے تمہارے اوپر حج فرض کردیا، اللہ تعالیٰ نے یہ ندا اُن سب کو سنادی جو مردوں کی پُشتوں میں اور عورتوں کے رحموں میں تھے، اُن سب نے اِس ندا کا جواب دیا، جو اللہ کے علم میں قیامت تک حج کرنے والے تھے۔ اُنہوں نے کہا: ''لبيك اللهم لبيك''۔

آیت:28 میں مقررہ ایام (یومِ نحر اور بعد کے دو دنوں) میں قربانی کرنے کا حکم دیا گیا۔ آیت:29 میں ایسی نذروں کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا جو معصیت پر مبنی نہ ہوں اور اللہ کے گھر کے طواف کا حکم بھی۔ آیت:30 میں حرمُت اللہ کی تعظیم، حرام قطعی کے سوا تمام حلال جانوروں کی حلّت، بتوں کی نجاست اور جھوٹی بات سے اجتناب کرنے کا حکم ہے۔

آیت:31 میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک قرار دینے والے کی مثال کو اِس طرح بیان کیا ہے کہ ایسا شخص گویا آسمان سے گرا، پھر اُسے مردار خور پرندوں نے جکڑ لیا یا آندھی نے اُس کو کسی دور کی جگہ پھینک دیا ہو۔ آیت:32 میں فرمایا کہ جس نے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی، تو بے شک یہ دلوں کے تقوے کی علامت ہے۔

آیت:34 سے فرمایا: ہم نے ہر اُمّت کے لیے قربانی کا طریقہ مقرر کیا تاکہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیں، پس تمہاری عبادت کا مستحق ایک اللہ ہی ہے۔ اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنادیا ہے، اِن میں تمہارے لیے بھلائی ہے۔ پس تم ان کو قطار میں

کھڑا کر کے (ان کے نحر کرنے کے وقت) اللہ کا نام لو۔ پھر اُن سے خود بھی کھاؤ اور محتاج اور مانگنے والوں کو بھی کھلاؤ۔

آیت نمبر:37 میں عبادات میں اخلاص کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ قربانی کا مقصد گوشت پوست کا حصول نہیں بلکہ اِس فعلِ قربانی سے جو تقویٰ حاصل ہوتا ہے، وہ قربانی کی اصل روح ہے، اگر چہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کی امت کو قربانی کے گوشت پوست سے استفادے کی اجازت دی ہے۔ آیت نمبر:39 میں مظلوم مہاجر مسلمانوں سے نصرت کا وعدہ کر کے اپنے دفاع میں لڑنے کی اجازت کا بیان ہے۔

آیت نمبر:39 تا 41 میں بتایا کہ یہ سنتِ الٰہیہ ہے کہ وہ مجاہدین کے ذریعے ظالموں کا قلع قمع فرماتا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو راہبوں کی خانقاہیں، کلیسا اور یہودیوں کی عبادت گاہیں اور مسلمانوں کی مساجد کو ویران کر دیا جاتا۔ اگلی آیت میں حکومتِ اسلامیہ کے قیام کا مقصد نظامِ صلوٰۃ وزکوٰۃ کے قیام، نیکیوں کے پھیلاؤ اور برائیوں کے سدِّ باب کو قرار دیا۔

آیت نمبر:42 سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ سے پہلے قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ ابراہیم، قومِ لوط، اصحابِ مدین اور قومِ موسیٰ نے بھی اپنے انبیاء کی تکذیب کی تھی، مہلت کے باوجود وہ باز نہ آنے پر ان کی پکڑ ہوئی اور ان کی آبادیاں تباہ وبرباد ہوئیں۔

آیت نمبر:46 میں فرمایا کہ پچھلی امتوں کے آثار کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنی چاہئے، لیکن اس کے لیے سوچنے سمجھنے اور مشاہدے کی صلاحیتوں کا صالح ہونا ضروری ہے۔

آیت نمبر:48 میں کفار کے عذاب کے معاملے میں جلدی کرنے، مہلت ملنے سے غلط فہمی کا شکار ہونے پر فرمایا کہ عذاب تو آکر ہی رہے گا، اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ آیت نمبر:49 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام روئے زمین کے انسانوں کے لیے نذیر ہونے کا بیان ہے۔

آیت نمبر:52 سے فرمایا کہ آپ سے پہلے انبیاء جب امت کے سامنے آیاتِ الٰہی

پڑھتے تو شیطان امت کے افراد کے دلوں میں شبہات ڈال کر عمل سے روکتے اور یہ وسوسہ اندازی بیمار اور سخت دل والوں کے لیے آزمائش اور اہلِ علم کے ایمان میں مضبوطی کا سبب بنتا ہے۔

آیت نمبر:56 میں فرمایا کہ قیامت کے دن حکمرانی صرف اللہ تعالیٰ کی ہوگی، وہی لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ آیت نمبر:61 سے نظامِ گردشِ لیل ونہار، بارش کے نزول اور اس کے نتیجے میں سبزے کے اُگنے کو اپنی قدرت کی نشانیاں قرار دیا۔

آیت نمبر:65 میں زمین کی تمام اشیاء کی تسخیر، کشتیوں کی سمندر میں روانی، آسمان کا زمین پر گرنے سے روکے رکھنے کی نعمتوں کا بیان فرمایا۔ حیات، موت اور پھر اخروی حیات کو ذکر کر کے انسان کے ناشکرے پن کا بیان فرمایا۔

آیت نمبر:67 میں ہر قوم کے لیے وقتی شریعت مقرر کرنے اور اس پر ایک وقت تک عمل ہونے، اسلام کی دائمی اور ابدی تعلیمات آنے کے بعد بغیر کسی جھگڑے کے اس کی پیروی کرنے اور اس کی طرف دعوت دینے کا بیان ہے۔

آیت نمبر:73 میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے بتوں کی بے بسی کو بیان فرمایا کہ وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے، تو اس سے واپس نہیں لے سکتے، بت اور ان کے پجاری دونوں کمزور ہیں۔

آیت نمبر:75 میں فرمایا کہ منصب رسالت کوئی فرمائشی منصب نہیں، اللہ تعالیٰ خود رسولوں کو منتخب فرماتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔ آیت نمبر:77 میں ہمہ وقت بندگی کا حکم فرمایا ہے۔

آخری آیت میں دین کی سربلندی کے لیے سرتوڑ کوشش کرنے، دین کے معاملے میں تنگی نہ ہونے، ملتِ ابراہیم کی پیروی کرنے اور آخر میں نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور اللہ تعالیٰ کے دامنِ رحمت کو مضبوطی سے پکڑنے کا بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ان چیزوں سے وابستہ ہے۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:۱۸

اٹھارہویں پارے کے مضامین

سورۃ المؤمنون

سورۃ المؤمنون مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 23ویں جب کہ ترتیب نزولی کے اعتبار سے 74ویں سورت ہے ۔ اس سورت کا نام ''المؤمنون'' پہلی آیت میں مذکور ہے، اس سورت کی ابتدا میں اسلامی پاکیزہ معاشرے کے قیام کے لیے ناگزیر مومنانہ صفات اور اخلاقی خصائل کا ذکر فرمایا ہے، اس سورت میں دلائلِ توحید، رَدِّ شرک، تخلیقِ انسانی کے مراحل اور پچھلی امتوں کی ہلاکت کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔

سورۃ المؤمنون کی ابتدائی گیارہ آیات تعلیماتِ اسلامی کی جامع ہیں، ان میں فلاح یافتہ اہلِ ایمان کی یہ صفات بیان کی گئی ہیں: نمازوں میں خشوع وخضوع، ہر قسم کی بیہودہ باتوں سے لاتعلقی، زکوٰۃ کی ادائیگی، اپنی پاکدامنی کی حفاظت، امانت اور عہد کی پاسداری اور نمازوں کی پابندی، آخر میں فرمایا کہ ان صفات کے حامل اہلِ ایمان ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

آیت نمبر:13 سے انسانی تخلیق کے مدارج کو بیان کیا، یعنی نطفہ، پھر علقہ (جما ہوا خون)، پھر گوشت کا لوتھڑا اور پھر گوشت اور ہڈیوں پر مشتمل جسم کی تشکیل۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہی خالق ومالک موت کے بعد آخرت میں دوبارہ زندہ کرے گا۔

آیت نمبر: 17 سے اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر اپنی قدرت کی نشانیوں کو بیان کیا، یعنی آسمان کے سات طبقات، مناسب مقدار میں بارش کے پانی کا نزول اور اس کا زمین میں قرار، پھر اس کے ذریعے کھجوروں، انگوروں اور طرح طرح کے پھلوں کی پیدائش اور خاص طور پر زیتون کے تیل کا ذکر فرمایا جو ایک مکمل خوراک ہے۔ اس کے بعد چوپایوں، ان کے

دودھ اور دیگر منافع کا ذکر ہے۔

آیت نمبر:27 سے ایک بار پھر نوح علیہ السلام کے کشتی بنانے اور طوفان نوح کا ذکر ہے اور نوح علیہ السلام کو یہ حکم کہ ظالموں کے بارے میں آپ سفارش نہیں کریں اور یہ بھی حکم دیا کہ کشتی پر بیٹھ کر یہ دعا پڑھیں: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ o رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ''۔

آیت نمبر:33 سے بیان ہوا کہ ہود علیہ السلام کی قوم کے کفار، منکرینِ آخرت اور خوشحال لوگوں نے نبی پر طنز کرتے ہوئے کہا کہ یہ تو ہم جیسے بشر ہیں، عام انسانوں کی طرح کھاتے اور پیتے ہیں اور اپنے جیسے بشر کی اطاعت کرنا بڑے خسارے کی بات ہے۔ یہ حیات بعد الموت کا وعدہ کرتے ہیں جو نا قابلِ یقین بات ہے۔ انہوں نے کہا جو کچھ ہے، اسی دنیا کی زندگی میں ہے اور مرنے کے بعد کس نے جینا ہے۔ اس کے بعد ان کے نبی علیہ السلام کی دعا اور کفار کے ہلاک ہونے کا ذکر ہے۔ اگلی آیات میں نظامِ رسالت کے تسلسل کا ذکر ہے، موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی بعثت کا ذکر ہے اور قومِ موسیٰ کی سرکشی کا ذکر ہے۔

آیت نمبر:52 سے دین اسلام کے ایک ہی حق دین ہونے، فرقہ بازوں کا اسلام کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے، ان کے تمول سے خوش فہمی میں مبتلا ہونے کا بیان ہے۔

آیت نمبر:56 سے فرمایا کہ وہ اہلِ ایمان جن کے دلوں میں خشیتِ الٰہی ہے، جو شرک نہیں کرتے، جو اللہ کی راہ میں عاجزی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں اور جنہیں قیامت پر ایمان ہے وہی لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں اور سبقت کرتے ہیں۔

آیت نمبر:64 سے کفار کی پکڑ اور اس پر ان کے چلّانے کا بیان ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے روگردانی کرتے اور تکبر اختیار کر کے قرآن کو افسانہ کہہ کر بکواس کرتے تھے۔

آیت نمبر:78 سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر ہے کہ اس نے انسان کو سننے کے لیے کان، دیکھنے کے لیے آنکھیں اور سمجھنے کے لیے دل عطا کیا، گردش لیل و نہار اور زندگی اور

موت اسی کے قبضہ وقدرت میں ہے۔

آیت نمبر:85 سے اللہ تعالیٰ نے استفہامی انداز میں بیان فرمایا کہ اگر ان منکرینِ آخرت سے پوچھا جائے کہ زمین اور اس کے خزانوں کا مالک کون ہے، سات آسمانوں اور عرشِ عظیم کا مالک کون ہے، ہر چیز کی بادشاہت کس کے قبضے میں ہے کہ جس کا مقابل کوئی نہیں، تو ہر سوال کے جواب میں کہیں گے کہ اللہ، تو پھر آپ ان سے پوچھئے کہ کیا تم سحر زدہ ہو، یعنی پھر اس مالک الملک پر ایمان کیوں نہیں لاتے ، اس کے احکام کو تسلیم کیوں نہیں کرتے؟۔

آیت نمبر:91 سے بیان ہوا کہ اللہ کی کوئی اولاد نہیں، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، اگر ایسا ہوتا کہ ایک سے زیادہ خدا ہوتے ،تو ہر ایک اپنے لشکر کو لے کر دوسرے پر غلبہ پانے کی کوشش کرتا، حالانکہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے اقتدار کو چیلنج کرنے والا کوئی نہیں۔ سورت کے آخر میں بیان فرمایا کہ انسان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا اور اللہ کی بارگاہ میں آخری جوابدہی کے لیے لوٹ کر جانا ہے۔

آیت نمبر:96 میں برائی کو اچھائی سے دفع کرنے کا بیان فرمایا۔ اس کے بعد اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ہر قسم کے شیطان کے شر سے پناہ مانگنے کا طریقہ تعلیم فرمایا۔

آیت نمبر:99 سے کفار کی موت کے وقت کی ندامت اور ان کے دنیا میں واپس جا کر نیک عمل کرنے جیسی ناممکن باتوں کی تمنا کرنے کا بیان ہے۔

آیت نمبر:101 سے قیامت کے دن تمام رشتوں کے ختم ہونے اور اعمال کا سبب نجات ہونے کا ذکر ہے۔

آیت نمبر:106 سے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والوں کی گفتگو کہ ہماری بدبختی نے ہم کو گمراہ کیا اور اگر ایک بار ہم نکل گئے تو دوبارہ لوٹ کر نافرمانی نہ کرنے کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اس میں اور میرے ساتھ بات نہ کرو، تم دنیا

میں مومن بندوں کا مذاق اڑاتے تھے جو یہ دعا پڑھتے تھے: ''رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ''، ان کو ان کے صبر کا بدلہ کامیابی کی صورت میں ملا ہے۔

آیت نمبر: 112 میں فرمایا کہ جب ان سے زمین میں گزاری ہوئی مدت کے بارے میں پوچھا جائے گا تو یہ کہیں گے کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ گزارا ہے۔

آخری آیت میں امتِ محمدیہ کو استغفار کرنے اور رحم کی دعا مانگنے کا حکم ہے جو کہ یہ ہے: ''رَبِّ اغۡفِرۡ وَارۡحَمۡ وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ''۔

سورۃ النور

سورۃ النور مدنی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 24 ویں جب کہ ترتیب نزولی کے اعتبار سے 102 ویں سورت ہے۔

اس سورت کی ایک آیت میں نور کا ذکر ہے، یا یہ کہ اس سورت میں تمام انسانوں کے تمدنی اور اجتماعی حیات کے اصول و احکام منور اور روشن کردیے ہیں، اس لیے اس سورت کا نام ''النور'' رکھا گیا۔

اس سورت میں زنا کی حد، مشرکین سے نکاح کی ممانعت، حد قذف، لعان، منافقین کی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگائی گئی تہمت کا جواب، اپنے اور پرائے گھروں میں داخل ہونے کے آداب و اخلاقیات، پردے کے متعلق احکام، نکاح کے احکام، بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان ہے۔

سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ نے خانگی اور معاشرتی اَحکام کو بیان فرمایا۔ ابتدائی آیات میں زنا کرنے والے (غیر شادی شدہ) مرد و عورت کی سزا کو بیان کیا کہ اُن کی سزا سو کوڑے ہیں اور (صاحبان اقتدار) اہلِ ایمان کو کہا گیا کہ تمہیں اِس سزا کے نفاذ میں اُن پر رحم نہیں آنا چاہئے اور تمہاری ایک جماعت کو اِس سزا کے نفاذ کے وقت موجود رہنا چاہئے۔

آیت: 4 سے بیان کیا گیا کہ جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں، پھر (اُس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کر سکیں، تو تم اُن کو 80 کوڑے مارو اور اُن کی شہادت

کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں ۔سوائے اُن لوگوں کے جو اِس کے بعد اللہ تعالیٰ سے توبہ اور اصلاح کرلیں۔

آیت :6 میں یہ ضابطہ بیان فرمایا: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے اور اُس کے ثبوت میں چار گواہ نہ پیش کر سکے اور اُس کی بیوی اِس تہمت کا انکار کرے، تو فریقین ایک دوسرے پر لِعان کریں، شوہر چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے : بیشک وہ ضرور سچوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ کہے: اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو، تو اُس پر اللہ کی لعنت ۔

اور عورت سے حدِ زنا اِس طرح دور ہوسکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اُس کا خاوند یقیناً جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار کہے کہ اگر اُس کا خاوند سچوں میں سے ہو تو اُس (عورت) پر اللہ کا غضب نازل ہو۔

آیت :11 تا 16 تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جو منافقین نے تہمت لگائی تھی، اُس کی جانب اشارہ فرمایا اور اُن چیزوں کا سَدِّ باب کیا، جو معاشرے کی بگاڑ کا باعث ہوسکتی ہیں اور جن منافقین نے یہ تہمت لگائی تھی ، اُن کا پردہ فاش کیا، جو مسلمان منافقین کے بچھائے ہوئے حسین جال میں پھنس گئے تھے، اُن پر بھی عتاب فرمایا اور اُن کو تنبیہ کی کہ وہ آئندہ ہوشیار رہیں اور منافقین کے کہنے میں نہ آئیں ۔منافق مسلمانوں کی عزت و ناموس کو برباد کرنے کے دَر پے ہیں، اِس لیے مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ سنی سنائی بات کو آگے بڑھادیں بلکہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اپنوں کے متعلق نیک گمان کرنا چاہئے اور اگر تہمت لگانے والے اُس تہمت پر چار گواہ نہ لائیں، تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں اور اگر دنیا و آخرت میں تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کی رحمت نہ ہوتی، تو تم نے جس (تہمت) کا چرچا کیا تھا، اُس کی وجہ سے تمھیں بہت بڑا عذاب پہنچتا۔ تم نے اُس کو سنتے ہی یہ کیوں نہ کہا کہ ایسی بات کرنا ہمارے لیے جائز نہیں ہے، اے اللہ ! تو پاک ہے ، یہ تو بہت سنگین بہتان ہے۔

آیت :19 سے یہ فرمایا کہ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کی

بات پھیلے، اُن کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ آیت: 21 سے فرمایا کہ اے ایمان والو! شیطان کے قدم بقدم نہ چلو، کیونکہ جو شخص شیطان کے قدم بقدم چلے گا، تو بے شک شیطان بے حیائی (اور برائی) کے کاموں پر اُبھارتا ہے۔

آیت نمبر: 22 میں رشتہ داروں اور مسکینوں کی دل آزاری کے سبب ان پر خرچ کرنے سے ہاتھ نہ روکنے، معاف کرنے اور درگزر کرنے کا بیان ہے۔

آیت: 23 سے پاکدامن، بے خبر، ایمان والی عورتوں پر (بدکاری) کی تہمت لگانے والوں کے لیے دنیا و آخرت میں لعنت اور بہت بڑے عذاب کا بیان ہوا ہے، جس دن اُن کے خلاف اُن کی زبانیں، اُن کے ہاتھ اور اُن کے پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ دنیا میں کیا کرتے رہے ہیں، اُس دن اللہ تعالیٰ حق اور انصاف کے ساتھ اُن کو پورا بدلہ دے گا۔

آیت: 26 میں فرمایا کہ بری باتیں برے لوگوں کے لیے اور برے لوگ بری باتوں کے لیے ہیں اور اچھی باتیں اچھے لوگوں کے لیے اور اچھے لوگ اچھی باتوں کے لئے۔ وہ (اچھے لوگ) اُن تہمتوں سے بری ہیں۔

آیت: 27 سے فرمایا کہ مسلمانوں کے لیے ایک دوسرے کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونا جائز نہیں اور اجازت لے کر داخل ہونے پر گھر والوں کو سلام کریں اور اگر اُن سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ، تو اُنہیں واپس چلے جانا چاہئے۔ ہاں! اگر کسی گھر میں لوگوں کی رہائش نہ ہو اور وہاں مسلمانوں کی کوئی چیز ہو تو وہاں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں (جیسے پبلک مقامات)۔

آیت: 30 سے مسلمان مردوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اِسی طرح مسلمان خواتین کو حکم دیا کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی زیبائش کو ظاہر نہ کریں اور جسم کے جس حصے کا پردہ ممکن نہ ہو، جیسے ہاتھ اور پیر، اِن کے سوا باقی جسم کو ڈھانپ کر رکھیں اور اپنے گریبانوں کو دوپٹوں سے چھپائے رکھیں اور اپنے خاوند، محارم اور اپنے نوکروں اور کم عمر

ناسمجھ بچوں کے سوا اپنے بناؤ سنگھار کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں اور زمین پر زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں تا کہ اُن کی پوشیدہ زینت ظاہر نہ ہو اور ان تمام برائیوں سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرنے میں کامیابی ہے۔

آیت :32 سے فرمایا کہ تم اپنے بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کر دو اور اپنے باصلاحیت غلاموں اور باندیوں کا، اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ اُن کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ جو لوگ نکاح کی گنجائش نہیں رکھتے ، وہ اپنی عفت اور پاکیزگی برقرار رکھیں حتیٰ کہ اللہ اُنہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔

آیت نمبر :33 میں مکاتبت کی خواہش رکھنے والے غلاموں سے معاملہ کرنے کا بیان فرمایا ہے۔اس کے بعد لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور کرنے کی ممانعت کا بیان ہے، آج کل گداگری کے ٹھیکیداری سسٹم میں بھی یہی اکراہ کی صورت پائی جاتی ہے(یعنی ان کو سوال جیسے گناہ پر مجبور کیا جاتا ہے)، یہ سراسر حرام اور انسانی اقدار کے منافی ہے۔

آیت نمبر 35 میں فرمایا کہ اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے اور پھر اس نور کی وضاحت کی گئی ہے۔

آیت :37 سے اللہ تعالیٰ نے اپنے گھروں میں اللہ کا ذکر کرنے پر اُن مسلمانوں کی تعریف فرمائی ،جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر کرنے ، نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی ، وہ اُس دن سے ڈرتے ہیں ،جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ پلٹ جائیں گے۔

آیت :39 سے کافروں کے اَعمال کی مثال کو اِس طرح بیان کیا کہ وہ زمین میں چمکتی ہوئی اُس ریت کی طرح ہیں ،جس کو پیاسا دور سے پانی گمان کرتا ہے، حتّٰی کہ جب وہ اُس کے قریب پہنچتا ہے،تو کچھ نہیں پاتا اور وہ اللہ کو اپنے قریب پاتا ہے جو اُس کو اُس کا پورا حساب چکا دیتا ہے یا (اُن کے اعمال) گہرے سمندر کی تاریکیوں کے مثل ہیں ،جن کو تہہ در تہہ موج ڈھانپے ہوئے ہے۔اُس کی بعض تاریکیاں بعض سے زیادہ ہیں ، جب کوئی اپنا ہاتھ نکالے تو

اُس کو دیکھ نہ سکے اور جس کے لیے اللہ نور نہ بنائے، اُس کے لیے کوئی نور نہیں ہے۔

آیت: 43 سے فرمایا کہ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادلوں کو چلاتا ہے، پھر اُن کو (باہم) جوڑ دیتا ہے، پھر اُن کو تہہ در تہہ کر دیتا ہے۔ پھر آپ دیکھتے ہیں کہ اُن کے درمیان سے بارش ہوتی ہے اور اللہ آسمانوں کی طرف سے پہاڑوں سے اولے نازل فرماتا ہے۔ سو وہ جس پر چاہے اُن اولوں کو برسا دیتا ہے اور جس سے چاہے اُن کو پھیر دیتا ہے۔ قریب ہے کہ اُس کی بجلی کی چمک آنکھوں کی بینائی کو زائل کر دے۔ اللہ دن اور رات کو بدلتا رہتا ہے، بے شک اِس میں غور کرنے والوں کے لیے بڑی نصیحت ہے۔

آیت نمبر: 45 میں تمام جانوروں کو پانی سے پیدا کرنے اور جانوروں کی مختلف اقسام کا ذکر کر کے اپنی بے مثال خالقیت کا ذکر فرمایا۔

آیت: 47 سے منافقین کی دوہری پالیسی پر تنبیہ فرمائی کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور ہم نے اِطاعت کی، پھر جب اُنہیں اللہ اور اُس کے رسول کی طرف دعوت دی جاتی ہے، تاکہ وہ اُن کے درمیان فیصلہ فرما دیں، تو اُس وقت اُن میں سے ایک فریق اعراض کرنے والا ہوتا ہے اور اگر اُن کے حق میں فیصلہ ہو، تو وہ آپ کی فرمانبرداری کرتے چلے آتے ہیں۔ آیا اُن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے یا وہ شک میں ہیں یا وہ اِس سے ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اُس کا رسول اُن پر ظلم کریں گے اور مومن تو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات مان کر اطاعت کرتے ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

آیت نمبر: 51 میں فرمایا: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے بچے رہتے ہیں، تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ اس آیت کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ جوامع الکلم ہے اور ایک رومی نومسلم نے اپنے ایمان لانے کا سبب اس آیت کا تمام کتب مقدسہ کی تعلیمات اور احکامات کا جامع ہونا بتایا ہے۔

آیت :53 میں فرمایا: منافق اللہ کی خوب پکی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ وہ (جہاد کے لئے) ضرور نکلیں گے ،آپ کہیے کہ زیادہ قسمیں نہ کھاؤ ،تمہاری اطاعت (کی حقیقت) ہمیں معلوم ہے۔

آیت :55 میں اہلِ ایمان کو یہ بشارت دی کہ اللہ تمہیں زمین میں ضرور خلافت عطا فرمائے گا اور ضرور بالضرور اس دین کو محکم اور مضبوط کردے گا ۔تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور (اخلاص کے ساتھ) رسول کی اطاعت پر ڈٹے رہو، اللہ تمہارے خوف اور پریشانی کو حالتِ امن اور سکون سے بدل دے گا۔

آیت :58 سے پردے کے اَحکام کی وضاحت فرمائی کہ تمہارے نوکروں اور نابالغ بچوں کے لیے بھی تین اوقات میں اجازت حاصل کرنی ضروری ہے:

(۱) نمازِ فجر سے پہلے ۔(۲) ظہر کے وقت ،جب تم اپنے (فالتو) کپڑے اتار دیتے ہو۔(۳) عشاء کی نماز کے بعد۔

جب تمہارے لڑکے بلوغت کی عمر کو پہنچ جائیں ،تو اُن کو بھی اجازت طلب کر کے آنا چاہئے ،جیسا کہ اُن سے پہلے مرد اجازت طلب کرتے ہیں۔

آیت :60 سے فرمایا: وہ بوڑھی عورتیں جو نکاح کی اُمید نہیں رکھتیں ،اُن پر اضافی پردہ وحجاب کا اہتمام نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے،لیکن اگر وہ اِس میں بھی احتیاط کریں تو اُن کے لیے زیادہ افضل ہے۔

آیت :61 میں معذور لوگوں اور دیگر مسلمانوں کو اپنے والدین ،رشتے داروں اور دوستوں کے گھر سے کچھ کھا پی لینے کی اجازت دی گئی اور اس کے بعد اکیلے اور مل کر کھانے کی اجازت اور گھر داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کرنے کا بیان ہے۔

آیت :62 میں انتظامی آداب کا بیان فرمایا گیا ہے کہ مومنین صرف وہی ہیں ، جو اللہ اور اُس کے رسول پر حقیقتاً ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ کسی مجتمع ہونے والی مہم میں رسول کے ساتھ ہوتے ہیں ،تو اُن کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاتے اور اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم !

جو لوگ آپ سے اپنے کام کے سلسلے میں اجازت طلب کرتے ہیں، آپ اُن میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیں اور اُن کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں۔

آیت:63 میں بارگاہِ رسالت کے آدابِ گفتگو اور اندازِ خطاب کا ذکر فرمایا اور نبی کریم ﷺ کی نافرمانی پر مرتب ہونے والے عذاب سے ڈرایا گیا کہ تم رسول ﷺ کے بلانے کو ایسا قرار نہ دو، جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو اور جو لوگ رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، وہ اِس سے ڈریں کہ اُنہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے یا اُنہیں کوئی دردناک عذاب پہنچ جائے۔ بے شک اللہ ہی کی ملکیت ہے، جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ اللہ کو تمہارے حال کا خوب علم ہے۔ اور جس دن وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے، تو وہ اُن کے کیئے ہوئے سب کاموں کی خبر دے گا اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

سورۃ الفرقان

سورۃ الفرقان مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے پچیسویں جب کہ ترتیب نزولی کے اعتبار سے بیالیسویں سورت ہے۔ اس سورت کی ابتدا میں الفرقان کا ذکر ہونے کی وجہ سے اس کا نام ''سورۃ الفرقان'' ہے۔ اس سورت میں توحید، رسالت، جلالتِ قرآن، رَدِّ شرک اور آخرت کے دلائل کا ذکر ہے، کافروں کے مقابلے میں ثابت قدم رہنے، نیکوکاروں کی مدح وستائش اور بدکاروں پر نزول عذاب کا بیان ہے۔

سورۂ فرقان کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی جلالت، توحید، اولاد کی نسبت اور شرک سے براءت کا ذکر ہے۔ کفار کے باطل معبودوں کے مخلوق ہونے، اپنے لیے نفع اور نقصان کا مالک نہ ہونے اور موت وحیات کا مالک نہ ہونے کا ذکر ہے۔

آیت نمبر:04 سے اس بات کا بیان ہے کہ کفار نے قرآن مجید کے کلامِ الٰہی ہونے کا انکار کیا اور اسے رسول اللہ ﷺ کا خودساختہ کلام قرار دیا کہ پچھلے لوگوں کی کوئی افسانوی کہانیاں ہیں، جو انہوں نے لکھوالی ہیں۔ کفارِ مکہ کے اس اعتراض کا بھی ذکر ہے کہ یہ رسول

کھانا کھاتے ہیں، بازاروں میں چلتے ہیں، ان کی تائید کے لیے کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا؟۔ انہیں کوئی خزانہ اور باغات کیوں نہ عطا کئے گئے اور انہوں نے اللہ کے رسول کو سحر زدہ کہا اور قیامت کے دن کو جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ان بے تکی باتوں کا رد فرمایا، قرآن کو اللہ کا کلام کہا اور یہ کہ پہلے رسول بشری تقاضے کے تحت کھانا بھی کھاتے تھے اور اپنی ضرورت کے لیے بازار بھی جاتے تھے، یعنی بشری ضروریات نبوت ورسالت کے منافی نہیں ہیں۔

آیت نمبر:12 سے کفار کے لیے عذابِ جہنم، جہنم کی سختیوں اور مومنین کے لیے دائمی جنتوں اور اس کی نعمتوں کا بیان فرمایا۔

آیت نمبر:17 سے کفار اور ان کے معبودوں کے اکٹھے ہونے، معبودانِ باطل سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو گمراہ کرنے کے بارے میں استفسار اور معبودانِ باطل کا سارا الزام کفار پر لگانے کا ذکر فرمایا۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:۱۹

انیسویں پارے کے مضامین

انیسویں پارے کے شروع میں ایک بار پھر کفارِ مکہ کے ناروا مطالبات کا ذکر ہے کہ منکرینِ آخرت یہ مطالبہ کرتے تھے کہ ہمارے پاس فرشتہ اتر کر آئے یا ہم اللہ تعالیٰ کو کھلے عام دیکھیں۔قرآن نے بتایا کہ جس دن کفار ان نشانیوں کو دیکھ لیں گے تو وہ ان کے لیے بہت برا دن ہے۔قیامت کے دن کفار ندامت سے اپنے ہاتھوں کو کاٹیں گے کہ کاش دنیا میں ہم نے رسولوں سے تعلق رکھا ہوتا اور گمراہ کرنے والے دوستوں سے تعلق نہ رکھا ہوتا۔

آیت نمبر:30 سے کفار کے قرآن مجید کی طرف التفات نہ کرنے پر آپ کو تسلی فرمائی کہ ایسا ہر نبی کے ساتھ ہوا ہے اور ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

آیت نمبر:32 میں کفار کے اس اعتراض کا ذکر ہوا کہ پورا قرآن ایک ہی وقت میں نازل کیوں نہ کیا گیا،قرآن نے بتایا کہ تدریجی نزول میں حکمت یہ ہے کہ وحی کے تسلسل کے ذریعے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم رہے اور آپ کے دل کو قرار و سکون نصیب ہو۔

آیت نمبر:33 میں کفار کے ہر اعتراض کا مسکت جواب دینے کا بیان فرمایا۔

آیت نمبر:35 سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا،فرعون کی نافرمانی اور قومِ نوح،قومِ عاد،قومِ ثمود،اصحاب الرّس اور قومِ لوط کے تباہ ہونے کا بیان فرمایا۔

آیت نمبر:45 سے اللہ تعالیٰ نے سائے کے پھیلاؤ اور سمٹاؤ اور نیند کو باعثِ راحت اور دن کو ذریعہ معاش بنانے کو اپنی نشانی قرار دیا۔

آیت نمبر:48 سے بارش کے نظام،آسمان سے پاک پانی کے نزول،اس کے ذریعے بنجر زمین کو زرخیز بنانے،سمندروں میں میٹھے اور نمکین پانی کے الگ الگ جاری ہونے اور دیگر انعامات کا ذکر ہے۔آیت نمبر:54 میں بتایا کہ انسان کا جوہرِ تخلیق پانی ہے اور پھر اس کے ذریعے نسب اور سسرال کے رشتے قائم ہوئے۔

سورۃ الفرقان کے آخری رکوع میں آسمانوں میں برج بنانے، سورج اور چاند کی روشنی اور نظامِ لیل ونہار کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل بتایا۔ ماہرینِ فلکیات نے بتایا کہ برج بارہ ہیں: حمل، ثور، جوزہ، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو اور حوت ہیں۔ یہ مختلف چیزوں کے نام ہیں، ماہرین بتاتے ہیں کہ بالائی فضا میں مختلف مقامات پر ستاروں کے جمگھٹے ان چیزوں کی تصویروں کے مشابہ ہوتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ برج یا ستارے کسی کی تقدیر کے مالک ہیں یا ان سے بندوں کے فائدے یا نقصان وابستہ ہیں۔ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور وہی نفع ونقصان کا مالک ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی اعلیٰ صفات کا ذکر ہے، جو یہ ہیں: زمین پر شرافت اور متانت سے چلنا، راتوں کو سجدہ وقیام یعنی اللہ کی عبادت میں گزارنا، عذابِ جہنم سے اللہ کی پناہ چاہنا، مال خرچ کرتے وقت بُخل اور اسراف کی دوانتہاؤں کے درمیان توازن واعتدال سے کام لینا، شرک، قتلِ ناحق، زنا، جھوٹی گواہی بیہودہ مجالس سے اجتناب، اللہ کی آیات یاددلانے پر اندھا، بہرا نہ بننے یعنی نصیحت قبول کرنے اور اللہ تعالیٰ سے نیک اور صالح اولاد کی دعا کرنا۔ اس میں گناہگاروں کے لیے نہ صرف توبہ کی قبولیت کی نوید ہے بلکہ گناہوں کے بدلے میں نیکیاں عطا کرنے کی بشارت اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا کیے جانے کا ذکر ہے۔

سورۃ الشعراء

سورۃ الشعراء مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 26ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 47ویں سورت ہے۔

اس سورت کی آیت نمبر: 224 میں شعراء کا ذکر ہے، اس لیے اس کا نام "الشعراء" رکھا ہے۔ اس سورت میں قرآن مجید کی عظمت، فصاحت وبلاغت، اس کی نظیر سے عجز کے چیلنج کا بیان ہے، کفار کے فرمائشی معجزات کا رد، مختلف انبیائے کرام کی دعوت اور قوم کے جواب کا ذکر ہے۔

اس سورت کی ابتدا میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے

رنجیدہ ہونے پر تسلی دی کہ آپ رنجیدہ نہ ہوں، اگر ہماری مرضی ہوتی تو یہ سب کے سب ایمان لاتے۔

آیت نمبر: 7 میں اللہ تعالیٰ نے زمین سے مختلف قسم کے پودوں کے اگانے کو اپنی قدرت کی نشانی بتایا۔

اس سورت میں ایک بار پھر موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جا کر دعوتِ حق دینے کے حکم کا ذکر فرمایا، بشری تقاضے کے تحت موسیٰ علیہ السلام کے خدشات کا ذکر ہے، فرعون کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کی تربیت کا احسان جتانے کا ذکر ہے۔ فرعون نے دعوتِ توحید کے جواب میں کہا کہ ''رب العالمین'' کون ہے؟، انہوں نے فرمایا کہ وہ آسمانوں اور زمینوں، مشرق و مغرب اور تمہارا اور تمہارے پہلے آباء واجداد کا رب ہے۔ اس مقام پر بھی ایک بار پھر جادوگروں کے مقابلے میں موسیٰ علیہ السلام کے معجزات (خاص طور پر عصا کا اژدھا بننا) کے غالب آنے کا ذکر ہے، پھر جادوگروں کے ایمان لانے اور فرعون کی طرف سے قید میں ڈالنے، ہاتھ پاؤں کو مخالف سمت سے کاٹنے اور سولی چڑھانے کی دھمکیوں کا ذکر ہے۔ پھر اس بات کا بیان ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر گئے، سامنے سمندر تھا اور پیچھے فرعون اور اس کے پیروکاروں کا تعاقب۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کی ضرب سے سمندر پھٹ گیا، بنی اسرائیل کے لیے راستہ بنا، وہ سلامتی کے ساتھ سمندر پار چلے گئے اور فرعون اپنے لاؤ لشکر سمیت سمندر میں غرق ہو گیا۔

آیت نمبر: 69 سے ایک بار پھر ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے کہ وہ اپنی قوم کو بتوں کی بے بسی کی جانب متوجہ کرتے، پھر ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اللہ نے مجھے پیدا کیا، وہی ہدایت دیتا ہے، وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے، جب بیمار ہوتا ہوں تو شفا دیتا ہے، وہی میری روح قبض کرے گا اور آخرت میں دوبارہ پیدا کرے گا، مجھے یقین ہے کہ قیامت کے دن میری خطاؤں کو معاف فرمائے گا۔ وہ دعا کرتے ہیں: اے پروردگار! تو مجھے صحیح فیصلہ کرنے کی قوت عطا فرما اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دے،

اے اللہ! بعد میں آنے والے لوگوں میں میرا ذکرِ خیر سچائی کے ساتھ جاری فرما، مجھے جنت کی نعمتوں کا وارث بنا اور مجھے قیامت کے دن رسوا نہ فرمانا۔

آیت نمبر: 91 سے متقین اور سرکش لوگوں کے ساتھ ہونے والے سلوک کا ذکر ہے اور گمراہ لوگوں کے جہنم میں آپس میں لڑنے اور ہر طرف سے ناامید ہونے، اور ان کے دنیا میں واپس جا کر ایمان لانے کی ناممکن خواہش کا ذکر ہے۔

آیت نمبر: 105 سے نوح علیہ السلام کی دعوتِ حق کا ذکر ہے، وہ رسولِ امین تھے، سرکش لوگوں نے کہا ہم آپ پر کیسے ایمان لائیں، آپ کے پیروکار تو پسماندہ لوگ ہیں، پھر نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے اپنے اور اپنی قوم کے درمیان آخری فیصلے کی دعا مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے پیروکار مومنوں کو کشتی کے ذریعے نجات عطا فرماتا ہے اور سرکش قوم طوفان میں ڈوب جاتی ہے۔

آیت نمبر: 124 سے ہود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر نعمتوں کی فراوانی چوپایوں، اولاد اور نہری باغات کی صورت میں فرمائی تھی، انہوں نے مضبوط مکانات اور بلند مقامات پر عشرت گاہیں تعمیر کر رکھی تھیں۔ پھر بالآخر نبی کی تکذیب کی بنا پر اس قوم کو ہلاک کر دیا گیا۔

آیت نمبر: 141 سے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود کی نافرمانیوں کا ذکر ہے، ان پر بھی اللہ تعالیٰ نے نعمتوں کی فراوانی فرما رکھی تھی، میٹھے چشموں، باغات اور زرخیز زمین کی کثرت تھی، پہاڑوں کو تراش کر مکانات بناتے تھے، لیکن جب انہوں نے ''ناقة اللہ'' (وہ اونٹنی جسے اللہ نے معجزے کے طور چٹان سے پیدا کیا تھا) کی بے حرمتی کی اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالی تو ان پر عذاب نازل ہوا۔

آیت نمبر: 160 سے لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر ہے، اس قوم کی بداعمالیوں کا ذکر ہے کہ وہ حلال بیویوں کو چھوڑ کر غیر فطری طریقے سے اپنی جنسی خواہش پوری کرتے تھے، لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ان کی ہم خیال تھی، بالآخر اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو بھی تباہ و برباد کر دیا۔

پھر حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر ہے، یہ لوگ ''اصحابُ الایکہ'' کہلاتے ہیں، یہ لوگ لین دین کے وقت ناپ تول میں ڈنڈی مارتے تھے اور ان کی سرکشی کا عالَم یہ تھا کہ نبی سے کہتے: اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر آسمان کیوں نہیں پھٹ جاتا، پھر اس قوم پر بھی عذاب نازل ہوا اور تباہ و برباد کر دیئے گئے۔

آیت نمبر:192 سے بتایا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، جسے واضح عربی زبان میں جبرائیل امین نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلبِ پاک پر نازل کیا۔ ان آیات میں یہ بھی بتایا کہ جن قوموں کا نام ونشان مٹا دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے اتمامِ حُجت کے لیے ان کے پاس رسول بھیجے۔ قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے غور وفکر کا مقام ہے کہ جن بداعمالیوں کے سبب پچھلی امتوں کا نام ونشان مٹا دیا گیا، آج وہ سب اخلاقی خرابیاں اس امت میں جمع ہو چکی ہیں، بس صرف اتنی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے اس امت پر اس طرح کا عذاب نہیں آئے گا کہ نام ونشان ہی مٹ جائے، ورنہ اخلاقی زوال انتہا کو پہنچ چکا ہے۔

آیت نمبر:218 میں فرمایا: اے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! اللہ تعالیٰ عبادت کے وقت آپ کے قیام اور عبادت گزاروں کے درمیان آپ کے سجدوں کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔

اس سورت کی آخری آیات میں مومنین صالحین کا استثناء کر کے شعراء کی گمراہی اور بے راہ روی اور جھوٹ کا بیان فرمایا۔

سورۃ النمل

سورۃ النمل مکی سورت ہے، ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے 27ویں اور ترتیب نزول کے اعتبار سے 48ویں سورت ہے، اس سورت کی آیت نمبر:18 میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر اور چیونٹی کا ذکر ہے، اس لیے اس سورت کو ''اَلنَّمل'' سے تعبیر فرمایا۔

اس سورت میں قرآن کی حقانیت، مومنین کی صفات، مختلف انبیاء کے احوال، اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل، قیامت کی ہولناکیوں اور حیات بعد الموت کا بیان ہے۔

اس سورت کی ابتدائی آیات میں ایک بار پھر موسیٰ علیہ السلام کے احوال اور معجزات کا بیان ہے۔

آیت نمبر: 16 سے سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہے کہ وہ داؤد علیہ السلام کے وارث بنے اور انہیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی، جنات اور انسانوں کے لشکر ایک فوجی ڈسپلن کے ساتھ ان کے پاس حاضر رہتے، پھر اس واقعے کا ذکر ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے لشکر کا گزر چونٹیوں کی وادی پر ہوا تو چونٹیوں کی مَلکہ نے اپنی رعایا سے کہا کہ اپنے بلوں میں گھس جاؤ، کہیں سلیمان کا لشکر تمہیں کچل نہ ڈالے، سلیمان علیہ السلام چونکہ جانوروں کی بولیاں جانتے تھے، تو یہ سن کر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی: اے میرے رب! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو بے پایاں نعمتیں فرمائی ہیں، مجھے ان کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے اپنے پسندیدہ نیک اعمال پر قائم اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیکوکار بندوں میں داخل فرما۔ پھر ہد ہد پرندہ جو ان کے لشکر کی رہنمائی کے لیے آگے جاتا تھا، کافی دیر غائب رہا اور پھر یمن کی ملکۂ سبا کے بارے میں ایک یقینی خبر لے کر آیا کہ ان کا ایک بڑا تخت ہے، یہ لوگ سورج پرست ہیں اور انہیں ہر طرح کی نعمتیں میسر ہیں۔

سلیمان علیہ السلام نے ملکۂ سبا کی طرف ایک خط بھیجا جس کا عنوان یہ تھا: یہ خط سلیمان کی جانب سے ہے: بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم ، (تمہارے لیے پیغام یہ ہے) کہ سرکشی چھوڑو اور اطاعت گزار بن کر میرے پاس چلے آؤ، ملکۂ سبا نے قوم سے مشورہ کیا، قوم کو اپنی طاقت پر ناز تھا۔ ملکۂ سبا نے سلیمان علیہ السلام کو محض ایک دنیادار بادشاہ سمجھتے ہوئے آپ کے پاس تحفے تحائف بھیجے، سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے جو مال دے رکھا ہے، وہ تمہارے مالوں کے مقابلے میں بہت بہتر ہے اور ہد ہد سے کہا کہ یہ خط پہنچاؤ ہم ان پر حملہ کریں گے۔ ملکۂ سبا نے سلیمان علیہ السلام کے سامنے سپر انداز ہونے کا فیصلہ کیا اور چل پڑی، اس دوران سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے کہا کہ ان کے اطاعت گزار ہو کر آنے سے پہلے یہ تخت میرے پاس کون لائے گا۔ ایک بہت بڑے جن نے کہا: ''میں اِس تخت کو آپ کی مجلس برخاست ہونے سے پہلے لے آؤں گا، میں امین ہوں اور اس پر قادر ہوں''۔

سلیمان علیہ السلام کے کتابِ الٰہی کے عالم صحابی (ان کا نام مفسرین نے آصف بن برخیا لکھا ہے اور یہ اللہ کے ولی تھے) نے کہا: ''میں آپ کے پاس پلک جھپکنے سے پہلے اس تخت کو لے آؤں گا''۔ انہوں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو تخت سامنے رکھا ہوا تھا، اِسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کامل بندے کا کہنا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''کُن'' کی بمنزلہ ہوتا ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے اللہ کے اس فضل پر اپنے رب کا شکر ادا کیا اور فرمایا: ''جو اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے، اس کا فائدہ اسی کو پہنچتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے پرواہ، سب کمالات والا ہے''۔

مفسرین نے اس مقام پر لکھا ہے کہ اللہ کے ولی کی یہ طاقت ہے، تو نبی کی طاقت کا عالَم کیا ہوگا اور پھر امام الانبیاء کی شان کا عالَم کیا ہوگا۔ پھر سلیمان علیہ السلام کے حکم سے اس تخت میں کچھ تبدیلی کی گئی کہ آیا مَلکہ اسے پہچان پائے گی یا نہیں، مَلکہ نے اسے پہچان لیا۔ پھر پانی کے تالاب پر چکنا بلّوری فرش بنایا، مَلکۂ سبا نے اس پر قدم رکھا اور پانی گمان کرتے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا تو سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ چکنا بلّوری (Crystal & Glace) ہے۔ اِس موقع پر ملکۂ سبا نے کہا: ''اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لے آئی''۔

آیت: 47 سے قومِ ثمود کا حضرت صالح علیہ السلام سے بدشگونی لینے کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بدشگونی ونحوست اللہ کے نبی صالح علیہ السلام کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ تم ہی میں نحوست ونامبارکی ہے اور تم فتنہ میں مبتلا لوگ ہو۔

آیت نمبر: 48 سے قومِ صالح علیہ السلام کے ان نو افراد کا ذکر ہے جنہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹیں اور حضرت صالح علیہ السلام پر شب خون مارنے کے ارادے سے گئے تو فرشتوں نے پتھر مار مار کر ان کو ہلاک کر دیا اور پوری قوم حضرت جبریل علیہ السلام کی چیخ سے ہلاک ہوئی۔

آیت نمبر: 54 سے ایک بار پھر لوط علیہ السلام کی قوم کی فحاشی اور اس کے نتیجے میں ان کی تباہی وبربادی کا ذکر ہے۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ: ۲۰

بیسویں پارے کے مضامین

بیسویں پارے کے شروع میں اللہ تعالیٰ استفہامی انداز میں اپنی جلالت قدرت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا، آسمان سے بارش برسا کر بارونق باغات کس نے اگائے، زمین کو کس نے مقامِ قرار بنایا اور اس کے بیچ دریا جاری کئے اور لنگر کی صورت میں مضبوط پہاڑ گاڑ دیئے، مبتلائے مصیبت کی فریاد کو کون سنتا ہے اور اس کے دکھوں کا مداوا کون کرتا ہے، خشکی اور سمندر کی ظلمتوں میں راہ کون دکھاتا ہے، بارش کی نوید بنا کر ٹھنڈی ہوائیں کون چلاتا ہے، ابتداءً مخلوق کو کون پیدا کرتا ہے اور دوبارہ کون زندہ کرے گا۔ زمین و آسمان کی مخلوق کو روزی کون دیتا ہے؟۔

یہ سارے سوالات اٹھانے کے بعد اللہ عزوجل انسان کی عقل سلیم سے سوال کرتا ہے کہ کیا اللہ معبودِ برحق کے سوا یہ سب کام کرنے والا کوئی اور ہے اور اس سوال کو قرآن بار بار دہراتا ہے تاکہ عقل کے اندھے انسانوں کا ضمیر جاگ اٹھے اور وہ حق تبارک وتعالیٰ کی جلالت قدرت کو تسلیم کرلیں۔ اس مقام پر بھی قرآن فرماتا ہے کہ اے انسان! زمین پر چل پھر کر دیکھ لو باغی قومیں کس انجام سے دوچار ہوئیں۔ یہ بھی فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی مستور ہے، سب لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

آیت: 80 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک آپ مُردوں کو نہیں سناتے اور نہ ہی بہروں کو (اپنی) پکار سناتے ہیں، جب وہ پیٹھ پھیر کر جارہے ہوں''۔ مزید فرمایا: ''آپ تو صرف ان لوگوں کو سناتے ہیں، جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں''۔

مُردوں کا قبروں میں سننا حدیث پاک سے ثابت ہے، ان آیات کا ایک معنی یہ ہے کہ کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں کہ دانا اور بینا ہوتے ہوئے بھی قبولِ حق کی استعداد سے محروم ہوجاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایسے ہی لوگوں کو دعوتِ حق دیتے رہتے تھے۔ سورت کے آخر میں

بتایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے رہوں اور قرآن کی تلاوت کروں، سو جس نے ہدایت قبول کی، اس میں اسی کا فائدہ ہے اور جو راہِ راست سے بھٹکا رہا، تو کہہ دیں کہ میں صرف عذاب سے ڈرانے والوں میں سے ہوں"۔

آیت نمبر: 82 سے دابۃ الارض کا ذکر فرمایا، اس کے بعد ہر امت میں سے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے گروہوں کو اکٹھا کرنے، دہشت سے ان کے اپنی جگہ سے نہ ہٹنے اور دلیل نہ ہونے کی وجہ سے خاموش رہنے کا ذکر ہے۔

آیت نمبر: 87 میں صور پھونکے جانے اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی گھبراہٹ کا ذکر ہے اور نیکوکاروں کا قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے مامون ہونے کا ذکر ہے۔

سورۃ القصص

سورۃ القصص مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 28ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 49ویں سورت ہے۔ اس سورت میں القصص کا لفظ آنے کی وجہ سے اس کا نام ''سورۃ القصص'' رکھا گیا۔

اس سورت میں توحید، رسالت، حیات بعد الموت جیسے عقائد اور اصول کا بیان ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے لے کر تورات عطا فرمانے تک کا تفصیلی بیان ہے۔ قارون، اس کے خزانے اور اس کی ہلاکت کا ذکر ہے۔

سورۃ القصص کے شروع میں ایک بار پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر ہے، یہاں اس مرحلے کا بیان ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام اللہ کی تدبیر سے فرعون کے دربار میں پہنچے تو بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرنے کا قانون موجود تھا، ایسے ماحول میں آسیہ (زوجۂ فرعون) نے فرعون سے کہا: اسے قتل نہ کرو، یہ میری اور آپ کی آنکھ کی ٹھنڈک ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ ہمیں نفع پہنچائے اور ہم اس کو بیٹا بنالیں اور انہیں شعور نہیں تھا (کہ اللہ تعالیٰ اُن کی ہلاکت کی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاریخِ انسانیت کی چار بڑی خواتین میں آسیہ زوجۂ فرعون کا بھی ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِن کے ذریعے موسیٰ علیہ السلام کی کفالت وحفاظت کا اہتمام فرمایا۔ قرآن نے بتایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ (ان کا نام مُفسرین نے یوحانذ بتایا ہے) نے انہیں دریا کے حوالے کیا تو اُن کا دل بیٹے کی محبت کے غلبے کی وجہ سے نہایت مضطرب و بے قرار تھا، اگر اللہ تعالیٰ اُن کی ڈھارس نہ بندھاتا، تو وہ اپنے راز پر قابو نہ پاسکتیں۔

آیت :11 سے موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کے دربار میں پہنچنے، اُن کا سب دودھ پلانے والیوں کے پستان کو منہ نہ لگانے کا ذکر ہے۔ پھر اس بات کا بیان ہے کہ اُن کی بہن نے، جو اجنبی بن کر وہاں موجود تھی، کہا: ایک دودھ پلانے والی خاتون کا مجھے علم ہے۔ چنانچہ اللہ

تعالیٰ کی اِس خفیہ تدبیر سے موسیٰ علیہ السلام اپنے ماں کی گود میں آ گئے اور اُن کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن گئے۔ پھر جب وہ جوانی کی عمر کو پہنچے، تو ایک مظلوم کے بچاؤ کے لیے اُنھوں نے ظالم کو مکہ مارا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر زیادتی کی، سو تو مجھے بخش دے، پس اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام شہر میں سہمے ہوئے رہے۔

آیت:20 میں بتایا کہ شہر کے دور والے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور اُس نے کہا: ''فرعون کے لوگ آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں، میں آپ کا خیر خواہ ہوں، آپ یہاں سے نکل جائیے''۔ موسیٰ علیہ السلام وہاں سے مدین کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں اُن کے پانی کے گھاٹ پر پہنچے تو دیکھا کہ لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے ہیں اور دو خواتین اپنے جانوروں کو روکے ہوئے ہیں، آپ نے اُن سے پوچھا: کیا بات ہے، اُنھوں نے کہا: ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں، تو جب تک یہ سب چرواہے اپنے مویشیوں کو پانی پلا کر چلے نہ جائیں، ہم اُس وقت تک اپنے مویشیوں کو پانی نہیں پلا سکتے۔ آپ نے اُن خواتین کی مدد کی۔ اُن خواتین نے گھر جا کر اپنے والد سے ایک اجنبی نوجوان کا ذکر کیا کہ اُس نے ہماری مدد کی ہے، آپ اُسے اجرت پر رکھ لیں، وہ طاقت ور اور امانت دار ہے، چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی بیٹی کے ذریعے بلا بھیجا۔ شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا آپ کے ساتھ اِس شرط پر نکاح کر دوں گا کہ آپ آٹھ سال تک اجرت پر میرا کام کریں اور اگر آپ دس سال پورے کر دیں، تو یہ آپ کی طرف سے احسان ہو گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ پیشکش قبول کر لی۔

آیت:29 میں فرمایا کہ جب مقررہ میعاد پوری ہو گئی تو موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ اس سفر کے دوران آگ کی تلاش میں اُن کے طور پر جانے، مبارک سرزمین پر اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا ذکر ہے۔ وہاں آپ کو نبوت عطا ہوئی، عصا اور یَدِ بیضاء کے معجزے عطا ہوئے اور ہارون علیہ السلام کو رسالت کے مشن میں ان کی

درخواست پر ان کا مددگار بنایا گیا۔

آیت :38 سے اللہ تعالیٰ نے اُن سے اپنی نصرت کا وعدہ فرمایا۔موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کو دعوتِ حق دی تو اُس نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ میرے لیے ایک بلند عمارت بناؤ تا کہ میں بلندی سے جھانک کر موسیٰ کے خدا کو دیکھوں اور میرا یقین ہے کہ (معاذ اللہ) یہ جھوٹے ہیں،اس کے بعد جو واقعات رونما ہوئے ،وہ پیچھے گزر چکے ہیں چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین کی بنسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخالفین زیادہ قوی، سازشی اور مقتدر تھے،اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غالب فرمادیا تو اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ حالات خواہ کتنے ہی کٹھن کیوں نہ ہوں بالآخر غلبہ آپ ہی کے لیے ہے۔اس لیے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں بار بار آیا ہے،لیکن ہر مقام پر دوسرے مقام سے الگ انداز اور زاویے سے عبرت وسبق آموزی کو واضح کیا گیا۔

آیت نمبر :44 میں فرمایا کہ اگر تمہیں اس کتاب میں شک ہے تو تم اس سے زیادہ ہدایت والی کتاب اللہ کے پاس سے لے آؤ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی کہ یہ لوگ اس لیے آپ کی پیروی نہیں کرتے کیونکہ یہ اپنی خواہشات کے پیروکار ہیں۔

آیت نمبر :52 سے نجاشی کے دربار سے آئے ہوئے وفد کے قبولِ اسلام، ابوجہل کی بدتمیزی اور ان نیک طینت لوگوں کا یہ کہنا کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں،تم سلامت رہو،ہم جاہلوں (سے الجھنے) کے خواہاں نہیں ہیں،اس کے بعد فرمایا کہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کی منشا پر ہے اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو خوب جانتا ہے۔

آیت :57 سے کفارِ مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: ''اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو ہم اپنے ملک سے اچک لیے جائیں گے''،یعنی موجودہ فوائد سے محروم ہو جائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا ہم نے ان کو اپنے حرم میں آباد نہیں کیا، جو امن والا ہے،اُس کی طرف ہمارے دیئے ہوئے ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں،لیکن ان میں سے (اکثر لوگ) نہیں جانتے،یعنی اسلام کی برکت سے دنیاوی نعمتیں چھن نہیں جائیں گی بلکہ

ان میں اضافہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے بہت سی ان بستیوں کو ہلاک کر دیا، جن کے رہنے والے اپنی خوشحالی پر اتراتے تھے، یعنی ماضی کی خوشحال سرکش قوموں کے کھنڈرات نشانِ عبرت ہیں۔ اِن آیات میں یہ بھی بتایا گیا کہ بستیوں والوں کو اُس وقت تک ہلاک نہیں کیا جاتا جب تک کہ رسول بھیج کر اُن پر اتمامِ حجّت نہیں کر دیا جاتا۔

آیت نمبر:62 میں قیامت کے دن کفار کو ندا کر کے ان کے معبودانِ باطل کے بارے استفسار کا ذکر ہے اور کفار کا اپنے معبودوں پر الزام، معبودوں کی بیزاری اور دونوں کی بے بسی، فرشتوں کے اس سوال کے جواب میں خاموش رہنے کا بیان ہے کہ تم نے اپنے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا۔

آیت نمبر:68 میں اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے، عالم الغیب اور معبودِ برحق ہونے کا بیان ہے۔

آیت :71 سے ایک بار پھر اللہ تعالیٰ نے استفہامی (Interrogative) انداز میں اپنے قدرت وجلالت کی طرف متوجہ فرمایا کہ اگر وہ قیامت تک کے لیے مسلسل رات کا سلسلہ جاری رکھے تو تمہارے لیے روشنی کون لے کر آئے گا اور اِسی طرح اگر اللہ تمہارے لیے مسلسل دن بنا دے، تو رات کو سکون تمہیں کون دے گا؟، پس کیا تم سنتے نہیں، سوچتے اور سمجھتے نہیں۔

آیت :76 سے قارون کا ذکر ہے یہ قومِ موسیٰ کا ایک سرکش شخص تھا اور اللہ نے اپنی حکمت سے اُسے اتنے خزانے عطا کئے تھے کہ ایک طاقتور جماعت تھی، جو اُس کی چابیوں کو اٹھا نہ پاتی۔ اُس کی قوم نے اُس سے کہا: ''اتراؤ نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ اِترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا''، اِس نعمتِ دولت کے بدلے میں آخرت کو تلاش کرو اور جس طرح اللہ نے تم پر احسان کیا ہے، تم بھی لوگوں کے ساتھ احسان کرو اور زمین میں فساد برپا نہ کرو، یعنی مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اُس نے کہا: یہ مال مجھے میرے علم کی وجہ سے دیا گیا ہے، یعنی اُس نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے اپنے علم اور مہارت پر ناز کیا۔ اللہ نے فرمایا:

اِس سے پہلی قوموں میں اس سے بھی زیادہ طاقتور اور بڑے مالداروں کو ہلاک کر دیا گیا۔

آیت:81 میں فرمایا: (اُس کی سرکشی کی سزا کے طور پر) ہم نے اُسے اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تھا، پھر اللہ کے مقابل اُس کا کوئی مددگار نہ تھا۔قرآن نے بتایا کہ اُس کے کرّوفر کو دیکھ کر جو لوگ اُس جیسا دولت مند ہونے کی تمنا کر رہے تھے، اُس کے انجام کو دیکھ کر انہوں نے کہا: ہم بھول گئے تھے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ فرما دیتا ہے (یعنی کوئی یہ نہ سمجھے کہ دولت وطاقتِ دنیا ہرصورت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کی دلیل ہے)۔اُنہوں نے کہا: (اُس جیسی دولت کا نہ ہونا ہمارے حق میں اچھا ثابت ہوا) اگر اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہم بھی دھنسا دیئے جاتے۔

آیت:83 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ آخرت کا گھر ہم اُن کے لیے مقدر کرتے ہیں، جو زمین میں نہ تو تکبر کرتے ہیں اور نہ ہی فساد، اچھا انجام صرف پرہیزگاروں کے لیے ہوتا ہے''۔اگلی آیت کا مفہوم ہے کہ ہر ایک اپنے اچھے یا برے اعمال کی جزا یا سزا پائے گا۔

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کے معبود برحق ہونے، سوائے اس کی ذات کے ہر چیز کے فنا ہونے، اس کا حکم نافذ ہونے اور اس کی طرف لوٹنے کا بیان ہے۔

سورۃ العنکبوت

سورۃ العنکبوت مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 29 ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 85 ویں سورت ہے۔عنکبوت مکڑی کو کہتے ہیں اس سورت کی آیت نمبر:41 میں عنکبوت کا ذکر ہے، اس لیے اس کا نام عنکبوت رکھا گیا۔

اس سورت میں حق اور سچائی کے راستے میں مشکلات پر ثابت قدمی اور صبر، ماں باپ کی اطاعت اور اس کی حدود کا تعین، انبیائے سابقین کی امتوں کے حالات کا اجمالی ذکر، اہل کتاب اور مشرکین کے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت پر اعتراضات کے جوابات اور مسلمانوں کو ہجرت کی ہدایت اور اس پر اجرِ آخرت کا بیان ہے۔

اس سورت کے شروع میں قرآن نے متوجہ کیا کہ قطعی نجات کے لیے صرف دعوائے ایمان کافی نہیں ہے بلکہ آزمائش بھی ہوسکتی ہے، جیسا کہ پچھلی امتوں کے لوگوں کو کڑی آزمائش سے گزرنا پڑا اور ابتلا سے گزرنے کے بعد ہی سچے مومن اور جھوٹے کا فرق واضح ہوتا ہے۔

آیت :8 میں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو، اور ان کی اطاعت کی حدود کا تعین کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ تمہیں شرک پر مائل کرنا چاہیں تو گناہ کے کاموں میں ماں باپ کی اطاعت واجب نہیں ہے۔ حدیث میں بھی ہے کہ کسی بھی ایسے مسئلے میں مخلوق (خواہ وہ کوئی بھی ہو) کی اطاعت لازم نہیں ہے، جس میں اللہ کی نافرمانی لازم آتی ہو۔

آیت :14 سے ایک بار پھر حضرت نوح علیہ السلام کی ساڑھے نو سو سالہ تبلیغی زندگی اور اُن کی قوم کے انکار اور ان پر عذاب کا ذکر ہوا۔

آیت :16 سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو متوجہ کیا کہ اللہ کو چھوڑ کر بے بس بتوں کی عبادت نہ کرو، صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کو سن کر قوم نے کہا: اسے قتل کردو یا جلا ڈالو، تو اللہ نے اُنہیں آگ سے بچالیا۔

آیت :26 سے لوط، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا ذکر ہے کہ ہم نے انہیں نبوت اور کتاب عطا کی۔ لوط علیہ السلام کی قوم کی انتہائی سرکشی کا ذکر ہے کہ وہ غیر فطری طریق سے اپنی جنسی خواہش پورا کرتے اور ڈاکے ڈالتے اور انتہا یہ ہے کہ کھلے بندوں بے حیائی کے کام کرتے تھے اور لوط علیہ السلام سے نزولِ عذاب کا مطالبہ کرتے تھے یعنی یہ اُن کی سرکشی کی انتہا تھی۔

اِن آیات میں بتایا کہ بالآخر اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام اور اُن کے اہل کو بچالیا اور قوم کے ساتھ قوم کی برائیوں کو پسند کرنے والی ان کی بیوی سمیت ساری بستی کو ہلاک کردیا۔ پھر

مدین کی سرزمین پر حضرت شعیب علیہ السلام اور اُن کی قوم کی سرکشی کا ذکر ہوا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تکذیب کے جرم میں ان کو بھی تباہ و برباد کر دیا۔ قرآن نے اہلِ مکہ کو مخاطب کر کے بیان کیا کہ تم اپنے تجارتی سفر کے دوران شیطان کے بہکاوے میں آنے والے عاد وثمود کی بستیوں سے بخوبی آگاہ ہو چکے ہو، یہ لوگ سمجھدار ہونے کے باوجود شیطان کے نرغے میں آ کر راہِ راست سے ہٹ گئے۔

آیت: 40 سے قرآن نے بتایا کہ ان میں سے بعض سرکش قوموں پر ہم نے پتھر برسائے، بعض کو چنگھاڑ نے پکڑ لیا، بعض کو زمین میں دھنسا دیا اور بعض کو سمندر میں غرق کر دیا۔ فرمایا: اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا بلکہ یہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔

آیت: 41 میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر باطل معبودوں کو اپنا مددگار بناتے ہیں، اُن کے عقائد کے بودے پن کی مثال مکڑی کے جالے جیسی ہے اور سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے۔ آخر میں اللہ نے فرمایا کہ ہم حق کو ثابت کرنے کے لیے لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتے ہیں، لیکن صرف اہلِ عقل و خرد ہی اِن سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:۲۱

اکیسویں پارے کے مضامین

اس پارے کی پہلی آیت میں تلاوتِ قرآن اور اقامتِ صلوٰۃ کا حکم ہے اور نماز کے منجملہ فوائد میں سے یہ ہے کہ یہ بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے، اسی معیار پر ہر مسلمان اپنی نماز کی مقبولیت اور افادیت کا جائزہ لے سکتا ہے۔

آیت نمبر:46 میں اہل کتاب سے بحث ومباحثہ اور مجادلہ کے آداب اور اسلوبِ تبلیغ کے شائستہ اور پسندیدہ ہونے کا بیان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ''نبی امی'' تھے، یعنی آپ نے رسمی طور پر لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت پوشیدہ تھی، آیت نمبر:48 میں فرمایا:''اور آپ نزولِ قرآن سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی اس سے پہلے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے، ورنہ باطل پرست شک میں مبتلاء ہوجاتے''، یعنی کوئی منکر یہ کہہ سکتا تھا کہ پچھلی کتابوں کا کوئی ذخیرہ یا دفینہ ان کے ہاتھ آگیا ہے، جسے پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔

علامہ غلام رسول سعیدی نے شرح صحیح مسلم، جلد:05 اور تفسیر تبیان القرآن، جلد:04 میں قوی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ بعد میں معجزے کے طور پر آپ سے لکھنا پڑھنا ثابت ہے۔

آیت نمبر:50 سے کفار کے معجزے کی فرمائش کے جواب میں فرمایا کہ قرآن مجید سے بڑھ کر معجزہ اور کیا ہوسکتا ہے۔عذاب کے مطالبے پر فرمایا کہ اس کا ایک وقت مقرر ہے۔

آیت نمبر:56 میں مومن بندوں کو فرمایا جارہا ہے کہ جس سرزمین پر منشاءِ ربانی کے مطابق زندگی گزارنا مشکل ہو تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی خاطر وہاں سے ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کرو جہاں بے خوف وخطر رب کی بندگی کرسکیں۔

آیت نمبر:59 میں فرمایا ’’اور کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے، ان کو اللہ ہی رزق دیتا ہے اور تم کو بھی‘‘، یعنی انسان کتنی ہی منصوبہ بندی کیوں نہ کرے، اسباب کا اختیار کرنا بجا، لیکن رازقِ حقیقی صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے۔

آیت نمبر:62 میں فرمایا کہ رزق کی کشادگی کو کوئی اپنے لیے معیارِ فضیلت نہ سمجھے، اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے یہ فیصلے فرماتا ہے۔

آیت نمبر:64 میں دنیاوی زندگی کے کھیل تماشا ہونے اور اخروی زندگی ہی اصل زندگی ہونے کا بیان ہے۔ اس کے بعد مشرکین کے سمندری طوفان میں گھرنے کے بعد خالص اللہ تعالیٰ کو پکارنے اور نجات پا کر خشکی پر جانے کے بعد شرک کرنے کا بیان ہے۔ اس کے بعد مکہ والوں کو نعمت امن کی یاد دلا کر ناشکری سے بچنے کی تاکید کی جارہی ہے۔

آخری آیت میں فرمایا: ’’اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں اور مشقت اٹھاتے ہیں، ہم ضرور انہیں اپنی راہیں دکھائیں گے‘‘۔

سورۃ الروم

سورۃ الروم مکی سورت ہے۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 30 ویں جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 84 ویں سورت ہے۔ اس سورت میں روم کی شکست کے بعد بطور پیشن گوئی ان کی فتح کا ذکر ہے اس لیے اس سورت کا نام روم رکھا گیا۔

اس سورت میں توحید، رسالت، بعث بعد الموت، قیامت اور جزا وسزا کا بیان ہے۔ ان نیک خصائل کا ذکر ہے جن کی اسلام دعوت دیتا ہے اور مشرکین کے برے اعمال کا ذکر ہے۔

قرآن کی حقانیت کی ایک دلیل قطعی یہ ہے کہ قرآن میں مستقبل کی جو خبریں دی ہیں وہ ہمیشہ سچ ثابت ہوئیں۔ اہل روم اور اہلِ فارس میں لڑائیاں چلتی رہتی تھیں، ایک بار اہلِ فارس جو مشرک تھے اہلِ روم پر غالب آ گئے اور رومی اہلِ کتاب تھے، چنانچہ مشرکینِ مکہ اہلِ فارس کی فتح سے خوشیاں منانے لگے، تو قرآن نے فرمایا یہ خوشیاں عارضی ہیں چند (بِضع

کا اطلاق تین سے لے کر نو تک ہوتا ہے) سال میں رومی فارس والوں پر غالب آ جائیں گے، چنانچہ قرآن کی بشارت کے عین مطابق ساتویں سال میں رومیوں کو اہلِ فارس پر دوبارہ فتح نصیب ہوئی۔

آیت نمبر:9 سے بتایا کہ لوگوں کو اپنی مادّی قوت وطاقت پر اِترا کر اللہ عزوجل کی غالب قدرت کو بھول نہیں جانا چاہیے ، ماضی میں کتنی ہی ایسی قومیں آئیں جو مادّی قوت کی حامل تھیں، لیکن آج ان کے کھنڈرات ان کی مادّی قوت کی ناپائیداری کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔

آیت نمبر:17 سے نماز کے اوقاتِ خمسہ کی طرف اشارہ فرمایا: ''پس شام کے وقت اللہ کی تسبیح کرو اور جب تم صبح کو اٹھو اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں آسمانوں اور زمینوں میں اور پچھلے پہر اور دوپہر کو''، صبح اور شام میں مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں آتی ہیں، پچھلے پہر میں عصر کی نماز اور دوپہر میں ظہر کی نماز۔

آیت نمبر:21 سے بتایا کہ اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے انسان کو مٹی سے پیدا فرمایا، اسی کی جنس سے جوڑے بنائے تاکہ ان سے سکون حاصل کریں اور زوجین کے درمیان محبت اور ہمدردی کا رشتہ قائم کیا اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے زمین وآسمان کی تخلیق اور انسانوں کی بولیوں اور رنگوں کا تنوع ہے اور نیند کے لیے رات اور تلاش معاش کے لیے دن کا بنانا ہے اور اسی طرح آگے کی آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی متعدد نشانیوں کا ذکر ہے۔

آیت نمبر:27 میں حیات بعدالموت کے منکرین سے فرمایا کہ وہی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے اور دوبارہ زندہ بھی وہی کرے گا اور یہ اس کے لیے آسان تر ہے۔

آیت نمبر:28 میں مشرکین سے فرمایا کہ کیا تمہارے غلام تمہارے مال میں برابر کے حصہ دار ہوتے ہیں؟، اگر نہیں تو پھر تم اللہ کے ساتھ کیسے بے جان بتوں کو شریک ٹھہراتے ہو۔

آگے چل کر امت محمدی کو تعلیم دینے کی خاطر فرمایا کہ آپ باطل ادیان سے کنارہ کش

ہوکر اپنے آپ کو دینِ فطرت پر قائم رکھیں۔

آیت نمبر:33 سے انسان کی فطری خودغرضی کو بیان کیا کہ تکلیف کے وقت اللہ کو پکارتے ہیں، لیکن راحت کے وقت اسے بھول جاتے ہیں بلکہ شرک کرنے لگتے ہیں اور یہ بھی بتایا کہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہوجاتے ہیں۔ آیت نمبر:38 میں قرابت داروں، مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دینے کا حکم فرمایا۔

سود سے بظاہر مال بڑھتا ہے اور زکوٰۃ سے مال کم ہوتا ہے، لیکن آیت نمبر:39 میں فرمایا کہ اللہ کے نزدیک مالِ زکوٰۃ بڑھتا ہے اور سود کا مال گھٹتا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے، رازق ہونے، مارنے اور زندہ کرنے کی صفات کو ذکر کر کے شرک کا بطلان کیا جارہا ہے۔

آیت نمبر:41 میں فرمایا کہ بر و بحر میں فساد لوگوں کے اپنے کرتوتوں کے سبب ہے اور لوگوں کو ایک دوسرے سے بھڑا دینا بھی ایک صورتِ عذب ہے۔

آیت نمبر:46 سے اللہ تعالیٰ نے بارش کے نظام کو اپنی قدرت کی نشانی کے طور پر بیان فرمایا کہ وہ ٹھنڈی ہوائیں اپنی رحمت کی نوید بنا کر بھیجتا ہے، پھر وہ اللہ کی مرضی سے بادلوں کو آسمان میں پھیلا دیتی ہیں، بادل ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے ہیں اور ان کے درمیان سے جہاں اللہ کا حکم ہوتا ہے، پانی برستا ہے، پھر بنجر اور بے جان زمین میں اگانے اور حیات کے سامان کے پیدا کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حیات بعدالموت کی دلیل کے طور پر پیش فرمایا ہے۔

آیت نمبر:54 میں انسانی وجود سے اپنی وحدانیت پر استدلال فرمایا کہ کمزوری کی حالت میں انسان کی پیدائش، پھر قوت اور قوت کے بعد پھر کمزوری اور بڑھاپا یہ سب حالتیں اللہ تعالیٰ ہی طاری فرماتا ہے۔

آیت نمبر:55 میں مجرموں کا اس بات پر قسمیں اٹھانے کا ذکر ہے کہ وہ دنیا میں صرف پل بھر رہے ہیں تو ان سے اتنا سخت محاسبہ کیوں کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جھوٹ بولنا ان کی پرانی عادت ہے۔

آخر میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مومنین کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی مدد کا وعدہ سچا ہے۔

سورۂ لقمان

اس سورت کا نام لقمان ہے، کیونکہ اس کی ایک آیت میں حضرت لقمان کا ذکر ہے، یہ مکی سورت ہے ،ترتیب مصحف کے اعتبار سے یہ 31ویں اور ترتیب نزول کے اعتبار سے 57ویں سورت ہے۔

اس سورت کی ابتدا قرآن مجید کی حقانیت سے کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن نماز قائم کرنے والے، زکوٰۃ دینے والے اور آخرت پر یقین رکھنے والے نیکوکاروں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے آیات سے تکبر کرنے والوں کے لیے عذاب الیم اور مومنین صالحین کے لیے ہمیشہ رہنے والی جنتوں کا بیان ہے۔

آسمان کے بغیر ستونوں کو قائم کرنے، زمین میں پہاڑوں کے نصب کرنے، زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلانے، آسمان سے بارش برسانے اور زمین سے ہر قسم کے عمدہ غلے (اور میوے) پیدا کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: یہ ہے اللہ کا پیدا کیا ہوا، پس مجھے وہ دکھاؤ جو اللہ کے سوا دوسروں نے پیدا کیا ہے۔

آیت نمبر:12 سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی اور حکم دیا کہ اللہ کا شکر ادا کرو اور جو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے، اس کا فائدہ اسی کو پہنچتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ بے نیاز ہے اور تمام تعریفوں کا حق دار ہے۔حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں کیں ،قرآن ان کو بیان کرتا ہے، وہ یہ ہیں:

(۱) شرک سے اجتناب۔

(۲) اللہ اور ماں باپ کا شکر گزار ہونا۔

(۳) والدین کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنا، اس مقام پر قرآن نے اولاد کے لیے ماں کی

مشقتوں کا بھی ذکر کیا۔

(۴) اگر خدانخواستہ کسی کے ماں باپ مشرک ہوں تو ان کے دباؤ پر شرک میں مبتلاء نہ ہونا، لیکن اس کے باوجود دنیوی امور میں ماں باپ کے ساتھ بدستور نیک برتاؤ کرنا۔

(۵) پابندی سے نماز قائم کرنا۔

(۶) نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

(۷) لوگوں کے ساتھ تکبر سے پیش نہ آنا۔

(۸) زمین میں اکڑ کر نہیں بلکہ عاجزی سے چلنا۔

(۹) چال اور گفتار میں تواضع اختیار کرنا وغیرہ۔

حضرت لقمان کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، لیکن زیادہ راجح قول یہ ہے کہ یہ ایک حکیم اور دانا شخص تھے، اللہ نے ان کو فکرِ سلیم عطا کی تھی، ان کا بیٹا اور بیوی دونوں کافر تھے اور یہ مسلسل انہیں نصیحت کرتے رہتے تھے۔

اگلی آیات میں ایک بار پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت وجلالت، تسخیر کائنات، تسخیر شمس وقمر، نظامِ لیل ونہار اور دیگر بے پایاں نعمتوں کا ذکر ہے۔

آیت نمبر: 27 میں فرمایا کہ اگر زمین کے سارے درخت قلمیں بن جائیں اور سمندر روشنائی بن جائیں اور اس میں سات سمندر کا اضافہ ہوجائے (اور یہ اللہ کے کلمات کو لکھنے لگیں) تو قلمیں ختم ہوجائیں گی، سمندر خشک ہوجائیں گے، لیکن اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔

آخری آیت مُغیِبّاتِ خمسہ سے متعلق ہے یعنی قیامت کب قائم ہوگی، بارش کب برسے گی، ماں کے رحم میں کیا ہے، کوئی شخص کل کیا کام کرے گا اور کس کی موت کہاں واقع ہوگی، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ذات سے کوئی ان امورِ غیبیہ کو نہیں جانتا، علامات، اسباب وقرائن اور آلات کی مدد سے حاصل شدہ علم کے ذریعے بارش کی پیشن گوئی یا ماں کے رحم میں جنین کے بارے میں بتانا اس آیت کے منافی نہیں ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کا

اپنے انبیاء میں سے کسی کو ان کے متعلق باخبر و مطلع کرنا بھی اُس کے منافی نہیں ہے، بلکہ آیت کے آخر میں مذکور اسمِ الٰہی ''خَبِیْرٌ'' اس کی طرف مشیر ہے اور اس کا مؤیّد ہے۔

سورۃ السجدہ

سورۃ السجدہ مکی سورت ہے، اس کی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والے مومنین کی تعریف و تحسین ہے، اس لیے اس کا نام ''السجدہ'' رکھا گیا۔

ترتیب مصحف کے اعتبار سے 20ویں اور ترتیب نزول کے اعتبار سے 75ویں سورت ہے۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، خالقیت اور ربوبیت پر دلائل، قرآن مجید کی حقانیت اور سرکار دو عالم ﷺ کی رسالت کے برحق ہونے اور معاد کا بیان ہے، پچھلی امتوں کے منکرین کے انجام سے اس زمانہ کے منکرین کو ڈرایا گیا ہے۔

اس سورت کی ابتدا میں قرآن کے من جانب اللہ ہونے اور رسالت محمدی کے برحق ہونے اور اللہ تعالیٰ کے خالق اور مدبر ہونے کا بیان ہے۔

آیت نمبر:7 سے انسان کی مٹی سے پیدائش اور نسل انسانی کے لیے جوہر حیات، نفخ روح، کان، آنکھ اور دل جیسی نعمتوں کا ذکر فرمایا۔

آیت نمبر:10 سے منکرین حیات بعد الموت کے اعتراض، قیامت کے دن عذاب کو ملاحظہ کرنے کے بعد پشیمانی اور دنیا میں واپس جا کر نیک عمل کرنے کی خواہش اور ان کے دخول جہنم کا ذکر ہے۔

آیت نمبر:13 میں فرمایا کہ ہدایت کوئی جبری چیز نہیں ہے۔

آیت نمبر:15 میں فرمایا کہ ہماری آیات پر ایمان وہ لوگ لاتے ہیں کہ جب ان آیات کے ذریعے انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اپنے رب کی تسبیح اور حمد کرتے ہوئے سجدے میں گر جاتے ہیں، تکبر نہیں کرتے، ان کے پہلو (عبادت الٰہی میں مشغولیت کی وجہ سے) بستروں سے دور رہتے ہیں، وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کی رحمت کا

یقین رکھتے ہوئے اسے پکارتے ہیں۔

آیت نمبر 18 میں فرمایا: مومن اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے، باعمل مومنین کے لیے جنت کی صورت میں اللہ نے مہمانی تیار کر رکھی ہے، جبکہ فاسقوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ جب بھی جہنم سے نکلنا چاہیں گے انہیں واپس اسی آگ میں لوٹا دیا جائے گا۔

آیت: 24 میں فرمایا: جن لوگوں نے صبر و تحمل کو اپنا وتیرہ بنالیا، تو ہم نے اُنہیں لوگوں کے منصبِ امامت پر فائز کر دیا۔

سورۃ الاحزاب

سورۃ الاحزاب مدنی سورت ہے، اس سورت میں غزوۂ احزاب کے متعلق آیات نازل ہوئیں اس لیے اس کو ''الاحزاب'' سے موسوم کیا۔

ترتیب مصحف کے اعتبار سے 33ویں جبکہ نزول کے اعتبار سے 90ویں سورت ہے۔

اس سورت میں منافقین کے رد، منہ بولے بیٹے کی حیثیت، آدابِ معاشرت، حکمِ ظہار، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مومنوں کی جان سے زیادہ قریب ہونے، آپ کی ازواج کا امہات المؤمنین ہونے، ختمِ نبوت، حکمِ درود، غزوۂ احزاب میں یہودیوں کی عہد شکنی، منافقین کی سازشوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنین کی مدد و نصرت کا بیان ہے۔

اس سورت کی ابتدا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی الٰہی کی اتباع کرنے، تقویٰ پر کاربند رہنے اور کفار و منافقین کا کہنا نہ ماننے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا بیان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کی تمام باطل قوتیں مجتمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئیں، ''حزب'' جماعت کو کہتے ہیں اور ''احزاب'' کے معنی ہیں جماعتیں، یعنی عہد رسالت میں مسلمانوں کے خلاف کفار اور مشرکین اور منافقین کی یہ اجتماعی یلغار تھی، جسے بالآخر اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید و نصرت سے ناکام و نامراد فرمایا اور یہی واقعہ اس سورت کا مرکزی موضوع ہے۔

آیت نمبر: 4 میں فرمایا کہ اللہ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے، یعنی کفر اور

ایمان، ہدایت اور گمراہی اور حق و باطل ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔اسی آیت میں فرمایا کہ کسی کے منہ بولے بیٹے حقیقی بیٹوں کے حکم میں نہیں ہیں، یہ لوگوں کی خود ساختہ باتیں ہیں۔

مزید فرمایا کہ لوگوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو، اللہ کے نزدیک یہی بات مبنی بر انصاف ہے اور اگر ان کے حقیقی باپوں کا پتا نہ چلے تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

آیت نمبر:6 میں فرمایا کہ نبی مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں (اور بعض مفسرین نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ نبی مومنوں کی جانوں کے مالک ہیں) اور نبی کی بیویاں مومنوں کی روحانی مائیں ہیں۔

آیت نمبر:7 میں انبیائے کرام سے فرائض رسالت کے متعلق لیے گئے وعدے کا ذکر ہے۔

آیت نمبر:8 سے بیان کیا کہ غزوۂ احزاب (اسے غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں) کے موقع پر کفار ہر جانب سے جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے، (شدتِ غم سے) مسلمانوں کی آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور دلوں میں اللہ (کی نصرت کے بارے میں) طرح طرح کے گمان پیدا ہونے لگے۔اس موقع پر اہلِ ایمان کی آزمائش کی گئی اور انہیں شدت سے جھنجھوڑ دیا گیا، یہاں تک کہ منافق اور جن کے دلوں میں شک کی بیماری تھی کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کر رکھا تھا، وہ محض دھوکہ تھا، اس پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مومنو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم پر کفار کے لشکر حملہ آور ہوئے تو ہم نے ان پر ایک آندھی اور ایسے (غیبی) لشکر بھیجے، جنہیں تم نے دیکھا نہیں اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔غزوۂ خندق کے موقع پر کفار ایک ماہ تک مسلمانوں کا محاصرہ کئے رہے، ایک موقع پر مسلمانوں کی تین نمازیں (ظہر، عصر، مغرب) بھی قضاء ہوئیں، بالآخر طوفانی آندھی آئی، ان کے خیمے اکھڑ گئے، ان کی دیگیں الٹ گئیں،

ان کے جانور رسیاں تڑا کر بھاگنے لگے اور ایسے عالم میں کہ بظاہر انہیں اپنی کامیابی کا یقین تھا، انہیں ناکام اور نامراد ہو کر واپس جانا پڑا، اسی کو نصرتِ الٰہی کہتے ہیں۔

منافقین نے اس جنگ میں بزدلانہ روش، موت سے فرار، مومنین کو ورغلانے اور مالِ غنیمت کے حصول میں پیش پیش رہنے کا جو طرزِ عمل اختیار کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کا بصورتِ مذمت ذکر فرمایا۔

آیت نمبر:21 میں فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات میں ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہو، نہایت عمدہ نمونہ ہے۔

اس سورت میں یہ بھی بتایا کہ جہاں منافق کفار کے بھاری لشکر کو دیکھ کر متزلزل ہو رہے تھے، وہاں مسلمانوں کے ایمان اور تسلیم ورضا میں اضافہ ہو رہا تھا کہ یہ تو وہی منظر ہے، جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کا فرمان سچ ہے۔

آیت نمبر:23 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اہلِ ایمان میں ایسے مردانِ باوفا ہیں کہ جو اللہ سے کئے ہوئے وعدے پر سچے ثابت ہوئے، ان میں سے کچھ (شہید ہو کر) اپنی نذر پوری کر چکے اور کچھ اپنی باری کے انتظار میں ہیں۔

آیت نمبر:26 میں بنو قریظہ کی بدعہدی کے بعد ان کے محاصرے، قلعوں سے نیچے اترنے، ان کو قتل کرنے اور قیدی بنا لینے، ان کی زمینوں، مکانوں اور مال ومتاع کے مسلمانوں کو وارث بنانے کا بیان ہے۔

آیت نمبر:28 میں امہات المومن ازواجِ مطہرات وطیبات رضی اللہ عنہن کو دعوتِ عزیمت دی گئی کہ اگر تم میں سے کسی کو دنیا کی زندگی کی زینت مطلوب ہو، تو اسے اختیار کرنے کی اجازت ہے اور اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت مطلوب ہے، تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی نیک شِعار بیویوں کے لیے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے، اس میں کسی

مومن کو شک نہیں ہونا چاہئے کہ ازواجِ رسول نے دنیا کی عارضی زیب وزینت اور راحتوں پر آخرت کی ابدی اور دائمی نعمتوں کو ترجیح دی۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:۲۲

بائیسویں پارے کے مضامین

اِس پارے کے شروع میں ازواجِ مُطہرات سے کہا گیا کہ آپ لوگوں کا مقام امتیازی ہے، سوتقویٰ اختیار کرو، غیر محرم مردوں کے ساتھ نرم لہجے میں بات نہ کرو اور ضرورت کے مطابق بات کرو، اپنے گھروں پر رہو اور زمانۂ جاہلیت کی طرح زیب وزینت کی نمائش نہ کرو، نماز اور زکوٰۃ اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت پر کاربند رہو اور جو ایسا کریں گی تو اُن کو دُہرا اجر ملے گا اور اُن کے لیے آخرت میں عزت کی روزی کا اہتمام ہے۔ اِسی مقام پر اہلِ بیتِ رسول کے لیے نوید ہے کہ اللہ اُن سے ناپاکی کو دور کرنا چاہتا ہے اور اُنہیں خوب پاکیزہ رکھنا چاہتا ہے۔ مُفسرین کے مطابق اِس آیتِ تطہیر کا مصداق سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن بھی ہیں کیونکہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام کے واقعات میں ''اہلِ بیت'' کا بیوی پر بھی اطلاق کیا گیا ہے۔

آیت:35 میں مومن مردوں اور عورتوں کی مشترکہ صفات بیان کی گئی ہیں کہ وہ اطاعت شعار ہیں، صداقت شعار ہیں، پیکرِ صبرورضا ہیں، اُن کے دل اللہ کے حضور عجز وتواضع کے خوگر ہیں، وہ صدقات دینے والے ہیں، روزے دار ہیں، اپنی حیاء اور عزت کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے ہیں، اِن کے لیے اللہ نے بخشش اور اجرِ عظیم کی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔

آیت نمبر:36 میں فرمایا: اور نہ کسی مومن مرد اور نہ کسی مومن عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ فرمادیں تو ان کے لیے اپنے اس کام میں کوئی اختیار ہو، یعنی کسی مسلمان فرد، قوم، حکومت یا حکومتِ اسلام کے مقرر کردہ کمیشن اور قانون ساز ادارے کو اس امر کا اختیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات کے

مقابلے میں کوئی نئی راہِ عمل تجویز کرے۔

آیت: 37 سے یہ مسئلہ بیان ہوا کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹے کے حکم میں نہیں ہوتا اور اُس کی مُطلقہ بیوی سے نکاح میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی معیوب بات ہے۔

آیت: 40 میں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک عظیم ترین اعزاز کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں آخری نبی و رسول بنایا اور ''خاتم النّبیین'' ہونا آپ کے مقامِ فضیلت میں بیان ہوا۔

آیت: 44 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے امتیازی صفات کا ذکر ہے کہ آپ کو شاہد، مُبشر (رحمتِ الٰہی کی بشارت دینے والا)، نذیر (اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا)، اِذنِ الٰہی سے دعوتِ حق دینے کا اور ''سراج منیر'' (روشن کرنے والا آفتاب) بنا کر بھیجا۔

آیت نمبر: 49 میں اس مطلقہ کا حکم بیان فرمایا جس سے خلوتِ صحیحہ نہ ہوئی ہو کہ اس پر عدت لازم نہیں ہے، ان کو کچھ مال دے کر حسن سلوک سے رخصت کر دو۔

آیت: 53 سے آدابِ بارگاہِ نبوت بیان ہوئے کہ اجازت کے بغیر نبی کے گھر میں داخل نہ ہو، دعوتِ طعام ہو تو کھانا کھا کر منتشر ہو جاؤ، نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو، تو پردے کے پیچھے سے مانگو، نبی کی بیویوں سے آپ کی رحلت کے بعد دائمی طور پر مسلمانوں کا نکاح ممنوع ہے اور اپنے کسی بھی عمل سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کوئی ایذا نہ پہنچاؤ۔

آیت: 56 شانِ رسالت میں عظیم ترین آیت ہے، فرمایا: ''بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے نبی پر درود پڑھتے ہیں، اے اہلِ ایمان! تم بھی اُن پر درود پڑھو اور کثرت سے سلام بھیجو''۔ مُفسّرین نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''صلوٰۃ علی الرسول'' کے کئی معنی بتائے ہیں، لیکن جو معنیٰ آپ کے شایانِ شان ہے، وہ ہے: ''عظمت عطا کرنا''۔

آیت: 57 میں بتایا کہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایذا پہنچانے والوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور اللہ نے اُن کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

آیت: 59 میں مومنات خواتین کے لیے پردے کا حکم ہے، یعنی ایسی چادر اوڑھنا جس سے کامل ستر حاصل ہو جائے۔

آیت:60 تا 61 میں منافقین اور فاسقین، جن کے دلوں میں عداوتِ مصطفیٰ کا روگ ہے، اور مدینے میں جھوٹی افواہیں (Disinformition) پھیلانے والوں کو خبردار کیا گیا کہ اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے، تو اُنہیں مدینے میں رہنے نہیں دیا جائے گا اور یہ لوگ لعنتی ہیں اور جہاں بھی پائے جائیں، انہیں چن چن کر قتل کر دیا جائے۔

آیت:67 میں بتایا کہ فِسق وفجور اور گمراہی کو اختیار کرنے والے اور اُن کے لیڈر قیامت کے دن ایک دوسرے کے خلاف سلطانی گواہ بنیں گے۔ آیت:70 سے اہلِ ایمان کو تقویٰ اختیار کرنے، سیدھی اور کھری بات کرنے اور اپنے اعمال کو درست رکھنے کا حکم دیا گیا اور ان اعمال کی جزا گناہوں کی مغفرت اور بڑی کامیابی بتائی گئی۔

سورۂ سبا

سورۂ سبا مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 34 ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 58 ویں سورت ہے۔ اس سورت میں سبا کا ذکر ہے جو کہ یمن کے ایک علاقے کا نام ہے، اس لیے اس سورت کو اس نام سے موسوم کیا گیا۔

اس سورت میں توحید، رسالت، قیامت اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر زور دیا گیا ہے۔ حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور اہل سبا کو عطا کردہ نعمتوں کا ذکر ہے۔

اس سورت کی ابتدا میں دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے لیے حمد، زمین میں داخل ہونے والی اور اس سے نکلنے والے چیزوں، آسمان سے نازل اور اس کی طرف عروج کرنے والی چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کو ہونے کا بیان ہے۔

منکرین قیامت کے انکار کے جواب میں فرمایا کہ قیامت ضرور آئے گی۔

آیت:09 سے میں دشمنانِ رسول کے لیے عبرت ناک عذاب کی وعید ہے۔ آیت:10 سے حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزات کا ذکر ہے کہ اُنہیں یہ فضیلت دی گئی کہ پہاڑ اور پرندے اُن کے ساتھ تسبیح کرتے تھے، لوہا اُن کے لیے نرم کر دیا گیا تھا اور وہ زِرہیں بناتے اور باندھنے کے لیے اُن میں کڑیاں ڈالتے۔ اِسی طرح سلیمان علیہ السلام کے معجزات کا

ذکر ہے کہ ہوا اُن کے تخت کو تیز رفتاری سے اڑا کر لے جاتی ،اُن کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ جاری کردیا،اللہ کے اِذن سے جِنّات اُن کے اَحکام کو بجالانے کے پابند تھے ،سلیمان علیہ السلام کے حکم سے جِنّات بڑے بڑے قلعے اور ٹاور،مُجسمے اور حوضوں کے برابر ٹب اور چولہوں پر جمی ہوئی دیگیں بناتے تھے،اِن تمام نعمتوں کا ذکر فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آلِ داوٗد! شکر کرو اور میرے بہت کم بندے شکر گزار ہیں۔دریں اثنا کہ جِنّات سلیمان علیہ السلام کے حکم سے تعمیرات میں مصروف تھے ،تو وہ ایک بلّوری(Crystal) کیبن میں تشریف فرما ہوئے اور اِس دوران قضائے الٰہی سے اُن کی وفات ہوگئی،مگر جِنّات کو اُن کی وفات کا تب پتا چلا جب دیمک نے اُن کے عصا کو جس سے وہ ٹیک لگائے ہوئے تھے ،اندر سے چاٹ لیا اور پھر وہ زمین پر گر گئے،اُس وقت جِنّات کفِ افسوس ملنے لگے کہ اگر ہمیں غیب کا علم ہوتا تو اتنے طویل عرصے تک ہم ذلت آمیز مزدوری میں مصروف نہ رہے ہوتے ،شاید یہی وہ ''ہیکلِ سلیمانی'' ہے،جس کے آثار کی تلاش میں یہود وقتاً فوقتاً بیت المقدس کی عمارت کو گرانے کی مذموم کوشش کرتے رہتے ہیں۔اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ موت انبیاء کے اَجسام پر کوئی طبعی اثرات مرتب نہیں کرتی اور یہی وجہ ہے کہ جِنّات کو اُن کی موت کا پتا نہ چل سکا۔

آیت:15 سے ایک بار پھر ملکۂ سبا کے باغات اور اُن پر تُند و تیز سیلاب اور اُس کی تباہ کاریوں کا ذکر ہے۔

آیت:22 سے مشرکین کے باطل معبودوں کی بے بسی کا ذکر ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اُس کے اذن کے بغیر کسی کو مجالِ شفاعت نہیں۔

آیت:28 میں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالتِ عامہ کا ذکر ہے کہ آپ کی دعوت پورے عالمِ انسانیت کے لیے تھی اور یہ سارا عالمِ انسانیت آپ کی ''اُمّتِ دعوت'' ہے اور جن خوش نصیب اہلِ ایمان نے اِس دعوت کو قبول کیا، وہ سب ''اُمّتِ اجابت'' ہیں۔ اگلی آیات میں اِس مفہوم کا بیان ہے کہ اپنے عہد کے جابروں اور مُتکبرین کو آخرت میں اُن کے عہد کے کمزور طبقات کے لوگ یہ کہیں گے کہ ہمارے ایمان سے محرومی کا سبب تم بنے

تھے۔مزید بتایا کہ پچھلی اُمّتوں کے خوشحال لوگ مال ودولت کی فراوانی کو اپنی مقبولیت کی دلیل سمجھتے تھے،اللہ نے فرمایا: اُس کا قُرب مال ودولت کی فراوانی سے نہیں ملتا بلکہ ایمان اورعملِ صالح کی دولت سے ملتا ہے،رزق کی کشادگی یا تنگی کا تعلق کسی کی فضیلت یا بے توقیری سے نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ کبھی وہ نعمتوں کی فراوانی امتحان کے طور پر فرماتا ہے اور کبھی ابتلا وآزمائش کے طور پر۔

آیت نمبر:40 میں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں سے سوال کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے اور فرشتوں کا اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہوئے اس کی بندگی کے اظہار کرنے کا ذکر ہے۔

آیت نمبر:45 میں فرمایا کہ ان کفار سے پہلے جن لوگوں نے رُسل کو جھٹلایا وہ ان سے قوت ودبدبے میں زیادہ تھے،لیکن وہ بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچ سکے۔

آخری آیات میں فرمایا کہ روزِ حشر کفار کی خواہش ہوگی کہ عذاب سے نجات مل جائے،مگران کی یہ خواہش پوری نہیں ہوگی۔

سورۂ فاطر

سورۂ فاطر مکی سورت ہے،ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے 35ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 43ویں سورت ہے۔اس کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفت ''فاطر'' کا ذکر ہے،اس لیے اس سورت کو ''فاطر'' کا نام دیا گیا۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اثبات،فرشتوں اور جنات کی الوہیت کے رد اور مشرکین کے خودساختہ معبودوں کے بطلان کو بیان کیا گیا ہے۔

اِس سورت کی ابتدا میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو دو اور چار چار پروں والے فرشتے پیدا کیے،اللہ تعالیٰ قادرِ مُطلق ہے،وہ کسی پر اپنی رحمت کے فیضان کو کھول دے،توکسی کی مجال نہیں کہ اسے روک دے اور جس کے لیے وہ روک دے،توکسی کی مجال نہیں کہ وہ فیضانِ رحمت عام کردے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: آپ غمگین نہ ہوں،آپ

سے پہلے رسولوں کو بھی جھٹلایا گیا ہے۔

آیت نمبر :5 میں تمام انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قیامت کا وعدہ حق ہے اور دنیاوی زندگی کی لذتوں میں کھو کر کہیں دھوکے میں نہ پڑ جاؤ اور شیطان تمہارا دشمن ہے، اس لیے اس کو اپنا دشمن سمجھو۔

آیت :9 سے 13 تک ایک بار پھر اللہ کی قدرت کے تحت بارش کے نظام کا ذکر ہے، انسان کو اُس کے جوہرِ تخلیق کی طرف متوجہ کیا گیا ہے تا کہ سرکشی کا شکار نہ ہو اور یہ کہ وہ مادہ کے پیٹ میں حمل کو بھی جانتا ہے اور یہ کہ کسی کی عمر میں درازی یا کمی ہوتی ہے، تو وہ اللہ کی کتاب وتقدیر میں پہلے سے لکھی ہوتی ہے۔ آیت :12 سے فرمایا کہ میٹھے اور کھارے پانی کے سمندر برابر نہیں ہوتے، لیکن سب سمندروں سے تمہیں مچھلی کا تازہ گوشت ملتا ہے اور تم اُن سے پہننے کے زیور نکالتے ہو اور کشتیاں پانی کو چیرتی ہوئی چلی جاتی ہیں، نظامِ لیل ونہار اور شمس وقمر اُسی کے حکم کے تابع ہے۔

آیت نمبر :14 میں ایک بار پھر کفار کے معبودوں کی بے بسی کا ذکر ہے۔

آیت :18 میں بتایا کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، یعنی ہر ایک کو اپنے اپنے عمل کا جواب دینا ہوگا، جو تزکیہ اور تقویٰ اختیار کرے گا، اُس کا فائدہ اُسی کو پہنچے گا۔ اندھا اور بینا، ظلمت ونور، سایہ اور دھوپ اور زندہ ومردہ لوگ برابر نہیں ہو سکتے، یہاں کُفار اور منکرین کو اندھے، ظلمت، دھوپ اور مردے سے تشبیہ دی اور اہلِ ایمان کو بینا، نور، سایہ اور زندوں سے تشبیہ دی۔ اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں یہ بھی بتایا کہ حُجّتِ الٰہیہ قائم کرنے کے لیے ہر قوم کی طرف نذیر یعنی روشن دلائل اور الہامی کتابیں دے کر نبی اور رسول بھیجے گئے، لیکن ہر دور میں پیغامِ حق کو جھٹلانے والے موجود رہے۔

آیت نمبر :27 میں فرمایا کہ ایک پانی سے مختلف رنگوں کے پھلوں، ایک ہی پہاڑی سلسلے میں مختلف رنگوں کے پہاڑ، ایک نوع انسانی میں مختلف رنگ کے لوگوں اور چار پایوں اور جانوروں کو مختلف رنگوں میں پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل ہے۔

آیت :28 میں بتایا کہ علمائے ربانیین کے دلوں میں اللہ کی خشیّت ہوتی ہے۔ آیت نمبر 32 سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو برگزیدہ وچنیدہ اور نیکی کے کاموں میں سبقت کرنے والے فرما کر جنّت کی اُن نعمتوں کا ذکر کیا جو اُن عبادِ صالحین کے لیے تیار ہیں۔

آیت نمبر :40 میں مشرکین کے باطل معبودوں کا رد کیا گیا ہے۔

آیت :41 سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو اپنے مرکز سے ہٹنے نہیں دیتا، اور اگر وہ اپنے مرکز سے ہٹ جائیں تو اللہ کے سوا کوئی اُن کو اپنی جگہ قائم نہیں کرسکتا۔

آیت :45 میں فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان کی گرفت فرماتا، تو روئے زمین پر کسی جاندار کو (زندہ) نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک وقت مقررہ تک انہیں ڈھیل دے رہا ہے، پس جب ان کا وقت آجائے گا، تو اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھ لے گا۔

سورۂ یٰس

سورۂ یٰس مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 36 ویں جب کہ نزول کے اعتبار سے 41 ویں سورت ہے۔ اس سورت کا نام یٰس ہے جو پہلی آیت میں مذکور ہے۔ اس سورت کو قرآن کا دل بھی کہتے ہیں۔ احادیث میں اس کو مغفرت، قضائے حاجات اور آسانی کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

سورت کے شروع میں فرمایا کہ نزولِ قرآن کا مقصد غافل لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا ہے اور اُن پر حق کی حجت کو قائم کرنا ہے، لیکن کچھ سرکش لوگ ایسے ہیں کہ جن پر دعوتِ حق اثر انداز نہیں ہوتی۔ دعوتِ حق اُنہی پر اثر انداز ہوتی ہے جو نصیحت کو قبول کریں اور جن کے دلوں میں اللہ کا خوف ہو۔ اگلی آیات میں اِس امر کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دعوتِ حق کے لیے اپنے نبی ایک بستی (انطاکیہ) کی طرف بھیجے، بستی والوں نے اُن کی تکذیب کی اور اُن سے بدفالی لی اور اُنہیں سنگسار کرنے اور دردناک عذاب دینے کی دھمکی دی، انبیاء نے اُن پر حُجّت الٰہیہ کو قائم کیا اور شہر کے آخری کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ ان کی پیروی کرو، یہ تم سے کسی اجر وانعام کے طلبگار نہیں ہیں۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ: ۲۳

تئیسویں پارے کے مضامین

پہلی آیت میں بجائے اس کے کہ مشرکین کے باطل معبودوں کی مذمت کی جاتی، نہایت حکیمانہ انداز میں یہ فرمایا: ''میں اس معبود کی عبادت کیوں نہ کروں، جس نے مجھے پیدا کیا اور تم بھی اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، کیا میں معبودِ برحق کو چھوڑ کر ان (بتوں) کو معبود قرار دوں کہ اگر رحمان مجھے نقصان پہنچانا چاہے، تو ان کی شفاعت میرے کسی کام نہ آئے اور نہ ہی وہ مجھے نجات دے سکیں''۔ اس کے بعد اس مومن کو جنت میں داخل کرنے اور اس قوم کی تباہی اور ہلاکت کا بیان ہے۔

آیت نمبر:38 سے اللہ تعالیٰ کی قدرت وجلالت کو بیان کیا کہ سورج، چاند اور سیارے قادرِ مطلق کے نظم کے تابع چل رہے ہیں اور یہ ممکن ہی نہیں کہ ان میں کوئی فساد یا ٹکراؤ ہو جائے۔

آیت نمبر:48 میں فرمایا کہ کفار کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو، اس کے بعد وقوعِ قیامت اور بعث بعد الموت کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر 54 سے بغیر کسی ظلم کے اعمال کا بدلہ دینے اور جنتی لوگوں کے لیے نعمتوں کا ذکر ہے اور مجرموں کو الگ کرنے اور جہنم کے عذاب کا ذکر ہے۔

آیت نمبر:65 سے بتایا کہ قیامت کے دن مجرموں کے مونہوں پر مہریں لگا دی جائیں گی اور ان کے ہاتھ اور پاؤں (اور دیگر اعضاء) سلطانی گواہ بن کر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ان کے خلاف گواہی دیں گے کہ ہم سے کیا کیا جرائم کرائے جاتے رہے۔

آیت نمبر:68 میں بتایا کہ جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں تو ہم اس کی جسمانی بناوٹ کو (ابتدائی حالت کی طرف) الٹ دیتے ہیں، یعنی ایسی لمبی عمر کی دعا مانگنی چاہیے جس میں انسان کی عقلی، علمی، فکری اور جسمانی قُویٰ سلامت رہیں۔

آیت نمبر:78 سے منکرینِ آخرت کے اس عقلی سوال کا ذکر فرمایا کہ جب انسان مر جائے گا اور ہڈیاں تک بوسیدہ ہوجائیں گی ،تو دوبارہ کون زندہ کرے گا؟اور پھر جواب دیا کہ دوبارہ بھی وہی خالق تبارک وتعالیٰ زندہ کرے گا ،جس نے بغیر کسی نام ونشان کے پہلے پیدا کیا تھا، حالانکہ اب کوئی ذرۂ خاک یا راکھ موجود ہے۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہےتو فرماتا ہے''کُن'' (ہوجا) ،تو وہ چیز وجود میں آجاتی ہے،''کن'' کہنا بھی ضروری نہیں ہے،صرف اللہ تعالیٰ کا ارادہ کافی ہے۔

سورۂ الصّٰفّٰت

سورۂ ''الصّٰفّٰت'' مکی سورت ہے، ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے 37ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 56ویں سورت ہے، اس سورت کی وجہ تسمیہ پہلی آیت میں ''الصّٰفّٰت'' کا مذکور ہونا ہے۔

اس سورت کے شروع میں فرشتوں کی مختلف جماعتوں کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کا ذکر فرمایا ہے۔

پہلے شیطان کا داخلہ عالَمِ بالا کی طرف ہوتا تھا،مگر آیت نمبر:10 میں بتایا کہ اب اس کا داخلہ عالَمِ بالا میں بند ہےاور اگر وہ ادھر کا رخ کرےتو اس پر آگ کے انگارے برسائے جاتے ہیں۔

آیت نمبر:22 سے منکرینِ آخرت کی بے بسی کا ذکر ہے کہ وہ سرنگوں ہوں گے،ایک دوسرے کی مدد نہیں کر پائیں گےاور سب داخلِ عذاب ہوں گے، کیوں کہ جب انہیں دنیا میں دعوتِ توحید دی جاتی تھی تو وہ تکبر کی بنا پر اسے رد کرتے تھے۔

آیت نمبر:40 تا 49 میں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کو آخرت میں عطا کی جانے والی نعمتوں کا ذکر ہے کہ انہیں عمدہ میوے ملیں گے، وہ جنت میں اعزاز واکرام کے ساتھ ایک دوسرے کے مقابل مسندوں پہ بیٹھے ہوئے ہوں گے،سفید اور لذیذ شرابِ طہور کے جام گردش میں ہوں گے کہ جن سے نہ دردِ سر ہوگا اور نہ ہوش اڑیں گے، پیکرِ شرم وحیاء

حوریں ہوں گی اور وہ بلند مقام سے جہنمیوں کا مشاہدہ کر رہے ہوں گے۔

آیت نمبر: 62 سے جہنمیوں کی کیفیت کو بیان کیا کہ شیطان کے سروں کی طرح دوزخ کی جڑ سے پیدا ہونے والا ''زقوم'' (تھوہر) کا درخت ان کی غذا ہوگا، پھر انہیں جہنم کا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا۔ اس کے بعد آیت نمبر 75 سے طوفانِ نوح سے نوح علیہ السلام کے ساتھ صالح مسلمانوں کے نجات پانے اور سرکشوں کے ڈبوئے جانے کا ذکر ہے۔

آیت نمبر: 83 سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ایک بار پھر مذکور ہوا کہ آپ قوم کے ساتھ میلے میں نہ گئے اور ان کے بتوں کو پاش پاش کر دیا اور پھر انہوں نے آگ کا ایک الاؤ تیار کر کے ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈال دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ان کی تدبیر کو ناکام بنا دیا۔ اس کے بعد اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کی بشارت، اپنے باپ کا ہاتھ بٹانے کی عمر کو پہنچنے کے بعد خواب میں ان کے ذبح کا حکم دیئے جانے اور پھر باپ بیٹے دونوں کے حکمِ ربانی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کا ذکر ہے۔

آیت: 105 میں فرمایا کہ ابراہیم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا اور اسماعیل علیہ السلام کے فدیے کے طور پر غیب سے نمودار ہونے والے ایک مینڈھے کے ذبح کئے جانے کا ذکر ہے، جسے قرآن نے ''ذبحِ عظیم'' قرار دیا ہے۔ اس کے بعد دیگر انبیائے کرام، حضرت اسحاق، موسیٰ، ہارون، الیاس، اِلیاسین، لوط اور یونس علیہم السلام کا ذکر ہے۔ یونس علیہ السلام کے قوم سے بھاگ کر کشتی میں سوار ہونے، پھر قرعہ اندازی کے ذریعے ڈولتی ہوئی کشتی سے دریا میں ڈالے جانے اور پھر مچھلی کے نگل جانے کا ذکر ہے اور اللہ کی شانِ اعجاز کہ انہیں مچھلی کے پیٹ میں سلامت رکھا اور ان تمام مراحل میں وہ اپنی خطائے اجتہادی پر اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے، پھر انہوں نے توبہ کے ارادے سے یہ تسبیح پڑھی: ''لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ''۔ اللہ عزوجل نے فرمایا اگر وہ تسبیح نہ پڑھتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مچھلی نے انہیں ساحل پر اگل دیا، وہ بیمار تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لیے لوکی کی ایک بیل کو اگا کر ان پر سایہ فگن

کردیا۔قرآن نے یہ بھی بتایا کہ وہ ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔

آیت نمبر: 149 سے مشرکوں کی عجب فطرت کا ذکر ہے کہ اپنے لیے بیٹوں کی تمنا کرتے ہیں اور اللہ کی طرف بیٹیوں کی نسبت کرتے ہیں، (وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے)۔ وہ اللہ کی طرف جھوٹ پر مبنی اولاد کی نسبت کرتے ہیں، حالانکہ اللہ اس سے پاک ہے۔

آیت نمبر: 158 میں اللہ تعالیٰ اور جنّات کے درمیان نسبی قرابت کا رد فرمایا ہے اور بعد کی آیتوں میں فرشتوں کی عبودیت کا ذکر فرما کر ان کی الوہیت کا رد فرمایا ہے۔

سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح وحمد بیان کی گئی ہے، اس کے بعد انبیائے کرام علیہم السلام پر سلام بھیجا گیا ہے اور یہ واضح کردیا گیا ہے کہ تمام تعریفوں کا استحقاق صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔

سورۂ ص

سورۂ ص مکی سورت ہے، ترتیب مصحف اور ترتیب نزول دونوں اعتبار سے 38ویں سورت ہے۔اس سورت کا پہلا کلمہ ''ص'' ہے، اس لیے اس سورت کا نام ''ص'' رکھا گیا ہے۔

اس سورت میں کفار کے باطل عقائد، گزشتہ امتوں کی سرکشی اور تباہی، حضرت داؤد، سلیمان، ایوب علیہم السلام کے حالات اور قصۂ آدم علیہ السلام وابلیس کا ذکر ہے۔

اس سورت کی ابتدا میں قرآن کی قسم کھا کر فرمایا کہ کافر، تکبر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں، اس کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتخاب پر اور بے شمار معبودوں کی بجائے اِلٰہ واحد کی عبادت پر کفار کے تعجب کا ذکر فرمایا۔

آیت نمبر: 10 سے ان مشرکین کو جنہیں اپنی طاقت پر ناز تھا اور خدائی کے دعوے کرتے تھے، فرمایا کہ اگر آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان ہر چیز کی بادشاہت ان کی

ہے تو پھر انہیں چاہیئے کہ آسمانوں کی طرف چڑھیں اور ظاہر ہے کہ ایسا ممکن نہیں ہے، تو پھر انہیں اپنے عجز کا اعتراف کر لینا چاہیے۔ اس سورت میں قومِ نوح، عاد وفرعون، ثمود، قومِ لوط اور اصحاب الایکہ کا ایک بار پھر ذکر ہے کہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا، ان پر اللہ کا عذاب سچا ثابت ہوا۔

آیت: 17 سے داؤد علیہ السلام اور ان کے معجزات کا ذکر ہے کہ پرندے زبور کی تلاوت کرتے وقت جمع ہوتے تھے اور اللہ نے انہیں سلطنت، حکمت اور قولِ فیصل عطا کیا اور ان کے پاس دائر ایک مقدمے کا ذکر آیا۔ ایک شخص نے کہا کہ میرے بھائی کی ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی دنبی ہے اور وہ مجھ پر دباؤ ڈال رہا کہ میں وہ ایک بھی اسی کو دے دوں۔ داؤد علیہ السلام نے کہا کہ ایک دنبی کا مطالبہ کر کے اس نے ظلم کیا ہے اور اکثر شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں، سوائے ان کے جو ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ کئے۔ قرآن سلیمان علیہ السلام کا ذکر فرماتا ہے کہ وہ اللہ کے بہت اچھے بندے اور اس کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے۔

آیت: 31 سے سلیمان علیہ السلام کے سامنے سدھائے ہوئے تیز رفتار گھوڑوں کے پیش کئے جانے کا ذکر ہے، آپ نے ان پر ہاتھ پھیرا، پھر ان کی آزمائش کا ذکر ہے جس کی تفصیل کو قرآن نے بیان نہیں کیا، تفاسیر میں مختلف روایات ہیں، جن میں سے اکثر روایات اسرائیلیات سے ہیں اور اس سلسلہ میں محقق مفسرین کا ضابطہ وقاعدہ یہ ہے کہ ہر ایسی روایت جو مقامِ نبوت کے خلاف ہو اسے رد کر دینا چاہیئے۔

آیت نمبر: 41 سے حضرت ایوب علیہ السلام اور ان کے مصائب کا ذکر ہے۔ اللہ نے انہیں حکم دیا: اپنا پاؤں زمین پر مارو، ان کے پاؤں کی ضرب سے غسل اور پینے کے لیے ٹھنڈا پانی نکل آیا اور مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ ان کے لیے وسیلۂ شفا بھی بنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے طور پر اہل ومال کی جو نعمتیں ان سے سلب فرمائی تھیں وہ ان کو دگنی مقدار میں دوبارہ عطا فرما دیں۔ انہوں نے کسی وجہ سے اپنی بیوی کو سو کوڑے مارنے کی قسم کھائی تھی،

اللہ تعالیٰ نے اس قسم سے بری ہونے کے لیے ان کو یہ تدبیر بتائی کہ سو تنکوں کا ایک جھاڑو بنا کر ایک ضرب لگائیں تو یہ قسم پوری ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایوب علیہ السلام صابر تھے، اللہ کے پیارے بندے تھے اور اس کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے۔ مفسرین نے ایوب علیہ السلام کے مصائب کے حوالے سے بہت سی اسرائیلی روایات نقل کی ہیں، اللہ کے نبی کی طرف منسوب ہر اس بات کو رد کر دینا چاہیے جو مقامِ نبوت کے شایانِ شان نہ ہو۔ اگلی آیات میں ایک بار پھر ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولادِ امجاد انبیاء کا ذکر ہے کہ یہ سب اللہ کے چنیدہ اور پسندیدہ بندے تھے۔

آیت نمبر:49 سے اہلِ تقویٰ کے لیے جنت کی نعمتوں کا ذکر ہے اور جہنمیوں کے لیے عذاب کی مختلف صورتوں کا ذکر ہے کہ ان کو پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی اور جہنمیوں کے زخموں کی پیپ دی جائے گی جبکہ اہلِ جنت کو طرح طرح کے پھل اور شرابِ طہور ملے گا۔

آیت نمبر:71 سے آدم علیہ السلام کی تخلیق، تمام فرشتوں کے انہیں سجدہ کرنے اور تکبر کی بنا پر شیطان کے سجدے سے انکار کا ذکر ہے۔

آیت نمبر:75 میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے جواب طلب فرمایا کہ آدم کو میں نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا، تو تمہارے اس کو سجدہ کرنے سے کون سی چیز مانع ہوئی، تو نے تکبر کیا یا پہلے ہی تو تکبر کرنے والوں میں سے تھا۔ شیطان نے کہا کہ میں آدم سے افضل ہوں، میرا مادۂ تخلیق (آگ) آدم علیہ السلام کے مادۂ تخلیق (مٹی) سے افضل ہے۔ اللہ نے فرمایا تو مردود ہے، جنت سے نکل جا اور قیامت تک تجھ پر میری لعنت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اپنی خطائے (اجتہادی) کو تسلیم کرنا اور اس پر اللہ سے معافی مانگنا آدم علیہ السلام کی سنت ہے اور اپنی معصیت پر ڈٹ جانا اور اس کو درست ثابت کرنے کے لیے دلیل کا سہارا لینا یہ ابلیس کا شعار ہے۔ اگلی آیات میں بتایا کہ شیطان کو قیامت تک کے لیے مہلت دے دی گئی اور اُس نے عہد کیا کہ میں اللہ کے مخلص بندوں کے سوا تمام اولادِ آدم کو گمراہ کروں گا۔

سورۃ الزمر

’’سورۃ الزمر‘‘ مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 39 ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 59 ویں سورت ہے۔

اس سورت کی آیت نمبر: 71 اور 73 میں ’’زمر‘‘ کا لفظ آیا ہے، اس لیے اس کا نام ’’الزمر‘‘ رکھا گیا ہے۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اثبات اور مشرکین کے شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے، قرآن کی جلالت وعظمت اور مومنین کے اوصاف کا ذکر ہے اور قیامت کے وقوع اور حساب وکتاب کا ذکر ہے۔

اس سورت کی ابتداء میں حکم فرمایا کہ دین کو اللہ کے لیے خالص کرو، مشرک یہ کہتے کہ ہم اپنے معبودوں کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ جھوٹے کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

آیت نمبر: 04 میں اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا ثابت کرنے والوں اور اللہ کا اولاد سے پاک ہونے کا ذکر ہے۔

آیت نمبر: 05 سے ایک بار پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، گردشِ لیل ونہار کا نظام بنایا اور سورج اور چاند کے لیے اپنا اپنا مدار اور منزلیں مقرر کیں۔ تمام انسانوں کو ایک جان آدم علیہ السلام سے پیدا کیا اور انہی سے ان کا جوڑا پیدا کیا اور وہی ہے جو ماں کے پیٹ میں تہ در تہ ظلمتوں میں جنین کی پرورش کرتا ہے۔

آیت نمبر: 7 میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی ناشکری کی کوئی پروا نہیں اور اپنے بندوں کے لیے ناشکری کو ناپسند اور شکر کو پسند فرماتا ہے۔

آیت نمبر: 08 سے ایک بار پھر انسان کی فطری خودغرضی کو بیان کیا کہ نعمت ملے تو رب کو بھول جاتا ہے اور اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے۔

آیت نمبر:09 سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے، جو اپنی راتوں کو سجدہ اور قیام میں گزارے، آخرت کے عذاب سے ڈرتا رہے اور اللہ کی رحمت پر یقین رکھے، (ان کا مرتبہ بلند ہے)۔ تعلیمِ امت کے لیے رسول اللہ ﷺ کو فرمایا: آپ کہئے کہ مجھے خالص اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے، مجھے سب سے پہلا مسلمان بننے کا حکم دیا گیا ہے اور میں اپنے دین وعبادت کو اللہ کے لیے خالص کرتا ہوں۔ آیت نمبر:21 میں ایک بار پھر اللہ کی قدرت وجلالت کا بیان ہوا کہ اس نے آسمان سے بارش برسائی، زمین میں چشمے جاری کیئے، رنگ برنگی فصل اگائی، پھر جب فصل پک کر زرد ہو جاتی ہے تو وہ اس کو چورہ چورہ کر دیتا ہے، اس میں عقل والوں کے لیے نصیحت ہے۔

آیت نمبر:10 میں مومنین کو تقویٰ پر کاربند رہنے اور رکاوٹ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی زمین کے وسیع ہونے اور مصائب وآلام پر صبر کرنے والوں کے لیے بے حساب اجر وثواب کا ذکر ہے۔

آیت نمبر:15 سے غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کے لیے عذابِ شدید اور بتوں کی عبادت سے اجتناب کرنے والوں اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں اور اچھی بات سن کر پیروی کرنے والوں کو بشارت دینے اور ہدایت دینے کا ذکر ہے۔

آیت:22 میں فرمایا: اللہ جس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے تو وہ اپنے رب کی طرف سے نورِ ہدایت پر قائم رہتا ہے۔

آیت نمبر:23 میں قرآن مجید کی اثر آفرینی کو بیان کیا کہ یہ ملتے جلتے مضامین پر مشتمل بہترین کلام ہے، جسے بار بار دہرایا جاتا ہے، (جن کے دلوں میں خشیتِ الٰہی ہے، اسے سن کر) ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے جسم اور دل اللہ کی یاد کے لیے نرم ہو جاتے ہیں۔

آیت نمبر:27 سے فرمایا کہ ہم نے نصیحت کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں، یہ قرآن عربی ہے اور اس میں کوئی کجی نہیں۔ اللہ تعالیٰ دو شخصوں کی مثالیں

بیان فرماتا ہے ایک وہ ہے جو کئی متضاد خیالات لوگوں کی غلامی میں ہے اور دوسرا وہ ہے جو صرف ایک شخص کا غلام ہے، کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں، یعنی جو اللہ وحدہٗ لاشریک کا بندہ ہے، اس کا قلب ایمان وایقان اور نورِ ہدایت کی نعمت سے معمور ہوگا اور اسے صرف ایک مالک کو راضی کرنا ہے، یہ مومن کامل ہے اور مشرک جو باطل معبودوں کا پجاری ہے، وہ تشکیک اور وہم میں مبتلاء ہے اور اسے سجھائی نہیں دیتا کہ کس معبود کو راضی کرے اور کس کو ناراض۔

آیت نمبر:29 سے سب پر موت طاری ہونے کا بیان ہے۔

آیت نمبر:60 میں اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کے چہروں کے سیاہ ہونے اور آیت نمبر:61 میں متقین کی کامیابی اور نجات کا ذکر ہے۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ: ۲۴

چوبیسویں پارے کے مضامین

اس کے شروع میں اللہ پر جھوٹ باندھنے اور حق کو جھٹلانے والے کو جہنمی قرار دیا گیا اور سچے دین کو لے کر آنے والے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی تصدیق کرنے والے (مفسرین نے اس سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مراد لیا ہے) کو متقی قرار دیا گیا۔

آیت نمبر:36 میں کفار کے اپنے معبودوں کے حوالے سے دھمکیوں کے جواب میں فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کافی نہیں؟۔

آیت:38 میں بتایا کہ اللہ کی قدرت پر کسی کا بس نہیں چلتا۔

آیت:41 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے آپ پر حق پر مبنی کتاب نازل کی، سو جو ہدایت کو اختیار کرے اس کا فائدہ اسی کو پہنچے گا اور جو گمراہی کو اختیار کرے، اس کا وبال اسی پر ہوگا، آپ ان کے ذمے دار نہیں ہیں۔ اگلی آیت میں نیند کو عارضی موت سے تعبیر کیا اور بتایا کہ نیند اور موت میں اتنا ہی فرق ہے کہ موت کی صورت میں بندے کی روح عارضی طور پر نہیں بلکہ مدت دراز کے لیے قبض کر لی جاتی ہے۔

آیت نمبر:43 اور 44 میں فرمایا کہ سب شفاعت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے اور کفار کے معبودانِ باطل کو کسی شفاعت کا اختیار نہیں بلکہ وہ تو اپنے لیے بھی کسی چیز کے مالک نہیں۔

آیت:47 میں بے پناہ دولت جمع کرنے والوں کو خبر دار کیا کہ اگر وہ زمین کی ساری دولت کے مالک بن جائیں اور اس کے برابر اور بھی ان کو مل جائے اور وہ قیامت کے دن یہ سب کچھ دے کر عذاب سے اپنی گردن چھڑانا چاہیں تو بھی ان کی گلوخلاصی نہیں ہو سکے گی۔

آیت:53 میں گناہگارانِ امت کو بشارت دی گئی کہ ’’(اے رسول!) کہہ دیجیے اے میرے وہ بندو جو گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر چکے ہیں، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ

ہو، بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا، یقیناوہ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے"۔ یعنی جواللہ کی راہ سے بھٹک چکا ہے، اسے امید دلائی گئی ہے کہ سچی توبہ کے ذریعے واپسی کا راستہ باقی ہے۔

آیت نمبر:62 میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق اور نگہبان ہے اور زمین اور آسمان کی کنجیوں کا مالک ہے۔

آیت نمبر:68 میں دوبار صور پھونکے جانے،زمین کا رب کے نور سے جگمگا اٹھنے، دفترِ عمل رکھ دیے جانے اور حساب کتاب کا انصاف کے ساتھ ہونے کا بیان ہے۔

آیت نمبر:71 سے بتایا کہ کافروں کو گروہ درگروہ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا اور وہاں ان کا استقبال توہین آمیز انداز میں ہوگا،جبکہ اہلِ ایمان کو اکرام کے ساتھ جنت کی طرف لے جایا جائے گا اور وہاں ان کا استقبال اعزاز واکرام کے ساتھ ہوگا اور اہلِ جنت اور فرشتے اور کائنات کی ہر چیز اپنے رب کی حمد وثنا کریں گے۔

سورۃ المومن

سورۃ المؤمن مکی سورت ہے،ترتیب مصحف کے اعتبار سے 40ویں جب کہ ترتیب نزولی کے اعتبار سے 60ویں سورت ہے۔اس سورت میں آل فرعون کے ایک مومن فرد کا ذکر ہے،اس وجہ سے اسے مومن کے نام سے موسوم کیا گیا۔

آیت:02 سے اللہ کے بندوں کو ایک بار پھر نویدِ مغفرت دیتے ہوئے فرمایا:"وہ گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ قبول فرمانے والا، (سرکشوں کو) سخت عذاب دینے والا ہے اور (نیکوکاروں پر) بڑا احسان فرمانے والا ہے"۔

آیت نمبر:04 سے کفار کی ہٹ دھرمی پر فرمایا کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی اپنے دور کے انبیاء کو جھٹلایا جس پر ان کی پکڑ ہوئی اور ان کفار کا انجام بھی ان جیسا ہوگا۔نیز اس آیت میں فرمایا کہ مشرکین مکہ کا تجارت کی غرض سے مختلف شہروں کے پرامن اسفار آپ کو ان کے انجام کے متعلق دھوکے میں نہ ڈالے یعنی ان کا انجام برا ہی ہوگا۔آیت نمبر:5

میں فرمایا کہ پچھلی امتوں کے کفار نے بھی اپنے وقت کے رسولوں کو جھٹلایا اور ان سے حق میں جھگڑا کیا سو ان کی پکڑ ہوئی اور عذاب میں مبتلا ہوئے۔ اس کے بعد کفار کے دوزخی ہونے کا ذکر ہے۔

آیت: 07 سے فرمایا: ''وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں، وہ سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں، (اور کہتے ہیں) اے ہمارے رب! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو محیط ہے، سو جنھوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستے کی اتباع کی ہے، ان کی مغفرت فرما اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا''۔ اس آیت میں بتایا گیا کہ اللہ کے مقرب فرشتے نہ صرف اس کے تائب بندوں کے لیے بلکہ ان کے صالح آباء واجداد، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد کے لیے بھی جنت کی دائمی نعمتوں کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔

آیت نمبر: 10 میں فرمایا کہ کفار کو قیامت کے دن بلند آواز سے کہا جائے گا کہ تم لوگوں کو اپنے اوپر جتنا غصہ آ رہا ہے، اس سے زیادہ غصہ اللہ تعالیٰ کو تم پر آتا تھا جب تم لوگوں کو ایمان کی دعوت دی جاتی اور تم کفر کرتے تھے، وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے کہیں گے کہ کیا جہنم سے نکلنے کی کوئی صورت ہے۔

آیت نمبر: 16 میں قیامت کے دہشت ناک دن کا نقشہ کھینچا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج کس کی بادشاہی ہے، (سب جانتے ہوئے خاموش ہوں گے)، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اللہ کی، جو واحد سب پر غالب ہے۔

آیت: 17 سے بتایا کہ قیامت کے دن سب کے ساتھ پورا پورا انصاف ہوگا، وہاں ظالموں کا کوئی حمایتی اور سفارشی نہیں ہوگا، اللہ خیانت کرنے والی آنکھوں اور سینوں میں چھپے رازوں کو بھی جانتا ہے۔ آیت: 23 سے بتایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے اپنی نشانیاں اور روشن معجزے عطا کر کے فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا، تو انھوں نے انھیں (معاذ اللہ) جادوگر اور جھوٹا قرار دیا اور اس کے بعد انہی واقعات کا ذکر ہے جو اس

سے پہلے بارہا گزر چکے ہیں۔قرآن نے بتایا کہ فرعون کے پیروکاروں میں سے ایک شخص نے کہا: ''کیا تم ایک ایسے شخص کے قتل کے درپے ہو، جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے''۔آگے چل کر کہا: ''اے میری قوم آج تو زمین پر تمہاری حکومت ہے،لیکن اگر اللہ کا عذاب آ گیا تو پھر ہمیں کون بچائے گا''۔

آیت نمبر 36 سے بتایا کہ فرعون نے ہامان سے کہا: میرے لیے ایک بلند عمارت بناؤ تا کہ میں آسمانوں کے راستوں تک پہنچوں اور موسیٰ کے خدا کے بارے میں خبرلوں اور میرا گمان تو یہ ہے کہ (معاذ اللہ) یہ جھوٹے ہیں اور اسی طرح فرعون کے برے عمل کو اس کے نزدیک خوشنما بنا دیا گیا اور (اس کی سرکشی کے سبب) اسے سیدھے راستے سے روک دیا گیا اور فرعون کی سازش ناکام رہی۔

آیت نمبر 40 تا 46 میں فرمایا: جس نے برا کام کیا، اس کو صرف اسی کے برابر سزا دی جائے گی اور جس مرد وعورت نے ایمان پر قائم رہتے ہوئے نیک کام کیا، تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے، جہاں انہیں بے حساب رزق عطا کیا جائے گا۔موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے، سو اللہ نے مخالفین کی سازشوں سے انہیں محفوظ رکھا اور فرعونیوں کو بدترین عذاب نے گھیر لیا، انہیں صبح و شام دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت آئے گی، (یہ حکم دیا جائے گا کہ) آلِ فرعون کو شدید ترین عذاب میں ڈال دو۔مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت سے عذابِ قبر کا ثبوت ملتا ہے۔

آیت :49 میں بتایا کہ جہنمی، جہنم کے داروغوں سے کہیں گے کہ اپنے رب کو بلاؤ کہ ہمارے ساتھ عذاب میں ایک دن کی تخفیف کر دے، جہنم کا محافظ عملہ ان سے کہے گا کہ کیا دنیا میں تمہارے پاس رسول نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے، وہ اقرار کریں گے۔آگے چل کر فرمایا کہ قیامت میں ظالموں کی عذر خواہی انہیں کوئی کام نہیں آئے گی، ان کے لیے لعنت ہے اور برا گھر ہے۔

آیت نمبر:60 میں فرمایا کہ تیرے رب نے فرمایا کہ مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔

آیت نمبر:64 سے فرمایا: اللہ ہی نے زمین کوتمہارے لیے جائے قرار اور آسمان کو چھت بنایا ہے اورتمہاری صورتیں بنائی ہیں اور وہی تمہیں پاکیزہ رزق دیتا ہے۔

آیت:65 سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: وہی (ہمیشہ) زندہ رہنے والا ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، سوتم اخلاص کے ساتھ اسی کی بندگی کو اختیار کرو۔

آیت نمبر:67 میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اور اس کے بعد موت تک کے مختلف مراحل کو اپنی نشانیوں کے طور پر بیان فرمایا ہے۔

آیت:78 سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول بھیجے، ہم نے ان میں سے بعض کے واقعات آپ کے سامنے بیان کئے ہیں اور بعض کے واقعات بیان نہیں کئے''، لیکن سورۂ ہود آیت:120 میں فرمایا: ''ہم آپ کے سامنے تمام رسولوں کی خبریں بیان کررہے ہیں''، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام انبیائے کرام کے احوال بتادیئے گئے تھے، قرآن میں جن انبیائے کرام کے نام بتادیئے گئے ہیں، ان پر نام بہ نام ایمان لانا فرض عین ہے اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام پر تعداد کے تعین کے بغیر (یعنی ان کی حقیقی تعداد کو اللہ کے علم کی طرف مفوّض کرکے) اجمالی طور پر ایمان لانا فرض ہے۔

سورۂ حٰمٓ السجدۃ

سورہ حٰمٓ السجدہ مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 41ویں جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 61ویں سورت ہے۔ اس سورت کی ابتدا میں حٰمٓ کا کلمہ ہے جب کہ اس سورت میں سجدۂ قرآن ہے اس لیے اس کو حٰمٓ السجدہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

اس کا ایک نام ''فُصِّلَت'' بھی ہے جو کہ آیت نمبر:3 میں مذکور ہے۔

اس سورت میں توحید، قیامت، حشر ونشر پر دلائل، مذاق اڑانے والوں کو عذاب کی

وعید، قرآن مجید کی عظمت ،مخالفین کے اعتراضات کے جوابات کا بیان اور مشرکین کی شفاعت کی باطل امیدوں کا رد ہے۔

اس سورت کی ابتدا میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے تقاضے سے قرآن مجید نازل فرمایا جو نیکو کاروں کو ثواب کی بشارت دیتا ہے اور بروں کو عذاب سے ڈراتا ہے۔

آیت :05 میں کفار کی انتہائی سرکشی کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''اور انہوں نے کہا: جس دین کی طرف آپ ہمیں بلا رہے ہیں ، ہمارے دلوں میں اس پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان حجاب ہے،سو آپ اپنے کام سے کام رکھئے اور ہم اپنے ڈھب پر کار بند رہیں گے''، یعنی وہ کسی بھی طور پر قبولِ حق کے لیے تیار نہیں تھے۔ آیت نمبر:9 سے ایک بار پھر اس کائنات کی تخلیق کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی بے پایاں قدرت وجلالت کا ذکر ہے اور ان کھلی نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود منکر قوموں کی سرکشی کا ذکر ہے۔

آیت :15 سے قومِ عاد کی سرکشی کا ذکر ہے کہ انہیں اپنی مادی طاقت پر بڑا ناز تھا اور کہتے تھے کہ ہم سے بڑھ کر بھی کوئی زبردست ہے؟، ان کو جواب دیا گیا کہ تم سے بڑا زبردست وہ اللہ ہے،جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر قومِ عاد پر منحوس دنوں میں خوفناک آواز والی آندھی بھیجی اور ان کا نام ونشان مٹا دیا گیا،قومِ ثمود کا انجام بھی برا ہوا۔

آیت :19 سے بیان ہوا کہ قیامت کے دن اللہ کے دشمنوں کو جمع کر کے جہنم کی طرف لے جایا جائے گا،تو جب وہ جہنم تک پہنچیں گے تو ان کے کان، آنکھیں اور جلدیں ان کے خلاف سلطانی گواہ بن جائیں گی ، کفار اپنی جلدوں سے کہیں گے :تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی ؟، (ان کے اعضاء) جواب دیں گے:ہمیں اسی اللہ نے قوتِ گویائی عطا کی ،جس نے ہر چیز کو بولنا سکھایا اور اسی نے تم کو پہلی بار پیدا کیا و راسی کی جانب لوٹائے جاؤ گے۔آیت :30 سے بتایا کہ ایمان پر ثابت قدم رہنے والے اہلِ ایمان کی روح جب اس دنیا سے پرواز کرے گی تو اس کے استقبال کے لیے فرشتے نازل ہوں گے اور کہیں گے کہ تم

نہ کسی آنے والی بات کا خوف کرو اور نہ کسی گزشتہ بات کا رنج وملال اور اس جنت کی بشارت سنو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، پھر انہیں بتایا جائے گا کہ اللہ ''غفور الرّحیم'' نے ان کے لیے جنت میں ضیافت کا اہتمام فرمایا ہے اور وہاں وہ جس نعمت کی بھی خواہش کریں گے انہیں دستیاب ہوگی۔

آیت:34 میں بتایا کہ نیکی اور بدی برابر نہیں ہیں، دوسروں کی بدی کا جواب نیکی سے دو، اس کے نتیجے میں تمہارا مخالف تمہارا سرگرم اور پرجوش دوست بن جائے گا۔

آیت نمبر:37 میں اجرام فلکی کی عبادت کرنے والوں سے فرمایا کہ ان اجرامِ فلکی کا خالق اللہ ہے، اس لیے ان کو سجدہ کرنے کی بجائے اللہ کو سجدہ کرو۔

آیت:39 سے اللہ تعالیٰ نے حیات بعد الموت کے ثبوت کے لیے حسی مثال دی کہ تم دیکھتے ہو کہ زمین خشک، بنجر اور غیر آباد ہوتی ہے، (یعنی بے جان ہوتی ہے)، تو ہم اس پر بارش کا پانی نازل کرتے ہیں، جس کے ذریعے وہ سرسبز اور شاداب ہوجاتی ہے اور نُمو یعنی نباتات اگانے اور بڑھانے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، جو زمین کے لیے حیات ہے، پس جو اللہ بے جان زمین میں جان ڈالتا ہے، وہی آخرت میں مردوں کو زندہ کرے گا۔

آیت نمبر:42 میں قرآن کی شانِ اعجاز کو بیان کیا کہ اس میں کسی بھی جانب سے باطل کی آمیزش نہیں ہوسکتی، یہ سراسر حق ہے۔ اگلی آیت میں بتایا کہ رسول بھی عربی ہیں اور قرآن بھی عربی ہے (اور سب سے پہلی مخاطَب قوم بھی عربی تھی)، اس لیے اسے عربی زبان میں اتارا تاکہ لوگوں کی سمجھ میں آئے، یہ قرآن مومنوں کے لیے ہدایت اور شفاء ہے اور کافر جن کے حق میں ہدایت مقدر نہیں ہے، ان کے کان قبولِ حق کے لیے بند ہوجاتے ہیں اور ان کی آنکھیں اندھی بن جاتی ہیں۔ آخری آیت میں فرمایا کہ ہر شخص کو اس کے نیک عمل کی جزا ملے گی اور برے عمل کی سزا ملے گی اور تمہارا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:۲۵

پچیسویں پارے کے مضامین

اس پارے کی ابتدا میں بتایا کہ قیامت، شگوفوں سے نکلنے والے پھلوں، حمل اور وضع حمل کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹایا جائے گا۔ انسان کی فطری خودغرضی کو آیت: 49 میں بیان کیا کہ انسان اپنی بھلائی کی دعا مانگتے ہوئے تو کبھی نہیں تھکتا اور اگر اسے کبھی کوئی شر پہنچ جائے، تو وہ مایوس اور ناامید ہوجاتا ہے۔

آیت: 51 میں پھر فرمایا: اور جب ہم انسان پر کوئی انعام کرتے ہیں، تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو بچا کر ہم سے دور ہوجاتا ہے اور جب اس پر مصیبت آتی ہے، تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے والا ہوجاتا ہے، یعنی اللہ کی ذات سے وہ خودغرضی اور ذاتی منفعت پر مبنی تعلق تو قائم رکھتا ہے، مگر اس کے اَحکام کو فراموش کردیتا ہے۔

مزید بتایا کہ انسان کو تکلیف پہنچنے کے بعد اللہ کوئی رحمت عطا کرے، تو وہ اسے انعامِ الٰہی سمجھنے کے بجائے، اپنا استحقاق سمجھنے لگتا ہے اور قیامت کا انکار کرنے لگتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اگر قیامت آ بھی گئی تو وہاں بھی مجھے یہ سب نعمتیں حاصل ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم کافروں کو ان کے اعمالِ بد کا مزہ سخت عذاب کی شکل میں چکھائیں گے۔

آیت نمبر: 53 میں فرمایا کہ ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں اطرافِ عالَم میں بھی دکھائیں گے اور خود اُن کے نفسوں میں بھی حتیٰ کہ ان پر قرآن کی حقانیت واضح ہوجائے۔

سورۃ الشوریٰ

سورۃ الشوریٰ مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 42ویں جب کہ ترتیبِ نزول کے اعتبار سے 62ویں سورت ہے۔ اس سورت کی آیت نمبر: 38 میں مسلمانوں کو اپنے کام باہمی مشورے سے کرنے کا حکم ہے، اس لیے اس کا نام ''الشوریٰ'' رکھا گیا۔

اس سورت میں حقیقت وحی، اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ، مختلف دلائل سے توحید کے اثبات، رسالت اور قرآن کی حقانیت کا بیان ہے۔

اس سورت کے شروع میں ایک بار پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بیان کیا اور قیامت کا منظر بیان کرتے ہوئے فرمایا: عنقریب آسمان (اس کی ہیبت سے) اپنے اوپر پھٹ پڑیں گے (یعنی آسمانوں کی شکست وریخت اوپر سے نیچے کی طرف ہوگی) اور فرشتے اس کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں اور زمین والوں کے لیے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں، سنو! بے شک اللہ ہی بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

آیت :8 میں بتایا کہ اگر سب لوگوں کی جبری اطاعت اللہ کی مشیت ہوتی تو وہ سب لوگوں کو ایک دین پر کاربند فرما دیتا، لیکن جزا وسزا کا مدار اختیاری اطاعت پر ہے اور جو اپنے اختیار سے اطاعت کریں گے وہی رحمت کے حق دار ہوں گے۔

آیت نمبر:10 سے اختلاف کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی طرف رجوع کرنے کا بیان ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا پیدا فرمانے والا ہے اور اس نے انسانوں اور مویشیوں کے جوڑے بنائے اور اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، وہ بے مثل ہے، رزق کو گھٹانا بڑھانا اس کے اختیار میں ہے اور زمین وآسمان کے خزانوں کی کنجیاں اسی کی مِلک میں ہیں۔

آیت :13 سے بتایا کہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے تمام انبیائے کرام کی شریعتوں میں دین ایک ہی اساس کے طور پر شامل رہا ہے اور آپ کے لیے بھی اسی دین کو مشروع (مقرر) کیا اور دین میں تفرقہ کی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا آپ اسی دین کی طرف دعوت دیں اور ثابت قدم رہیں اور منکرینِ دین کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔

آیت :19 میں بتایا کہ جو آخرت کی جزا کے طلب گار ہیں، ان کے لیے آخرت کی نعمتوں میں اضافہ ہوگا اور جو صرف دنیا کے طلب گار ہیں، ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

آیت نمبر:23 میں فرمایا: آپ فرما دیجیے کہ میں اس تبلیغِ دین پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا سوائے قرابت کی محبت کے، اور جو شخص نیکی کرے گا، ہم نیکی کے حسن کو اور بڑھا دیں گے۔ بعض مفسرین نے قرابت سے آپ کے اہلبیت کی محبت مراد لی ہے، اس کے بعد والی آیت میں باطل کے مٹنے اور حق کے ثابت رہنے کا بیان ہے۔

آیت نمبر:25 میں فرمایا کہ اللہ اپنے کرم عظیم سے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔

آیت:27 میں بتایا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کا رزق وسیع کر دیتا تو وہ ضرور زمین میں سرکشی کرتے، لیکن اللہ اپنی حکمت سے جتنا چاہتا ہے روزی عطا کرتا ہے، بے شک وہ اپنے بندوں کے حالات سے باخبر ہے اور لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد وہی بارش نازل فرماتا ہے اور رحمت پھیلاتا ہے۔

آیت نمبر:33 میں سمندر میں رواں دواں پہاڑوں کی مانند جہازوں کو اپنی نشانیوں میں سے قرار دیا۔

آیت:36 سے بتایا: سو تم کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے، وہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ایمان والوں کے لیے زیادہ اچھا ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں اور کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور غصے کے وقت معاف کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم کو قبول کرتے ہیں اور نمازوں کو قائم کرتے ہیں۔ مزید بتایا کہ مسلمانوں کے معاملات باہمی مشاورت سے طے ہوتے ہیں اور برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے (یعنی یہ عدل کا تقاضا ہے)، لیکن جس نے اپنے (قصوروار کو) معاف کر دیا، تو اس کا اجر اللہ کے ذمۂ کرم پر ہے۔

آیت نمبر:41 میں فرمایا کہ جو ظلم کا بدلہ لے لے اس سے کوئی مواخذہ نہیں، مواخذہ لوگوں پر ظلم کرنے والوں اور روئے زمین پر ناحق سرکشی کرنے والوں کا ہونا چاہیے اور فرمایا کہ صبر اور معاف کرنا عزم الامور سے ہیں۔

آیت :49 سے بتایا کہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے، وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہے بیٹیاں عطا کرے اور جسے چاہے بیٹے دے اور جسے چاہے بانجھ کردے، بے شک وہ بہت علم والا، قدرت والا ہے۔ مزید فرمایا: کسی بشر کی شان نہیں کہ وہ اللہ سے کلام کرے، سوائے اس کے کہ وہ وحی فرمائے یا پردے کی اوٹ سے کلام فرمائے یا وہ کسی فرشتے کو بھیج دے کہ وہ اللہ کے حکم سے جو چاہے وحی کرے، اس سے مراد یہ ہے کہ وحی ہی اللہ سے ہم کلام ہونے کا ذریعہ ہے، خواہ اللہ تعالیٰ بالمشافہ اور بالمشاہدہ بندے سے ہم کلام ہو، جیسا کہ معراج کی حدیث میں ہے یا اس صورت میں ہو کہ کلام تو سنائی دے، لیکن جلوۂ ذات دکھائی نہ دے جیسا کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔

مزید فرمایا: اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف روح (قرآن) کی وحی کی ہے، اس سے پہلے آپ از خود یہ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے، لیکن ہم نے اس کتاب کو نور بنا دیا، جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں ہدایت دیتے ہیں اور بے شک آپ ضرور صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ کا ماخذ وحیِ ربانی ہے، اس کا مدار عقل وقیاس پر نہیں ہے۔

سورۃ الزخرف

سورۃ الزخرف مکی سورت ہے، ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے 43ویں جبکہ ترتیبِ نزول کے اعتبار سے 63ویں سورت ہے۔ اس سورت کے آیت نمبر 35 میں زخرف کا لفظ آیا ہے یہی اس کی وجہ تسمیہ ہے۔

اس سورت میں شرک کا رد کیا گیا ہے، فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینے کی مذمت اور مختلف نشانیوں سے توحید پر استدلال کیا گیا ہے۔

سورت کے شروع میں بتایا کہ ہر عہد کے منکرین اپنے نبی کا مذاق اڑاتے رہے، اس وجہ سے ہم نے بڑی طاقت ور قوموں کو بھی ہلاک کردیا۔

آیت نمبر 11 میں نزول بارش کے ذریعے سے مردہ زمین کو زندگی دینے سے حیات

بعد الموت کا اثبات کیا گیا ہے۔

آیت نمبر:12 تا 14 میں تمام چیزوں کے جوڑے بنانے، کشتیوں اور چوپایوں پر سوار ہونے اور سواری کے وقت یہ دعا پڑھنے کا بیان ہے: ''پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہماری قدرت میں کر دیا اور ہم خود اس پر قادر ہونے والے نہیں تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں''۔

کفار فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے (آیت :19) حالانکہ وہ اللہ کے بندے ہیں۔ اللہ نے فرمایا: کیا یہ لوگ ان (فرشتوں) کی پیدائش کے وقت موجود تھے، چنانچہ آیت:16 میں کفار کے اِس انداز کے بارے میں فرمایا: کیا اس نے مخلوق میں سے اپنے لیے بیٹیاں بنائی اور تمہارے لیے بیٹے مختص کر دیئے، حالانکہ ان میں سے جب کسی کو اس کی بشارت دی جائے، جس کے ساتھ اس نے رحمان کو متصف کیا ہے (یعنی بیٹیاں) تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غصے میں کڑتا رہتا ہے۔

آیت نمبر:26 میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عقیدہ توحید پر کاربند رہنے اور اس عقیدے کو اپنی اولاد میں باقی رکھنے کا ذکر ہے۔

آیت:31 سے کفار مکہ کا یہ مطالبہ بیان ہوا کہ یہ قرآن دو بستیوں مکہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی (یعنی ولید بن مغیرہ اور ابو مسعود ثقفی) پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟۔ اللہ نے فرمایا کیا آپ کے رب کی رحمت کو یہ تقسیم کرتے ہیں (یعنی یہ فیصلہ تو اللہ نے کرنا ہے کہ منصبِ نبوت کسے عطا کیا جائے) ہم نے ان کی دنیاوی زندگی میں ان کی معیشت (کے وسائل) کو تقسیم کیا ہے اور ہم نے (معاشی اعتبار سے) بعض کو بعض پر کئی درجے فضیلت عطا کی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے خدمت لیں اور آپ کے رب کی رحمت اس مال سے بہت بہتر ہے جس کو یہ جمع کر رہے ہیں۔ دنیا کی زندگی کی بے وقعتی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر لوگوں کے کفر میں مبتلاء ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم ان کے لیے گھروں کی چھتیں، سیڑھیاں، دروازے اور مسندیں چاندی کی بنا دیتے (اور چاندی ہی کیا) سونے کی

بھی بنادیتے اور یہ سب دنیا کا سامانِ زیست ہے اور آپ کے رب کے پاس آخرت (کی نعمتیں صرف) متقین کے لیے ہیں۔ مزید فرمایا جو رحمان کی یاد سے (غافل ہو کر) اندھا ہو جاتا ہے، اس پر ہم شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں، تو وہی اس کا ساتھی ہے۔

آیت نمبر: 46 سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت اور فرعون کے انکار، تکبر اور سرکشی اور غرقابی اور نشانِ عبرت بننے کا ذکر ہے۔

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت: ''اے مشرکین! تم اور تمہارے معبود جہنم کے ایندھن ہیں''، قریش کے سامنے پڑھی تو قریش نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھی عبادت ہوئی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے آیت نمبر: 57 میں فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ کے بندے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے اور بنی اسرائیل کے لیے قدرت کی نشانی بنایا ہے اور سورۂ انبیاء میں ارشاد فرمایا کہ جن کے لیے ہماری طرف سے اچھی جزا پہلے سے مقرر ہو چکی ہے وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: بے شک اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے، سو تم اس کی عبادت کرو۔

آیت: 67 سے بتایا کہ دنیا میں جو منکرین ایک دوسرے کی دوستی کا دم بھرتے ہیں، وہ ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے، یعنی ایک دوسرے کے خلاف سلطانی گواہ بنیں گے، لیکن اہلِ تقویٰ کی دوستی کا رشتہ قیامت میں جاری وساری رہے گا، انہیں بشارت دی جائے گی کہ اب تم ہر قسم کے خوف اور رنج والم سے آزاد ہو، اپنی بیویوں کے ساتھ ہنسی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ، ان کے لیے من پسند اور نگاہوں کو لبھانے والے ماکولات و مشروبات کے دور سونے کے برتنوں میں چلیں گے اور ان سے کہا جائے کہ یہی وہ جنت ہے جس کا تمہیں وارث بنایا گیا تھا۔

آیت نمبر: 77 میں فرمایا کہ عذاب سے تنگ آکر کفار دوزخ کے نگران فرشتے کو پکار کر کہیں گے کہ اے مالک! چاہیے کہ تمہارا رب ہمیں ختم کر دے، وہ کہے گا: تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔ آیت نمبر: 81 میں فرمایا کہ فرما دیجیے! اگر رحمٰن کا بیٹا ہوتا تو میں سب سے

پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا ،اللہ تعالیٰ ان عیوب سے پاک ہے۔آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درگزر کرنے اوران کے لیے سلامتی کی دعا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

سورۃ الدخان

سورۃ الدخان مکی سورت ہے ،ترتیب مصحف کے اعتبار سے 44ویں جب کہ نزول کے اعتبار سے 64ویں سورت ہے۔

اس سورت کی ایک آیت میں دخان کا لفظ آیا ہے اس لیے اس کا نام ''الدُّخَان'' رکھا گیا۔

اس سورت کے شروع میں لیلۂ مبارَکہ کا ذکر ہے ، اکثر مفسرین نے اس سے لیلۃ القدر مراد لی ہے،مگر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے حوالے سے بعض مفسرین نے اس سے شعبان المعظم کی پندرہویں شب مراد لی ہے۔ اس رات میں طے شدہ معاملات فرشتوں کوتفویض ہوتے ہیں۔

آیت نمبر:7 سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، الوہیت سمیت دیگر صفات کا ذکر ہے۔

آیت :25 سے بنی اسرائیل کی نجات اورفرعونیوں کے غرق کئے جانے کے پسِ منظر میں فرمایا: وہ کتنے ہی باغات ،چشمے،(لہلہاتے) کھیتوں،عمدہ محلات اوروہ نعمتیں جن میں وہ مصروفِ عیش تھے، (اپنے پیچھے) چھوڑ گئے، اسی طرح ہوا اور ہم نے سب چیزوں کا دوسروں کووارث بنادیا،سوان کی بربادی پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی ۔اس میں ان سب لوگوں کے لیے درسِ عبرت ہے جو دنیا کی ناپائیدار عیش وعشرت ہی کواپنا مقصودِ حیات بنالیتے ہیں اور پھرایک دن منظر یوں ہوتا ہے کہ سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا، جب لادھ چلے گا بنجارا۔

آیت نمبر:38 میں فرمایا کہ ہم نے زمین وآسمان اور جو کچھ اس کے درمیان میں ہے، کی تخلیق بہ طور کھیل نہیں فرمائی، اس کے بعد فرمایا کہ فیصلے کا دن ان سب کے لیے مقرر کیا ہوا ہے۔

اس سورت کے آخر میں بتایا کہ کفار ومشرکین کی غذا جہنم میں زقوم (تھوہر) کا درخت ہوگا، جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش مارے گا، جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے، انہیں گھسیٹتے ہوئے جہنم کے وسط میں لے جایا جائے گا اور پھر ان کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا اور یہ صورتِ عذاب ہوگی۔ اس کے بعد متقین کے لیے جنت کی عالی شان نعمتوں کا ذکر ہے کہ وہ مقامِ امن میں ہوں گے، جنتوں اور چشموں میں، وہ باریک اور دبیز ریشم کا لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے (اکرام کے ساتھ) بیٹھے ہوئے ہوں گے۔

سورۃ الجاثیہ

سورۃ الجاثیہ مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 45ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 65ویں سورت ہے۔ اس کی آیت نمبر:28 میں ''جاثیہ'' کا لفظ آیا ہے جس کا معنی ہے: گھٹنوں کے بل گری ہوئی، اس لیے اس کا نام ''الجاثیہ'' رکھا گیا۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے کی دعوت، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تصدیق اور قرآن مجید کو اللہ کا کلام تسلیم کرنے کا بیان، وقوعِ قیامت اور حیات بعد الموت کا اثبات اور منکرین حساب وکتاب وحشر ونشر کا رد ہے۔ اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی قدرت وجلالت کی نشانیوں کا ذکر ہے۔ ان مضامین کو قرآن مجید میں بار بار بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر:7 سے فرمایا کہ ہر بہتان تراشنے والے بدکار کے لیے ہلاکت ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو سننے کے بعد بھی کفر پر ڈٹا رہتا ہے۔

کفارِ قریش یہ کہتے تھے کہ جو دنیا میں زیادہ خوش حال اور طاقت ور ہوگا، وہی آخرت میں بھی خوش حال اور طاقت ور ہوگا، اللہ تعالیٰ نے آیت نمبر:21 میں اس کا رد فرمایا کہ علانیہ گناہگاروں اور مومنین صالحین کی زندگی اور موت برابر نہیں ہیں۔

آیت نمبر:23 میں فرمایا: پس کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا کہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا اور اللہ نے اس کو علم کے باوجود گمراہ کردیا اور اس کے کان اور اس کے دل پر

مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا، پس اللہ کے بعد اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے، تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے ، یعنی اگر ایک طرف اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے اور دوسری جانب بندے کے اپنے نفس کے مطالبات اور خواہشات ہوں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو نظر انداز کر کے اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی اختیار کر لے، تو خواہ وہ کلمہ پڑھے، لیکن عملاً تو اس نے اپنے نفس کو معبود بنا لیا۔

اس کے بعد منکرینِ آخرت کے اس نظریے کو بیان کیا جو ہر دور کے ملحدین کا عقیدہ رہا ہے کہ جو کچھ ہے یہ دنیا کی زندگی ہے، پسِ مرگ کچھ بھی نہیں اور ہمیں صرف دہر ہلاک کرتا ہے، یعنی خالق کا انکار کرتے ہیں، موت فنائے دوام ہے، لہٰذا جتنی عشرتیں اپنے دامن میں سمیٹ سکتے ہو، سمیٹ لو، قرآن نے بتایا کہ جس نے پہلی بار پیدا کیا، وہی دوبارہ زندہ کرے گا اور پھر اللہ کی عدالت میں حساب و کتاب ہوگا، جس سے کسی کو مفَر نہیں ہے۔ آگے چل کر یہ بھی بتایا کہ جنہوں نے اس دنیا میں قیامت کے دن کو فراموش کر رکھا ہے، اس دن انہیں رحمتِ باری نظر انداز کر دے گی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:۲۶

چھبیسویں پارے کے مضامین

سورۃ الاحقاف

سورۃ الاحقاف مکی سورت ہے۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 46ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 66ویں سورت ہے۔ اس سورت کی آیت نمبر:21 میں ایک علاقے ''احقاف'' کا ذکر ہے، اس لیے اس کو ''الاحقاف'' سے موسوم کیا گیا ہے۔

اس سورت میں وہی مضامین بیان ہوئے ہیں جو مکی سورتوں کا خاصّہ ہے۔

اس سورت کی ابتدا میں کلامِ مجید کی حقانیت کو بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر:5 میں کفار کے باطل معبودوں کا جواب دینے سے بے بسی اور ان کے پکار سے بے خبر ہونے کا بیان ہے۔

آیت نمبر:14 میں اللہ تعالیٰ کو رب مان کر استقامت اختیار کرنے والوں کے لیے جنت کی نعمتوں کا ذکر ہے۔

آیت نمبر:15 سے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا تاکیدی حکم ہے اور ماں نے حمل اور وضعِ حمل کے دوران جو بے پناہ مشقتیں اٹھائیں ان کا ذکر ہے اور یہ بھی بتایا کہ حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے، چونکہ حدیث کی رو سے دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے، اس لیے فقہاء نے فرمایا کہ ممکنہ طور پر کم از کم مدتِ حمل چھ ماہ ہے۔ پھر قرآن نے بتایا کہ صالح اولاد پختگی کی عمر کو پہنچنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے اس کی ان نعمتوں کا جو اس نے اس پر اور اس کے والدین پر کیں، شکر ادا کرنے کی توفیق طلب کرتی ہے اور اس بات کی دعا بھی کہ مجھے اپنا پسندیدہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرما اور میری اولاد کی بھی اصلاح فرما اور میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور میں اطاعت گزاروں میں سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے

وفاشعار اور اپنے ماں باپ کے فرمانبردار بندوں کے لیے فرماتا ہے کہ ہم ان کے نیک اعمال کو قبول فرماتے ہیں اور ان کی لغزشوں سے درگزر کرتے ہیں، یہ لوگ اہلِ جنت میں سے ہیں اور یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے۔اس آیت میں ابتداءً ماں باپ دونوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا ذکر ہے، لیکن ماں کی قربانیوں کا قرآن نے زیادہ ذکر فرما کر اس کے زیادہ استحقاق کی طرف متوجہ فرمایا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیثِ پاک میں اس کی مزید تاکید فرمائی۔

آیت نمبر:17 میں والدین کے نافرمان، گمراہی پر جمے ہوئے اور آخرت کا انکار کرنے والے شخص کے برے انجام کا ذکر ہے۔

آیت نمبر:20 میں فرمایا کہ جس دن کفار کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا (تو ان سے کہا جائے گا) کہ تم اپنی لذیذ چیزیں دنیا کی زندگی میں لے چکے ہو اور ان سے فائدہ اٹھا چکے ہو، پس آج تم کو ذلت والا عذاب دیا جائے گا، اس سے بعض لوگ مومنوں کے لیے دنیا کی لذتوں سے فائدہ اٹھانے کی ممانعت کا استدلال کرتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ آیت کفار کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اس میں مومنوں کی نہیں کافروں کی مذمت ہے۔

آیت نمبر:21 سے قومِ عاد کو حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت توحید، ان کے کفر پر ڈٹے رہنے اور عذاب کا مطالبہ اور تیز آندھی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور قوم عاد کی بربادی کا بیان ہے۔

آیت نمبر:29 سے حضور کی بارگاہ میں جنات کے حاضر ہونے کا ذکر ہے کہ جنات کے ایک گروہ نے آپ کے پاس سے گزرتے ہوئے قرآن سنا اور جا کر اپنی قوم سے کہا کہ ہم نے ایسی آسمانی کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی اور جو پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے، ان جنات نے اپنی قوم کو کہا کہ اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے نجات عطا فرمائے گا اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے

والے کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا تو زمین میں اللہ کی گرفت سے اس کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی۔آخر میں سرکاردوعالم ﷺ کو اولوالعزم انبیاء کی طرح صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

سورۂ محمد

سورۂ محمد مدنی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 47ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 96ویں سورت ہے۔اس سورت کی آیت نمبر 2 میں نبی ﷺ کا نام نامی اسم گرامی ذکر ہوا ہے اسلیے اس سورت کا نام محمد رکھا گیا۔

اس سورت میں ترغیب جہاد، مجاہدین کو بشارتوں ، منافقین کی صفات اور سازشوں اور مسلمانوں کو منافقین سے خبردار کرنے کا بیان ہے۔

اس سورت کے شروع میں فرمایا کہ کفار کے اعمال ضائع جبکہ مؤمنین کے اعمال مقبول اور گناہ مغفور ہیں۔

غزوۂ بدر سے پہلے اسلام کے تفصیلی جنگی قانون نازل نہیں ہوئے اور یہ ہدایت نہیں آئی تھی کہ جنگی قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے ، اس سورۂ مبارکہ کی آیت :04 میں فرمایا کہ جب جنگ ختم ہوجائے ، مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوجائے ،توجنگی قیدیوں کے ساتھ تین طرح کا سلوک کیا جاسکتا ہے، انہیں قید کردیا جائے تاکہ وہ مسلمانوں کو دوبارہ شر نہ پہنچا سکیں یا ان کی اصلاح اور قبولِ اصلاح کی امید ہو تو ان پر احسان کر کے انہیں آزاد کردیا جائے یا فدیہ لےکران کو چھوڑ دیا جائے۔

آیت نمبر:15 سے اہلِ تقویٰ کے لیے جنت کی نعمتوں کا ذکر ہے کہ جنت کی نہروں میں ایسا شفاف اور تازہ پانی ہوگا جس میں کوئی باسی پن یا تغیر نہیں آئے گا، دودھ جیسی نہریں ہوں گی جن کا ذائقہ کبھی نہیں بدلے گا، شرابِ طہور کی ایسی نہریں ہوں گی ، جولذت سے معمور ہوں گی اور خالص اور شفاف شہد کی نہریں ہوں گی اوران کے لیے ہر طرح کے پھل دستیاب ہوں گےاوران کے رب کی جانب سے مغفرت کردی جائے گی۔ پھراللہ تعالیٰ نے

انسان کے عقلِ سلیم کو مخاطَب کر کے فرمایا کہ کیا ان عالی مرتبت لوگوں کی تقلید کی جائے یا ان کی راہ پہ چلا جائے جو دائمی طور پر جہنم میں رہیں گے اور انہیں جہنم کی آگ میں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو کاٹ دے گا۔

آیت نمبر:20 میں حکم جہاد کے نزول کے بعد منافقین کے بزدلانہ رویے کا بیان ہوا اور فرمایا کہ جہاد کے قطعی حکم کے بعد اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچے رہتے تو ان کے حق میں زیادہ بہتر ہوتا۔

آیت نمبر:24 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اتنے واضح دلائل کے باوجود یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟۔

آیت نمبر:29 میں فرمایا کہ جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق) کی بیماری ہے، انہوں نے گمان کر رکھا ہے کہ اللہ ان کے دلوں کے فتنہ کو ظاہر نہیں کرے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے بعد کوئی منافق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چھپا نہ رہا اور پھر ایک موقع پر آپ نے منافقین کو نام لے لے کر مسجد سے باہر نکال دیا۔

آیت نمبر:35 سے مسلمانوں کو فرمایا کہ تم ہمت نہ ہارو اور کفار کو صلح کی دعوت نہ دو، غلبہ تمہارے لیے ہی ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت تمہارے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں فرمائے گا۔ مزید فرمایا گیا کہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی دعوت پر بخل کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس بخل کی سزا اس کو ملے گی، اللہ تعالیٰ بے نیاز و غنی ہے، پھر اگر وہ چاہے تو دین سے روگردانی کرنے والوں کی جگہ دوسری قوم لے آئے گا پھر وہ ان کی طرح دین سے روگردانی کرنے والے نہیں ہوں گے۔

سورۃ الفتح

سورۃ الفتح مدنی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 48ویں جب کہ ترتیبِ نزول کے اعتبار سے 112ویں سورت ہے۔

اس سورت کا نام "الفتح" اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس سورت میں فتحِ مکہ

کی بشارت، بیعتِ رضوان، نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر کرنے اور منافقین کے احوال اور صحابہ کرام کی قدسی صفات کا ذکر ہے۔

اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین قرار دیا ہے۔

آیت نمبر:08 سے اللہ عزوجل نے رسولِ مکرم ﷺ کی شان کو بیان فرمایا کہ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، جنت کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور مزید فرمایا کہ اللہ کے رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔

آیت :10 میں اللہ تعالیٰ نے بیعت رضوان کے منظر کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا، اس لیے آپ کے ہاتھ پر بیعت درحقیقت اللہ ہی سے بیعت ہے۔

آیت نمبر:11 میں جہاد سے پیچھے رہنے والوں کی حقیقتِ حال سے اپنے نبیِ کریم ﷺ کو باخبر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ بہانہ بازی کریں گے کہ ہم اپنے مال اور اہلِ کی مصروفیت کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہوسکے، سو ہماری خطا معاف فرما دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اپنے منہ سے وہ بات کہتے ہیں، جو ان کے دل میں نہیں ہے۔

آیت نمبر: 17 میں اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے، معذوروں اور بیماروں کا جہاد میں شمولیت سے استثناء بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر:18 سے اللہ تعالیٰ نے ان وفا شعار صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، جنہوں نے حدیبیہ کے مقام پر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر جاں نثاری اور جاں سپاری کی بیعت کی تھی، کو اپنی رضامندی کی قطعی سند سے نوازا، پس جس سے اللہ راضی ہوجائے، اس کے ایمان کی صداقت، اخلاص اور بے ریائی ہر قسم کے شک وشبہے سے بالاتر ہوتی ہے اور ان کے بارے میں دل میں کوئی بھی بدگمانی اللہ تعالیٰ کی اس سندِ رضا کی نفی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام کو فرمایا تھا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ہم بے خوف وخطر ہوکر بیت اللہ میں داخل ہورہے ہیں، لیکن جب صلحِ حدیبیہ کے موقع پر معاہدۂ

حدیبیہ کی شرائط کے تحت صحابۂ کرام کو عمرہ ادا کئے بغیر احرام کھولنا پڑا، تو بعض صحابۂ کرام کے جذبات کو ٹھیس پہنچی اور انہوں نے اپنے قلبی اضطراب کا اظہار کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اللہ نے اپنے رسول کے حق پر مبنی خواب کو سچ کر دکھایا اور ایک نہ ایک دن تم ضرور بے خوف وخطر ہو کر سر کو منڈاتے ہوئے یا بال ترشواتے ہوئے ان شاء اللہ حرمِ کعبہ میں داخل ہو گے اور پھر اللہ تعالیٰ نے عنقریب فتح کی نوید بھی سنائی۔ اس سورت کی آخری آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اصحاب کی وہ صفات بیان فرمائیں جو پہلے سے تورات اور انجیل میں بیان کردی گئیں تھیں کہ وہ کفار کے مقابلے میں انتہائی سخت ہیں، آپس میں رحیم وشفیق ہیں، اے مخاطَب تو جب بھی انہیں دیکھے گا اللہ کی عبادت میں مشغول پائے گا، وہ اللہ کے فضل اور رضا کے طلب گار رہتے ہیں اور ان کی جبینیں سجدے کے اثر سے نیر وتاباں ہیں۔ مفسرینِ کرام نے فرمایا کہ اس آیت میں خلافتِ راشدہ کی ترتیب کی طرف بھی اشارہ ہے۔

سورۃ الحجرات

سورۃ الحجرات مدنی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 49 ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 108 ویں سورت ہے۔ اس سورت کی آیت نمبر: 4 میں الحجرات کا ذکر ہے اس لیے اس کا نام الحجرات رکھا گیا۔ اس سورت میں بارگاہ رسالت کا احترام کرنے اور اصلاح معاشرہ کے لیے اقدامات کا بیان ہے۔

سورۂ حجرات کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے بارگاہِ نبوت کے آداب کو بیان فرمایا کہ ان کی آواز پر آواز کو اونچا کرنا بھی ادب کے منافی ہے، ان کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرنا بھی ایسی بے ادبی ہے جس سے ساری نیکیاں برباد ہوسکتی ہیں اور اہلِ ادب کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم کی نوید سنائی گئی ہے۔

آیت نمبر: 6 میں اہم خبروں کی تحقیق اور چھان بین کے بغیر تصدیق کرنے اور بغیر تصدیق ان پر ایکشن لینے کی ممانعت کا بیان ہے۔

آیت نمبر: 09 میں مسلمانوں کے متحارب گروہوں میں عدل وانصاف پر مبنی صلح کا حکم

دیا گیا ہے اور بغاوت کرنے والوں سے اللہ کے حکم کی طرف لوٹ کر آنے تک لڑنے کا بیان ہے اور مسلمانوں کے درمیان اخوت کا ذکر ہے۔

اس سورت کے دوسرے رکوع میں اخلاقیات کی تعلیم ہے خاص طور پر یہ کہ مسلمان مرد وزن ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں، ایک دوسرے کی عیب جوئی نہ کریں، ایک دوسرے کو برے ناموں سے نہ پکاریں، ایک دوسرے کے بارے میں بدگمانی نہ کریں، دوسرے کے پوشیدہ احوال کا سراغ نہ لگائیں اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کریں اور پھر غیبت کو اتنا گھناؤنا جرم قرار دیا کہ گویا اپنے مردہ بھائی کا گوشت نوچنا ہے۔ یہ بھی بتایا کہ انسانیت کی اصل ایک ہی ہے یعنی سب آدم وحواء علیہاالسلام کی اولاد ہیں اور قبائل اور برادریاں تفاخر کے لیے نہیں، تعارف کے لیے ہیں اور عزت وکرامت کا معیار تقویٰ ہے، پھر اس میں ایمانِ صادق اور ایمانِ کامل کی تعریف بیان کی گئی ہے اور یہ بھی بتایا گیا کہ کوئی ایمان لاکر اللہ پر احسان نہ جتلائے بلکہ یہ تو اللہ کا بندے پر احسان ہے کہ اس نے نعمتِ ایمان سے نوازا۔

سورۂ ق

سورۂ ق مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 50 ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 34 ویں سورت ہے، اس کی پہلی آیت میں لفظِ ق مذکور ہونے کی وجہ سے اس کا نام ق رکھا گیا۔

اس سورت میں مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کو دلائل سے ثابت کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کی توحید اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت پر بھی دلائل ہیں۔

ابتدائے سورت میں مرنے کے بعد زندہ ہونے پر کفار کے تعجب کا ذکر فرمایا۔

اس سورت میں ایک بار پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کو بیان کیا گیا ہے یعنی آسمانوں کی رفعت اور شمس وقمر اور کواکب ونجوم سے اس کا مزین کرنا، اس میں کسی شگاف کا نہ ہونا، زمین کی وسعت اور اس میں بلند وبالا پہاڑوں کو لنگر کی طرح ثبت کردینا، آسمان سے بارش کا برسنا اور اس سے طرح طرح کا اناج پھل پھول اور باغات کا اگانا، مردہ زمین

کو زندہ کرنا وغیرہ۔

آیت نمبر:15 میں حیات بعد الموت کے اثبات میں فرمایا کہ کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں (نہیں) بلکہ وہ اپنے از سرنو پیدا ہونے کے متعلق شک میں ہیں۔

آیت نمبر:16 میں بتایا کہ اللہ انسان کا خالق ہے، اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور ظاہری اعمال تو درکنار اس کے دل و دماغ میں پیدا ہونے والے وسوسوں اور قلبی واردات کو بھی جانتا ہے، یعنی اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور اس کے ہر کہے لفظ کو لکھا جاتا ہے۔

اس سورۂ مبارکہ کی آیت نمبر:22 کے بارے میں بعض اہلِ علم نے فرمایا کہ اگر کسی کی بصارت متاثر ہو رہی ہو تو یہ آیت پڑھ کر دم کیا جائے تو اللہ تعالیٰ بصارت کو بحال فرماتا ہے۔

آیت نمبر:30 میں جہنم کی وسعت اور بھوک کے بارے میں بتایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جہنم سے پوچھے گا کہ کیا تیرا پیٹ بھر گیا ہے؟، وہ کہے گی: کیا کچھ اور (زیادہ) ہیں؟۔

آیت نمبر:39 میں طلوع و غروب شمس سے پہلے رات کے کچھ حصہ میں اور نمازوں کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح بیان کرنے کی تاکید ہے۔آخری آیات میں حشر و نشر کے اثبات کا بیان ہے۔

سورۃ الذاریات

سورۃ الذاریات مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 51 ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 67 ویں سورت ہے۔ پہلی آیت کے پہلے لفظ ''الذّٰارِیَات'' کے مذکور ہونے کی وجہ سے اس کا نام ''الذّٰارِیَات'' رکھا گیا۔

اس سورت کی ابتدا میں ہواؤں، کشتیوں اور فرشتوں کی قسم کھا کر فرمایا کہ قیامت کا وعدہ سچ ہے۔

آیت نمبر:15 سے اہلِ تقویٰ کے انعاماتِ اخروی کو بیان کرنے کے بعد ان کے اوصاف بیان کیے کہ وہ راتوں کو بہت کم سوتے ہیں، رات کے پچھلے پہر استغفار کرتے ہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے جن کو نعمتِ مال سے نوازا ہے، ان کے مال میں سائل کا بھی حق ہے اور ان کا بھی جو نعمتِ مال سے محروم ہیں۔

آیت نمبر:58 میں فرمایا کہ بے شک اللہ ہی سب سے بڑا رزق دینے والا اور سب سے زبردست قوت والا ہے، بعض اہل اللہ اس آیت کو کشادگی رزق کے لیے تجویز فرماتے ہیں۔

پارے کے آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی بشری شکل میں آمد اور ان کی طرف سے ضیافت کے اہتمام کا ذکر ہے اور فرشتوں کے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھانے پر جو انہیں بتقضائے بشری خوف لاحق ہوا اس کا ذکر ہے اور پھر حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ علیہا السلام کے بڑھاپے کی عمر میں حضرتِ اسحاق کی بشارت کا ذکر ہے۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ: ۲۷

ستائیسویں پارے کے مضامین

اس پارے کے شروع میں اس بات کا بیان ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنے والے اجنبی انسان نہیں تھے بلکہ بشری شکل میں فرشتے تھے،تو ابراہیم علیہ السلام نے اُن سے پوچھا کہ آپ کا مشن کیا ہے،اُنہوں نے کہا: ہم مجرموں کی ایک قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تا کہ اُن پر مٹی سے پکے ہوئے پتھر برسائیں ،جو آپ کے رب کے نزدیک حد سے تجاوز کرنے والوں کے لیے نشان زدہ (Guided) ہیں ،سائنسی دنیا گائیڈڈ میزائیل کی جس تکنیک تک بہت دیر میں پہنچی ہے،قرآن نے اُس کا تصور بہت پہلے پیش کیا۔اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم اہلِ ایمان کو صحیح سلامت اُس بستی سے باہر نکال دیں گے اور اُس میں مسلمانوں کا ایک ہی گھر ہے،یعنی حضرت لوط علیہ السلام ۔اس کے بعد فرعون اور موسیٰ علیہ السلام اور فرعونیوں کے سمندر میں غرق ہونے کا ذکر ہے،قومِ عاد وثمود پر عذاب کا ذکر ہے۔ آیت:47 میں فرمایا: آسمان کو ہم نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور ہم (ہر آن) اِس کو توسیع دینے والے ہیں ۔آج ماہرین فلکیات اور سائنس دان نت نئی کہکشاؤں (Galaxies) کے دریافت کرنے کی بات کرتے ہیں اور اُن کا کہنا ہے کہ ابھی لاتعداد کہکشائیں ایسی ہیں جو دریافت نہیں ہوسکیں،تو قرآن نے بالائی کائنات اور قدرت کے خلائی نظام کی وسعت کی بات بہت پہلے بیان کردی۔آیت:56 وہ مشہور آیت ہے جس میں رب کائنات نے جنوں اور انسانوں کے مقصدِ تخلیق کو بیان کیا یعنی اللہ کی عبادت اور اُس کی معرفت۔

سورۃ الطور

سورۃ الطور مکی سورت ہے،ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے 52ویں اور ترتیب نزول

کے اعتبار 75 ویں سورت ہے۔اس سورت کا نام اس سورت کی پہلی آیت ''وَالطُّوْرِ '' سے ماخوذ ہے۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کے اَٹل عذاب کا ذکر ہے کہ جب اُس کا فیصلہ ہوجا تا ہے،تو اُسے کوئی ٹالنے والی طاقت نہیں ہے، اس دن آسمان تھرتھرا رہے ہوں گے اور پہاڑ بہت تیزی سے چل رہے ہوں گے۔

آیت:21 سے اہلِ جنت کے لیے اللہ عزوجل کی جانب سے جو نعمتیں ، راحتیں تیار ہیں، اُن کا ذکر ہے اور یہ بھی کہ اہلِ ایمان کی اولاد میں سے جو اُن کے سچے پیروکار ہوں گے، وہ بھی اُن سے جاملیں گے۔

آیت نمبر 33 سے قرآن کو اپنی طرف سے گھڑنے کے الزام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ سچے ہیں تو قرآن کی مثل کوئی بات بنا کر لے آئیں۔

آیت:35 سے قدرتِ باری تعالیٰ کے منکرین کو مخاطب کر کے بتایا گیا کہ کیا وہ بغیر کسی سبب کے پیدا کر دیئے گئے یا وہ خود ہی اپنے خالق ہیں ،کیا آسمانوں اور زمینوں کو اِنھوں نے پیدا کیا ہے،کیا تیرے رب کی رحمت کے خزانے ان کے قبضہ وقدرت میں ہیں یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے،جس پر چڑھ کر یہ بالائی کائنات کی باتوں کو سن لیتے ہیں، اگر ایسا ہے تو کوئی واضح دلیل تو پیش کریں؟۔

سورۃ النجم

اس سورت کا نام ''النجم ''اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے 53 ویں جب کہ ترتیبِ نزول کے اعتبار سے 23 ویں سورت ہے۔

مشرکین یہ کہتے تھے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) نے اس قرآن کو از خود بنالیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے ، وہ صرف وہی کہتے ہیں جس کی ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔

اس سورت کی ابتدائی 18 آیات میں سید المرسلین ، رحمۃ اللعالمین سیدنا محمد رسول اللہ

ﷺ کے سفرِ معراج کی اُس منزلِ رفعت کا ذکر ہے کہ جس میں اُنہیں اللہ تعالیٰ کا قُربِ خاص عطا ہوا اور اللہ نے اپنے مُقدّس بندے کی طرف جو چاہا، وحی فرمائی ۔رسول اللہ ﷺ اپنے قلبِ اطہر کی پوری حضوری اور یقین کے ساتھ اپنے خالق و مالک کے جلوؤں کو دیکھتے رہے،تو اللہ تعالیٰ نے ریب وشک میں مبتلا لوگوں کو فرمایا کہ کیا تم ان سے اس پر جھگڑ رہے ہو جو انہوں نے دیکھا ، انہوں نے تو نورِ ازل کے اس جلوے کو بارِ دیگر دیکھا ہے ، وہاں ''جنت الماْوٰی '' ہے اور آپ ﷺ اپنے خالق کے جلوۂ نور کو اس قرار وانہماک کے ساتھ دیکھ رہے تھے کہ آپ کی نظر نہ کج ہوئی نہ بہکی ۔

آیت نمبر:21 سے مشرکین کے باطل دیوی اور دیوتاؤں اور اللہ کے لیے بیٹیاں ثابت کرنے کا رد ہے ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ صرف وہ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادانے رکھ لیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی اور اس کو گمان اور خواہشات نفس کی پیروی قرار دیا۔

آیت نمبر:26 میں شفاعت کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور رضا کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا۔

آیت نمبر:32 سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ صغیرہ گناہوں کے ماسوا کبیرہ گناہوں سے بچے رہتے ہیں، انہیں بشارت دی گئی کہ بے شک آپ کا رب وسیع مغفرت والا ہے، اسی مفہوم کی ایک اور آیت میں فرمایا کہ نیکیاں گناہوں (صغیرہ) کو مٹا دیتی ہے۔ مزید فرمایا کہ اللہ تمہیں خوب جاننے والا ہے، جب اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤوں کے پیٹ میں تھے،سو تم اپنی پارسائی کا دعویٰ نہ کرو، اللہ متقین کو خوب جانتا ہے۔

آیت نمبر:38 سے فرمایا کہ کسی کے گناہ کا بوجھ کسی دوسرے پر نہیں ڈالا جائے گا، ہر شخص کو اپنے کئے کا پورا پورا صلہ ملے گا۔

آیت نمبر:42 سے اللہ تعالیٰ کی صفات کریمہ اور قوتِ حاکمہ کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ آخر کار آپ کے رب کے پاس ہی پہنچنا ہے۔آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرو

اوراسی کی عبادت کرو۔

سورۃ القمر

سورۃ القمر کا نام اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ترتیب مصحف کے اعتبار سے 54ویں جب کہ نزول کے اعتبار سے 37ویں سورت ہے۔

اس سورت کے شروع میں فرمایا: ''قیامت قریب آگئی اور چاند دو ٹکڑے ہوگیا اور (کافر) اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو رخ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو وہ جادو ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے''۔ ''شق القمر'' کا واقعہ تقریباً آٹھ سنِ نبوی میں ہوا، اہلِ مکہ نے معجزے کا مطالبہ کیا تو آپ نے ان کو یہ معجزہ دکھایا یہاں تک کہ انہوں نے چاند کا ایک ٹکڑا حرا پہاڑ کے ایک جانب اور دوسرا دوسری جانب دیکھا، یہ واقعہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد اور سننِ بیہقی اور کتبِ تفاسیر میں مذکور ہے، حافظ ابنِ کثیر و دیگر مفسرین نے ان احادیث کو متواتر کے درجے میں قرار دیا ہے اور اس واقعے کی صداقت کی عقلی دلیل یہ ہے کہ قرآن نے برملاء اس کا دعویٰ کیا اور اس دور میں کسی نے بھی اس واقعے کی صداقت کو چیلنج نہیں کیا اور قرآن نے اسے علاماتِ قیامت میں سے قرار دیا۔اسی سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے چار مرتبہ تکرار در تکرار کے ساتھ فرمایا کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے، تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ اور اسی کے ساتھ اس سورت میں قومِ عاد، قومِ ثمود اور آلِ فرعون پر عذاب کا ذکر ہے، جس کی تفصیلات اس سے پہلے قرآن میں گزر چکی ہیں۔

آیت نمبر:49 سے ہر چیز کو اندازے سے بنانے کا ذکر ہے۔آیت نمبر:52 سے ہر چیز یعنی چھوٹے بڑے کو صحائف میں لکھا ہونے کا اور متقین کے لیے جنتوں اور نعمتوں کا بیان ہے۔

سورۃ الرحمٰن

سورۃ الرحمٰن مدنی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 55ویں جب کہ ترتیب

نزول کے اعتبار سے 97 ویں سورت ہے۔اس سورت کا نام اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کی ایک دلہن ہوتی ہے اور قرآن کی دلہن سورۂ رحمٰن ہے۔

اس سورت کے شروع میں فرمایا: ''رحمٰن نے اپنے رسولِ مکرم کو قرآن کی تعلیم دی، اس نے انسان (کامل) کو پیدا کیا اور ان کو (ہر چیز کے) بیان کی تعلیم دی''۔آیت نمبر:6 سے اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کے غیر مرئی نظم وضبط (Unseen Control) زمین پر بچھے ہوئے سبزے اور درختوں کی کیفیتِ سجدہ اور آسمان کی رفعت کو اپنی قدرت کی دلیل کے طور پر پیش فرمائے۔اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اپنی قدرت کی بے پایاں نعمتوں کا بار بار ذکر فرمایا اور پھر اکتیس بار اپنی ذی عقل مخلوق، جنوں اور انسانوں سے خطاب کر کے فرمایا: ''پس تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔

آیت نمبر:19 سے دو سمندروں کے ملنے اور پانی اور ذائقے کا ایک دوسرے سے نہ ملنے، سمندروں سے موتیوں اور جواہرات کے نکلنے، سمندروں میں بڑی کشتیوں کے چلنے سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر استدلال کیا ہے۔

آیت نمبر:33 میں فرمایا ''اے جنات اور انسان کے گروہ! اگر تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمینوں کے کنارے سے نکل جاؤ، تو نکل جاؤ، تم جہاں بھی جاؤ گے وہاں اسی (ربِ ذوالجلال) کی سلطنت ہے''۔یعنی انسان بالائی خلا اور کہکشاؤں کی دریافت میں کتنا بھی آگے نکل جائے، وہ وہاں اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہت اور قدرت کے جلوے دیکھے گا۔

آیت نمبر:41 میں فرمایا کہ قیامت کے دن مجرم اپنے حلیوں سے پہچان لیے جائیں گے۔

آیت نمبر:46 سے دو جنتوں کی نعمتوں کا بیان ہے کہ وہاں سرسبز شاخوں والے باغات ہوں گے، ان جنتوں میں دو چشمے بہہ رہے ہوں گے، ہر پھل کی دو قسمیں ہوں گی،

اہلِ جنت ایسی مسندوں پر جلوہ افروز ہوں گے جن کے استر نفیس دبیز ریشم کے ہوں گے، وہاں یاقوت ومرجان کی طرح باحیاء حوریں ہوں گی، پھر فرمایا کہ ان دونوں کے علاوہ دو جنتیں اور ہوں گی جن میں فوارے کی طرح چھلکتے ہوئے دو چشمے ہوں گے اور اسی طرح کی مزید نعمتوں کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: ''احسان کا بدلہ احسان ہے''۔

سورۃ الواقعہ

اس سورت کا نام اس کی پہلی آیت میں مذکور ہے۔ ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے 56ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 46ویں سورت ہے۔ اس سورت کی ابتدا میں فرمایا ہے کہ جب قیامت آئے گی تو زمین میں زلزلہ آجائے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے، پھر جو لوگ حساب کتاب کے لیے پیش ہوں گے، ان کی تین قسمیں ہوں گی:

ایک ''اَصۡحَابُ الۡمَیۡمَنَہ''، یعنی اہلِ سعادت وخیر، دوسرے ''اَلسّٰبِقُوۡنَ الۡمُقَرَّبُوۡن'' یہ وہ لوگ ہوں گے جو نیکی میں سب پر سبقت لے جائیں گے اور تیسرے ''اَصۡحَابُ الۡمَشۡئَمَہ'' یہ بدنصیب لوگ اہلِ جہنم ہوں گے۔ اس کے بعد ایک بار پھر جنت کی پرکشش نعمتوں کا ذکر ہے کہ وہ ایک دوسرے کے بالمقابل تکیوں پر ٹیک لگائے، زروجواہر سے مرصع تختوں پر بیٹھے ہوں گے، ان پر شرابِ طہور کے جام گردش کر رہے ہوں گے اور یہ ایسی شراب ہوگی کہ عقل پر اثر انداز نہیں ہوگی اور پُرکیف ہوگی۔ اس کے بعد ''اصحابِ یمین'' کے لیے مزید نعمتوں کا ذکر ہے اور پھر ''اصحاب الشمال'' (یعنی اللہ کے نافرمان لوگ) کے لیے عذاب کی مختلف صورتوں کا ذکر ہے، ان میں سے ایک یہ کہ ان کی خوراک ''زقوم'' (تھوہر کے درخت) سے ہوگی، (اس درخت کا پھل انتہائی کڑوا ہے)، اس سے وہ پیٹ بھریں گے اور اس پر کھولتا ہوا پانی پئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ بتاؤ کہ جو کچھ تم کاشت کرتے ہو، اس کو (درحقیقت) تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں، اگر ہم چاہیں تو اسے چورہ چورہ کر کے رکھ دیں، پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم پر تو تاوان پڑ گیا، بلکہ ہم تو محروم ہو گئے''۔

آیت نمبر: 77 سے قرآن عظیم کا ذکر ہے کہ یہ کتاب لوحِ محفوظ میں ہے اور اس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔

آیت نمبر: 83 سے روح کے نکلتے وقت مرنے والے اور قریب لوگوں کی بے بسی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: تم اس روح کو لوٹاتے کیوں نہیں اگر تم سچے ہو، یعنی اثبات صرف اللہ تعالیٰ کی سلطنت کو ہے۔

سورۃ الحدید

اس سورت کی آیت نمبر: 25 میں حدید (لوہے) کا ذکر ہے، اس لیے اس کا نام الحدید رکھا گیا۔ ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے یہ سورت 57 ویں جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 95 ویں سورت ہے۔

اس سورت کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر اپنی آیاتِ قدرت کا ذکر فرمایا۔

آیت نمبر: 7 میں انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی ہے اور تحسین کی گئی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام کے مابین درجاتِ فضیلت میں مختلف مدارج بیان کئے ہیں، ایک طبقۂ صحابہ وہ تھا جو اعلانِ نبوت کے فوراً بعد ایمان لائے، پھر ایک سنگِ میل وہ ہے کہ مسلمانوں کی تعداد چالیس تھی، پھر ایک سنگِ میل ہجرت ہے کہ ہجرت سے پہلے اور بعد میں ایمان لانے والے، پھر ایک سنگِ میل غزوۂ بدر ہے، اہلِ بدر کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت کا اعلان فرمایا، ایک سنگِ میل صلحِ حدیبیہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر موجود تمام صحابۂ کرام کو اپنی رضامندی کی سند عطا فرمائی اور پھر ایک سنگِ میل فتح مکہ ہے جس کا اس سورت کی آیت نمبر: 10 میں ذکر ہوا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(اے مسلمانو!) تم میں سے کوئی بھی ان کے برابر نہیں ہو سکتا جنہوں نے فتحِ (مکہ) سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور (کافروں سے) جہاد کیا، ان سب کا (ان مسلمانوں سے) بہت بڑا درجہ ہے، جنہوں نے (فتح مکہ) کے بعد (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور (کافروں سے) جہاد کیا''۔

مگر اس باہمی فضیلت اور درجہ بندی سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کسی صحابی کے مرتبے کو

گرائے یا ان کی شان میں کوئی نازیبا کلمہ کہے یا ان کے اخلاص اور ایمان میں کوئی شک کرے، اللہ تعالیٰ نے اس طرح کے فتنوں کا سدِّ باب کرنے کے لیے فرمایا: ''اور اللہ نے (اپنے رسول کے تمام صحابہ سے) اچھے انجام (یعنی جنت) کا وعدہ فرمایا ہے۔

آیت 12 میں فرمایا کہ میدانِ حشر میں مومنین اور مومنات کی امتیازی شان ہوگی اور ان کا نور ان کے سامنے اور ان کی دائیں جانب ضوفشاں ہوگا اور انہیں جنت کی بشارت دی جائے گی۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ: ''منافق مرد اور عورتیں مومنوں سے کہیں گے: تم ہماری طرف دیکھو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کریں، ان سے کہا جائے گا: تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر کوئی نور تلاش کرو، پھر ان کے درمیان ایک ایسی دیوار حائل کر دی جائے گی، جس میں دروازہ ہوگا اس کے اندرونی حصے میں رحمت ہوگی اور باہر کی جانب عذاب ہوگا''۔ وہ کہیں گے: ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے، وہ کہیں گے: تمہاری منافقت نے تمہیں یہ دن دکھائے ہیں۔

آیت نمبر: 16 میں فرمایا کہ کیا ابھی تک ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر اور حق کے لیے نرم ہو جائیں۔

آیت: 20 میں دنیا کے مال و دولت اور دنیا کی زیب و زینت کی ناپائیداری کو بیان کیا اور فرمایا اپنے رب کی مغفرت کی جانب دوڑے چلے آؤ اور اس جنت کی طرف پیش قدمی کرو، جس کی وسعت آسمان اور زمین کی مثل ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اس آیت میں جنت کی تنقیص کرنے والوں کا رد ہے۔

آیت: 25 میں فرمایا: ''بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو قوی دلائل کے ساتھ بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان (عدل) کو نازل فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں سخت قوت ہے اور انسانوں کے لیے فوائد''۔ قرآن مجید کی اس آیت کی حقانیت کی قوی دلیل یہ ہے کہ آج دنیا بھر میں سامانِ حرب کی تیاری اور دفاعی اور اقدامی جنگ کے لیے فولاد بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور تمام قدیم و جدید صنعتوں کی

اساس یہی ہے۔

آیت نمبر: 27 سے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں نے از خود رہبانیت کو ایجاد کرلیا تھا اور اس سے ان کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول تھا، پھر انہوں نے اس کی رعایت نہ کی جو رعایت کا حق تھا تو ہم نے ان میں سے ایمان والوں کو ان کا اجر وثواب عطا کر دیا اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔

آیت نمبر: 29 میں فرمایا کہ اہل کتاب اللہ تعالیٰ کے فضل پر قادر نہیں ہیں، فضل اسی کے ہاتھ میں ہے، وہ اس سے جس کو چاہے سرفراز فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:۲۸

اٹھائیسویں پارے کے مضامین

سورۃ المجادلہ

سورۃ المجادلہ مدنی سورت ہے۔ترتیب مصحف کے اعتبار سے 58ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 105ویں سورت ہے۔اس سورت کا نام ''المجادلہ'' اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

اس سورت کا پسِ منظر یہ ہے کہ ایک صحابیہ خولہ بنت ثعلبہ کے ساتھ ان کے شوہر اوس بن صامت نے ظِہار کر لیا تھا، ظِہار کے ذریعے زمانۂ جاہلیت میں بیوی شوہر پر حرام ہو جاتی تھی۔خولہ بنت ثعلبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا پہلے میں جوان تھی، حسین تھی اب میری عمر ڈھل چکی ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، انہیں شوہر کے پاس چھوڑتی ہوں تو ہلاک ہو جائیں گے اور میرے پاس کفالت کے لیے مال نہیں ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے کیوں کہ ابھی ظہار کا حکم نہیں آیا تھا، خولہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بحث وتکرار کرنے لگیں کہ میرے مسئلے کا حل کیا ہے اور اللہ سے فریاد کرنے لگیں۔اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدائی آیات میں بیان فرمایا: ''(اے رسول!) اللہ نے اس عورت کی بات سن لی، جو آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں بحث کر رہی تھی اور اللہ سے شکایت کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا، بے شک اللہ بہت سننے والا خوب دیکھنے والا ہے''۔چنانچہ خولہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے نزول کا سبب بنیں، ایک بار حضرت عمر فاروق سواری پر آ رہے تھے کہ خولہ نے انہیں روک لیا اور باتیں کرنے لگیں کسی نے کہا: امیر المومنین اس بڑھیا کی خاطر آپ اتنی دیر سے رکے ہوئے ہیں، انہوں نے فرمایا میں زمین پر اس کی بات کیوں نہ سنوں جس کی فریاد کو اللہ نے آسمانوں پر سن لیا۔اس

کے بعد اسلام میں ظِہار کا حکم نازل ہوا کہ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظِہار کرلیں اور پھر رجوع کرنا چاہیں تو ان کا کفارہ بیوی سے قربت سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے اور جسے اس کی استطاعت نہ ہو، اُس کے لیے دو مہینے کے لگا تار روزے رکھنا ہے اور جو یہ نہ کرسکے تو اسے ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانا ہے، ظِہار یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: ''تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے'' یا بیوی کے کسی عضو کو اپنی ماں کے عضو سے تشبیہ دے تو اس سے ظِہار ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو صرف اتنا کہے کہ تو میری ماں ہے یا بہن ہے تو اگرچہ یہ قولِ ناپسندیدہ ہے، مگر اس سے کوئی چیز لازم نہیں آتی، یعنی اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی۔

آیت:9 سے معصیت پر مبنی سرگوشیوں سے منع کیا گیا ہے اور آیت:11 میں آدابِ مجلس بیان کئے گئے اور اہلِ علم کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر:22 میں فرمایا: بے شک جو لوگ اللہ پر اور قیامت پر یقین رکھتے ہیں، آپ ان کو ایسا نہیں پائیں گے کہ وہ ان سے محبت رکھیں جو اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے رشتہ دار ہوں ، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان رکھ دیا ہے اور اپنی طرف سے ان کی مدد فرمائی اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں، سنو بے شک اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔ آخری آیت میں یہ بھی فرمایا کہ مومنِ صادق اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی نہیں کرسکتا، خواہ وہ اس کے ماں باپ یا اولاد یا بہن بھائی یا خاندان کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔

سورۃ الحشر

سورۃ الحشر مدنی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 59 ویں جب کہ ترتیبِ نزول کے اعتبار سے 98 ویں سورت ہے۔ اس سورت کا نام الحشر اس لیے ہے کہ حشر کا معنی

ہے: اکٹھا کرنا اور بنونضیر کو اکٹھا کر کے مدینے سے نکالا گیا اور پھر خیبر اور شام کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔

بنونضیر مدینہ کے ایک بڑے محلہ میں آباد تھے، یہ وہاں بڑے قوت والے تھے، اسی گھمنڈ میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کیے گئے معاہدے کی خلاف ورزی کی اور آپ کو قتل کرنے کی سازش کی، اس کے نتیجے میں ان کو مدینہ بدر کر دیا گیا اور ان کے گھروں، زمینوں اور اموال پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

آیت نمبر 7 سے اموال فیٔ کا اور اس کے مصارف کا ذکر ہے یعنی وہ امول جو بغیر کسی جنگ کے مسلمانوں کو حاصل ہوں اموال فیٔ کہلاتے ہیں اور یہ اموال وقف ہوتے ہیں۔

اس سورت کی آیت: 9 میں ایک واقعے کے پسِ منظر میں بیان ہوا کہ اہلِ ایمان خود حاجت مند ہونے کے باوجود ایثار و قربانی کا پیکر بن کر دوسروں کی حاجات پوری کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

آیت: 10 میں اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن مہاجرین وانصار صحابۂ کرام کا مدح کے انداز میں ذکر فرمانے کے بعد فرمایا کہ بعد میں آنے والے اپنے سابق اہلِ ایمان بھائیوں کے لیے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں اور یہ آیت ایصالِ ثواب کی اصل ہے۔آیت نمبر: 11 منافقین کی سازش، جھوٹ اور بزدلی کا بیان ہے۔

آیت نمبر: 18 میں اللہ سے ڈرنے اور قیامت کے لیے آگے کچھ بھیجنے کا ذکر فرمایا۔

آیت: 21 میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی جلالت وہیبت کو بیان فرمایا کہ اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے اور (اسے عقل وشعور کی نعمت عطا کرتے تو) تو اے انسان! تو دیکھتا کہ وہ پہاڑ (قرآن کی ہیبت سے) جھکا ہوا ہوتا اور اللہ کے خوف سے پاش پاش ہو جاتا۔اس سورت کی آخری آیات وہ ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے متعدد اسماءِ صفات کو یکجا بیان کیا گیا ہے کہ صرف وہی مستحق عبادت ہے، ہر ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے، اَلرَّحْمٰن اَلرَّحِیْم ہے اور پھر مزید صفات بیان ہوئیں: اَلْمَلِكُ (بادشاہ)، اَلْقُدُّوْس (نہایت

پاک)، اَلسَّلَامُ (ہر نقص اور کمزوری سے محفوظ)،اَلْمُؤْمِنُ (امان عطا کرنے والا)، اَلْمُهَيْمِنُ (نگہبان)،اَلْعَزِيْزُ (نہایت غالب)،اَلْجَبَّارُ (نہایت عظمت والا)، اَلْمُتَكَبِّرُ (کبریائی والا)، سُبْحَان (نہایت بے عیب) اَلْخَالِقُ ،اَلْبَارِئُ (ایجاد فرمانے والا)، اَلْمُصَوِّرُ (صورت بنانے والا)،اَلْحَكِيْمُ (بڑی حکمت والا)اور فرمایا کہ تمام اچھے نام اسی کے لیے ہیں۔

سورۃ الممتحنہ

سورۃ الممتحنہ مدنی سورت ہے۔اس سورت میں مکہ سے ہجرت کر کے آنے والی مومن خواتین کا امتحان لینے کا ذکر ہے،اس لیے اس کا نام اَلْمُمْتَحِنَه رکھا گیا۔

ترتیب مصحف کے اعتبار سے 60ویں جب کہ ترتیب نزولی کے اعتبار سے 92ویں سورت ہے۔

اس سورت میں اہلِ ایمان کو دشمنانِ خدا اور دشمنانِ اسلام کی دوستی سے منع کیا گیا ہے۔البتہ یہ فرمایا کہ جنھوں نے تم سے دین کے معاملے میں قتال نہیں کیا اور تمھیں جلاوطن نہیں کیا تو ان سے نیکی کرنے اور انصاف کرنے سے اللہ نہیں روکتا،لیکن جنھوں نے دین کے معاملے میں مسلمانوں سے قتال کیا ہے اور انہیں جلاوطن کیا ہے یا اس سلسلے میں مسلمانوں کے دشمنوں کی مدد کی ہے تو اللہ ان کی دوستی سے منع فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ ان سے دوستی کرنے والے ظالم ہیں۔

آیت نمبر:10 میں ہجرت کر کے آنے والی مومن عورتوں کے بارے میں مومنین سے فرمایا کہ ان کے ایمان کا یقین ہونے کے بعد کفار کی طرف مت لوٹاؤ اور فرمایا کہ مومن عورتیں کافروں کے لیے حلال ہیں نہ کافر مرد مسلمان عورتوں کے لیے۔نیز فرمایا کہ مسلمان بھی کافر عورتوں کو اپنے پاس نہ روکیں۔

آیت:12 میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا کہ اگر مومنات صحابیات آپ سے ایک طے شدہ دستور اور منشور پر بیعت کرنا چاہیں تو ان کی بیعت قبول کیجئے اور ان کے لیے

اللہ سے استغفار کیجیے، وہ منشور یہ ہے کہ: وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی، (افلاس کے خوف سے) اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، بے اصل بہتان ترازی نہیں کریں گی اور کسی بھی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔ حدیث پاک میں ہے کہ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابۂ کرام سے فرماتے کہ اگر تم بھی بیعت مومنات کرنا چاہو تو آؤ کرو۔

سورۃ الصّف

سورۃ الصّف مدنی سورت ہے،اس سورت کا نام اس کی چوتھی آیت سے ماخوذ ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 61ویں جب کہ ترتیب نزولی کے اعتبار سے 108ویں سورت ہے۔

اس سورت کے شروع میں قول وفعل کے تضاد سے منع کیا گیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے ناراض ہوتا ہے، جن کے قول وفعل میں تضاد ہے۔ مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ ان مجاہدین کو پسند فرماتا ہے، جو اس کی راہ میں صف بستہ قتال کرتے ہیں، جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

آیت نمبر:6 میں فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس (عظیم) رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا، اس کا نام احمد ہے۔

آیت نمبر:8 سے فرمایا کہ دشمنان دین چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے (پھونکیں مار کر) بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

آیت:9 میں بتایا کہ اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اس لیے بھیجا ہے کہ اسے تمام باطل ادیان پر غالب کرے، خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

آیت:10 سے مسلمانوں کو اللہ کے ساتھ ایک تجارت کی ترغیب دی گئی اور اس پر اجرِ

عظیم کی بشارت دی گئی اور وہ تجارت یہ ہے کہ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔

سورت کے آخر میں فرمایا: بنی اسرائیل کی ایک جماعت تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی اور دوسری جماعت نے کفر کیا، پس ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کی تو مومن (کافروں پر) غالب آ گئے۔

سورۃ الجمعۃ

سورۃ الجمعہ مدنی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 62 ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 106 ویں سورت ہے۔ اس سورت کی آیت نمبر: 9 میں نمازِ جمعہ کا ذکر ہے، اس لیے اس سورت کا نام ''الجمعہ'' رکھا۔

اس سورت کے شروع میں بعثت رسول کے مقاصد کو بیان کیا گیا، یعنی تلاوتِ آیاتِ الٰہی، تزکیۂ باطن اور کتاب وحکمت کی تعلیم۔ اور فرمایا: جن لوگوں کو تورات دی گئی اور انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا، ان کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے۔ اس کے بعد یہود کا ذکر ہوا اور انہیں دعوت دی گئی کہ اگر تمہارا دعویٰ سچا ہے کہ تمام لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی اللہ کے دوست ہو تو اگر تم اس دعوے میں سچے ہو تو موت کی تمنا کرو، کیوں کہ مُحِبّ اپنے محبوب سے جلد از جلد ملنا چاہتا ہے اور پھر قرآن نے پیش گوئی کی کہ اپنے ناروا کرتوتوں کے سبب یہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے۔

اس سورت کی آیت نمبر: 8 میں موت سے مفر نہ ہونے کا بیان فرمایا۔

اس سورت کے دوسرے رکوع میں نماز جمعہ کی فرضیت کا حکم نازل ہوا کہ جب نماز جمعہ کے لیے ندا دی جائے تو سب کام کاج چھوڑ کر نماز کے لیے دوڑے چلے آؤ اور کاروبار چھوڑ دو، جب نماز ادا کر چکو تو وسائل رزق کو تلاش کرو۔ حدیث پاک میں فرمایا کہ جو شخص سستی کی بنا پر تین جمعے چھوڑ دے، تو اللہ اس کے دل پر مہر لگا دے گا اور ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے برسرِ منبر فرمایا کہ لوگ جمعہ ترک کرنے کی روش سے باز آ جائیں، ورنہ (اس

نافرمانی کی پاداش میں) اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور وہ غافل ہو جائیں گے۔

سورۃ المنافقون

سورۃ المنافقون مدنی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 63 ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 102 ویں سورت ہے۔ اس کی پہلی آیت میں لفظ ''اَلْمُنٰفِقُوْن'' مذکور ہونے کی وجہ سے اس کا نام ''اَلْمُنٰفِقُوْن'' رکھا گیا۔

اس سورت کی ابتدا میں منافقین کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی زبانی اقرار اور باطنی کفر جھوٹی قسموں کو ڈھال بنانے پر ان کے کفر کے سبب ان کے دلوں پر مہر لگنے اور ان کے دشمن اسلام ہونے اور ان سے خبردار ہونے کا بیان فرمایا۔ آیت نمبر 8 میں رئیس المنافقین کی ہرزہ سرائی کے جواب میں فرمایا کہ عزت تو صرف اللہ اس کے رسول اور مومنوں کے لیے ہے۔

اس سورت کے دوسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو فرمایا کہ مال اور اولاد (کی محبت) تمھیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردے اور فرمایا کہ ہم نے تمھیں جو مال عطا کیا ہے، موت سر پر آنے سے پہلے اسے دین کی راہ میں خرچ کرو، ورنہ فرشتۂ اجل کو دیکھ کر ہر ایک کہے گا کہ مجھے تھوڑی سی مہلتِ حیات مل جائے کہ میں صدقہ کروں اور نیکو کاروں میں سے ہو جاؤں۔ اللہ نے فرمایا کہ موت کا مقررہ وقت آنے پر کسی کو ایک سانس کی بھی مہلت نہیں ملے گی۔

سورۃ التغابن

سورۃ التغابن مدنی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 64 ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 107 ویں سورت ہے۔

آیت نمبر: 9 میں ''اَلتَّغَابُنُ'' کا لفظ مذکور ہونے کی وجہ سے ''اَلتَّغَابُنُ'' سے موسوم کیا گیا۔ اس سورت کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے کے بعد اس کی ملک، حمد، قدرت،

خالقیت، مصوری، ظاہر و مستور ہر چیز اور سینوں کے رازوں کے عالم ہونے کا بیان ہے۔

آیت نمبر:9 میں قیامت کو کفار کے لیے نقصان اور دخولِ نار اور مومنین صالحین کے لیے دخولِ جنت کا دن فرمایا۔

آیت:14 میں اہلِ ایمان کو فرمایا کہ ''تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں، سو ان سے ہوشیار رہو''، یعنی بعض اوقات اہل وعیال کی محبت کے غلبے اور ان کی جائز و ناجائز فرمائشوں اور خواہشات کی تکمیل کے لیے انسان دین سے دور ہوجاتا ہے اور جہاد سے قدم روک لیتا ہے۔

آیت نمبر:16 میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے، سننے، اطاعت کرنے اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے اور بخل سے بچنے والوں کو اخروی فلاح پانے والے قرار دے رہے ہیں۔

سورۃ الطلاق

سورۃ الطلاق مدنی سورت ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں طلاق دینے اور طلاق کی عدت کا ذکر ہے، اس لیے اس کا نام ''اَلطَّلَاق'' رکھا گیا۔ ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے 65ویں جب کہ نزول کے اعتبار سے 96ویں ہے۔

اس سورت کے شروع میں فرمایا کہ جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو، ان کی عدت کا وقت (شروع ہونے سے پہلے طہر میں) انہیں طلاق دو۔ یعنی طلاق کے بعد عدت کا حساب رکھنا اور پورا کرنا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں مختلف احوال کی مناسبت سے عدت کے احکام بیان کیے گئے ہیں، جو یہ ہیں:

(۱) جس عورت کو ماہواری (Menses) آتی ہو، اس کی عدت اِس کے تین دورانیے ہے اور طلاق پاکی کے اس دورانیے میں دینی چاہئے کہ جس میں شوہر نے عورت سے قربت نہ کی ہو۔

(۲) جس عورت کو ماہواری نہ آتی ہو، اس کی عدت تین مہینے ہے، قرآن میں ایسی عورت کو ''ائِسَہ'' کہا ہے۔

(۳) حاملہ عورت کو طلاق دے دی جائے، تو بچہ پیدا ہوتے ہی اس کی عدت ختم ہوجاتی ہے، خواہ مدت کم ہو یا زیادہ۔

(۴) وہ عورت جس سے نکاح ہوا ہو، لیکن رخصتی عمل میں نہ آئی ہو اور خَلوت (Privacy) بھی نہ ہوئی ہو، تو اس پر کوئی عدت نہیں ہے، طلاق دیتے ہی وہ نکاح سے خارج ہوجائے گی اور اپنی آزادانہ مرضی سے کسی کے ساتھ بھی نکاح کرنے کے لیے آزاد ہوگی۔

(۵) جس عورت کا شوہر وفات پا گیا ہو، اس کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے، عدت وفات ہر صورت میں لازم ہوگی، خواہ رخصتی عمل میں آئی ہو یا نہ آئی ہو۔ حاملہ عورت کا شوہر وفات پا گیا ہو، تو اس کے حق میں حاملہ والی عدت بھی مؤثر ہے، خواہ اس کا دورانیہ عدت وفات سے کم ہو یا زیادہ۔ قرآن نے یہ بھی فرمایا کہ طلاقِ رجعی کی صورت میں عدت کی تکمیل سے پہلے بھلائی کے ساتھ یعنی نیک ارادے سے رجوع کرلو یا دستور کے مطابق جدا کردو اور رجوع کی صورت میں دو گواہ مقرر کرلو، یہ حکم ایجابی (Compulsory) نہیں ہے، استحبابی (Appreciadle) ہے۔ قرآن نے یہ بھی حکم دیا کہ مطلقہ عورتوں کو عدت کے دوران اپنی حیثیت کے مطابق نان نفقہ دو اور انہیں تنگ نہ کرو اور اگر وہ حاملہ ہیں تو وضعِ حمل (Delivery) تک ان کو نان نفقہ اور رہائش دو اور اگر وہ وضعِ حمل کے بعد بچے کی پرورش کرنے اور دودھ پلانے پر آمادہ ہوں تو انہیں اجرت بھی دو اور یہ تمام مصارف صاحبِ حیثیت اپنی حیثیت کے مطابق ادا کرے اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق کرے۔

سورۃ التحریم

سورۃ التحریم مدنی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 66ویں جب کہ ترتیب نزول کے لحاظ سے 105ویں سورت ہے۔

اس سورت کا نام ''التحریم'' ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شہد کو اپنے اوپر حرام

کرلیا تھا جو اس سورت کی پہلی آیت میں مذکور ہے۔

اس سورت کے شروع میں بیان ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض وجوہ سے شہد نہ کھانے کی قسم فرمالی تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کفارہ ادا کر کے قسم توڑ دیں۔ ازواجِ رسول کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں طلاق دے دی، تو عنقریب ان کا رب ان کو تمہارے بدلے میں تم سے بہتر بیویاں دے دے گا، جو فرمانبردار، ایمان دار، اطاعت گزار، توبہ کرنے کرنے والیاں، عبادت گزار، روزے دار، شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں گی۔ ظاہر ہے کہ اس کی نوبت نہیں آئی تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ازواجِ مطہرات طیبات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے اللہ کے رسول کو دل وجان سے راضی رکھا۔

آیت :6 میں مسلمانوں کو حکم ہوا کہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

آیت :8 میں خالص توبہ کا حکم ہوا اور اس پر گناہوں کی معافی اور جنت کی بشارت دی گئی۔

آیت :9 میں محارب کفار سے جہاد کا حکم فرمایا۔

آیت :10 میں حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں کا ذکر ہوا کہ کفر کے سبب قربِ نبی سے بھی ان کو کوئی فائدہ نہ ہوا، بعد کی آیت میں آسیہ زوجہ فرعون کا ذکر ہوا کہ ایمان کے سبب کافر کا قرب ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا۔ اس کے بعد حضرت مریم علیہا السلام کی پاکدامنی اور اطاعت گزاری کا ذکر ہوا۔

آخر سورت میں حضرت آسیہ زوجہ فرعون کے ذکر کے ذریعے مومن خواتین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر راہِ حق میں انہیں مظالم برداشت کرنا پڑیں تو وہ حضرت آسیہ سے سبق سیکھیں۔

اسی طرح حضرت سیدہ مریم کی پاک دامنی اطاعت شعاری اور احکام شرع کی تصدیق کا بیان کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مردوں میں بہت کامل ہیں اور عورتوں میں صرف چار کاملہ ہیں: آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون، مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد اور

فاطمہ بنت محمد اور عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسی ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر، (سنن ترمذی)۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:۲۹

اُنتیسویں پارے کے مضامین

سورۃ الملک

سورۃ الملک مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 67 ویں جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 76 ویں سورت ہے۔ اس سورت کی پہلی آیت میں الملک کا لفظ مذکور ہونے کی وجہ سے اس کا نام سورۃ الملک رکھا گیا۔

حدیث پاک میں سورۃ الملک کی بڑی برکات بیان کی گئی ہیں، اسے ''المنجیه'' (نجات دینے والی) اور ''الواقیه'' (حفاظت کرنے والی) کہا گیا، اس سورت کی تلاوت عذابِ قبر میں تخفیف اور نجات کا باعث ہے، اس کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے موت وحیات کی حکمت بیان فرمائی کہ اس کا مقصد بندوں کی آزمائش ہے کہ کون عمل کے میزان پر سب سے بہتر ثابت ہوتا ہے۔ اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے سات آسمانوں کی تخلیق کو اپنی قدرت کی نشانی قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی تخلیق میں تمہیں کوئی عیب یا نقص نظر نہیں آئے گا، ایک بار پھر نظر پلٹ کر دیکھ لو، کیا اس میں تمہیں کوئی شگاف نظر آتا ہے، پھر بار بار نظر اٹھا کر دیکھ لو (اللہ کی تخلیق میں کوئی عیب یا جھول تلاش کرنے میں) تمہاری نظر تھک ہار کر ناکام پلٹ آئے گی۔ آسمانِ اول کے نیچے لاتعداد چمکتے تاروں کو اللہ نے قمقموں سے تعبیر فرمایا۔

آیت نمبر 8 سے کفار اور جہنم کے محافظ کے درمیان جو مکالمہ ہوگا اس کا بیان، ان کے اعتراف جرم اور عذابِ جہنم جب کہ مومنین کے لیے مغفرت اور بڑے اجر کا بیان ہے۔

آیت: 19 میں اللہ نے فرمایا: کیا انہوں نے اپنے اوپر (کبھی) پر پھیلائے اور (کبھی) پر سمیٹے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھا، اِن کو (فضا میں) رحمٰن کے سوا کوئی نہیں روک سکتا۔

آیت :20 سے اللہ کے مدد کرنے اور رزق عطا فرمانے کا بیان ہے۔

آیت :23 میں فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں عطا کیں، (مگر) کم بندے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں۔

آخری آیت میں فرمایا: آپ کہیے: بھلا یہ بتاؤ اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں اتر جائے تو تمہارے پاس بہتا ہوا پانی کون لا کر دے گا۔

سورۃ القلم

سورۃ القلم مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 68 ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر دوسرا ہے۔ سورت کی ابتدائی آیت میں لفظ القلم کا مذکور ہونا اس کی وجہ تسمیہ ہے۔

اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے قلم اور کارکنانِ قضاوقدر کے نوشتوں کی قسم فرما کر کفار کے الزامات سے اپنے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع فرمایا کہ اپنے رب کے فضل سے آپ مجنون نہیں ہیں اور آپ کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے اور آپ اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں، عنقریب آپ دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون مجنون تھا۔ عام اصول یہ ہے کہ جس پر الزام ہو، وہ اپنی صفائی پیش کرتا ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز عطا فرمایا کہ آپ پر کفار و مشرکین کی جانب سے جو الزام لگائے جاتے رہے، اللہ تعالیٰ نے آیاتِ قرآنی میں ان کا رد فرمایا۔

ولید بن مغیرہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں نازیبا کلمات کے رد میں اللہ تعالیٰ نے اس کے نو قبیح اوصاف گنوا کر بیان فرمائے۔

آیت :4 میں اخلاقِ مصطفیٰ کی عظمتوں کا بیان ہے اور یہ عظمت مخلوق کے پیمانے سے نہیں، خالق عزوجل کے پیمانے سے ہے۔ ''علیٰ'' کا کلمہ عربی میں استعلا یعنی کسی چیز پر کمانڈنگ پوزیشن کو ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار کو اخلاق کے رائج پیمانوں سے نہیں ناپا جائے گا بلکہ جو کردار آپ کی ذات کا حصہ

بن جائے وہی عظیم قرار پائے گا۔

آیت :8 سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا کہ کفار چاہتے ہیں کہ دین کے معاملے میں آپ ان سے بے جا رعایت برتیں تا کہ وہ بھی جواب میں رعایت کریں، ایسا نہیں ہوسکتا، حق پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوسکتا اور اس کے بعد ایک دشمنِ رسول (مفسرین کے مطابق یہ ولید بن مغیرہ ہے) کے نو قبیح اوصاف بیان کئے گئے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دل آزاری کرنے والا کتنا ناپسند ہے۔

آیت :17 سے ان باغ والوں کا ذکر ہے جنہوں نے پھل کاٹنے کے ارادے میں ان شاء اللہ نہ کہا، اور اللہ کی تسبیح سے غافل رہے اور مسکینوں کو ان کا حصہ دینے سے بخل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے باغ کو تباہ کر دیا، اس کے بعد ان کے پچھتاوے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا ذکر ہے۔

اس سورت کی آخری آیت کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت کو پڑھ کر دم کیا جائے تو نظرِ بد کا ازالہ ہوجاتا ہے۔

سورۃ الحاقہ

سورۃ الحاقہ مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 69 ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 77 ویں ہے۔اس سورت کو الحاقہ کے سوال کے ساتھ شروع کیا گیا ہے، اس لیے اس کا نام الحاقہ رکھا گیا ہے۔

اس سورت کے شروع میں قیامت کے حق اور یقینی ہونے کو بیان کیا گیا ہے، پھر قومِ ثمود و عاد اور فرعون پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر ہے، یہ مضامین قرآن مجید میں کئی جگہ بیان ہوئے ہیں۔

آیت نمبر:13 سے صور پھونکے جانے ،زمین اور پہاڑوں کے اٹھا لیے جانے اور ضرب سے ریزہ ریزہ کر دیے جانے، آسمان کے پھٹنے اور کمزور ہونے اور آٹھ فرشتوں کا اللہ کے عرش کو اٹھانے کا بیان ہے۔

آیت :19 سے بتایا کہ قیامت میں جس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، یہ اس کے سرخ رو ہونے کی علامت ہوگی اور وہ افتخار کے ساتھ لوگوں سے کہے گا آؤ میرا نامۂ اعمال پڑھو۔ اس کے برعکس جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، یہ اس کی رسوائی کی علامت ہوگی اور وہ کہے گا کہ کاش مجھے میرا نامۂ اعمال دیا ہی نہ جاتا اور موت کے ساتھ ہی میرا قصہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا ہوتا۔ انہی آیات میں صالحین کے لیے جنت کی نعمتیں اور منکرین کے لیے اخروی عذاب کا بیان ہے۔

آیت نمبر :40 میں فرمایا کہ قرآن نہ کسی شاعر کا بیان ہے اور نہ کسی کاہن کا کلام، یہ صرف اللہ کا کلام ہے۔

سورۃ المعارج

سورۃ المعارج مکی سورت ہے، اس سورت کی آیت نمبر 3 میں معارج کا لفظ مذکور ہے اور یہی اس کی وجہ تسمیہ ہے۔ مصحف کی ترتیب کے لحاظ سے اس کا نمبر 70 واں جب کہ ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر 77 واں ہے۔

اس سورت کے شروع میں عذابِ قیامت کا ایک بار پھر بیان ہے کہ حشر کا ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا، پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے اور کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا، اس وقت مجرم یہ تمنا کرے گا کہ بیوی، بھائی، رشتے دار اور تمام اہل زمین سب کو اپنا فدیہ دے کر جان چھڑا لے۔

آیت نمبر :19 سے انسان کی کم حوصلگی، مصیبت کے وقت گھبرا جانے اور نفع پہنچنے کی صورت میں بخل کرنے کا ذکر ہے۔

اس سورت میں اہلِ حق، ان کی اعلیٰ صفات اور اُخروی جزا کا بیان ہے۔

سورۂ نوح

سورۂ نوح مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 71 واں جب کہ ترتیب نزول

کے اعتبار سے اس کا نمبر 72 ہے، اس سورت کی آیت 1 میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہے، اس لیے اس کا نام نوح رکھا گیا۔

اس سورت کے شروع میں حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کی طرف مبعوث ہونے، قوم کو اللہ کی عبادت کی دعوت دینے اور گناہوں کو چھوڑنے کا ذکر فرمایا۔

حضرت نوح علیہ السلام اللہ کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہیں کہ میں نے اپنی قوم کو شب وروز دعوتِ حق دی، مگر ان کی سرکشی میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ اور جب بھی میں انہیں دعوتِ حق دیتا تو وہ قبولِ حق سے انکار کے لیے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے اور ضد اور تکبر میں اپنے آپ کو کپڑوں سے ڈھانپ لیتے، میں نے ان سے کہا: تم اپنے رب سے استغفار کرو، وہ بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہے، وہ تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا اور مالوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا۔ جب نوح علیہ السلام جماعتِ انبیاء میں طویل ترین عرصۂ تبلیغ گزارنے کے بعد قوم کے ایمان سے مایوس ہوئے تو انہوں نے ان کے لیے دعاءِ عذاب کی کہ اے اللہ ان کا نام ونشان مٹا دے اور اسی موقع پر اپنے لیے، اپنے والدین کے لیے اور جملہ مومنین اور مومنات کے دعاءِ مغفرت فرمائی۔

سورۃ الجن

سورۃ الجن مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 72 واں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 48 ہے۔ جنات کی ایک جماعت کا پہلی آیت میں قرآن مجید سننے کا ذکر ہے، اس لیے اس سورت کو ''الجن'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔

اس سورت میں اس امر کا بیان ہوا کہ جنات عالَم بالا میں خبروں کی سن گن لینے کے لیے جایا کرتے تھے، مگر اب وہ وقت آ گیا تھا کہ عالَم بالا میں ان کا داخلہ بند ہو گیا اور جو بھی جاتا محافظ ان کا راستہ روک لیتے اور آگ کے گولے ان پر برسائے جاتے۔ جنات نے مشورہ کیا کہ پورے روئے زمین کا جائزہ لے کر دیکھیں کہ آخر یہ سارا منظر کیوں تبدیل ہو گیا، ضرور کوئی بڑی تبدیلی آئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ان کی ایک

جماعت تہامہ (مکہ) کی طرف گئی اور وہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عکاظ کے بازار میں اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، جب انہوں نے قرآن کو سنا تو کہا یہی وہ چیز ہے جو ہمارے اور آسمان کے درمیان حائل ہوگئی ہے اور پھر انہوں نے جا کر اپنی قوم کو بتایا کہ ہم نے عجب قرآن سنا ہے جو راہِ ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے، ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہر گز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے، بے شک ہمارے رب کی شان بلند ہے اور اس کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ بیٹا۔ انہوں نے کہا کہ ہم میں سے کچھ اطاعت گزار ہیں اور کچھ سرکش ہیں اور جنات کا سرکش گروہ جہنم کا ایندھن بنے گا۔ عربی میں ''ج ن ن'' سے جو بھی کلمات بنتے ہیں، ان میں ستر اور پوشیدگی کے معنی پائے جاتے ہیں، اسی معنی میں ''جن'' ہے کہ وہ ہماری نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں، گھنے باغ کو کہ زمین درختوں کی کثرت سے چھپ جائے ''جنت'' کہتے ہیں، سینے میں پوشیدہ دل کو ''جنان'' کہتے ہیں، رحم میں بچے کو ''جنین'' کہتے ہیں، ڈھال کو ''جُنہ'' کہتے ہیں وغیرہ۔

آیت:26 میں فرمایا ''وہ ہر غیب کا جاننے والا ہے، سو وہ اپنے ہر غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا، ماسوا ان کے جن کو اس نے پسند فرمالیا ہے، جو اس کے (سب) رسول ہیں''، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔

سورۃ المزمل

سورۃ المزمل مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 73 ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر 3 ہے، اس سورت کا نام ''المزمل'' اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

اس سورت میں محبت کے انداز میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی ایک خاص ادا کے ساتھ مخاطب فرمایا کہ ''اے چادر اوڑھنے والے''، اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''قیام اللیل'' کا بیان فرمایا، قرآن کے اندازِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ساری ساری رات قیام فرماتے تھے، تو اللہ نے فرمایا: آپ رات کو نماز میں قیام کریں، مگر

تھوڑا، آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر لیں یا اس پر کچھ اضافہ کر دیں اور قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔ یہ بھی فرمایا کہ: رات کو اٹھنا نفس پر سخت بھاری ہے اور کلام کو درست رکھنے والا ہے۔ نیز فرمایا آپ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہیں اور سب سے منقطع ہو کر اسی کے ہو رہیں۔

آیت نمبر: 17 میں قیامت کی ہولناکی کا بیان فرمایا کہ وہ بچوں کو بوڑھا کر دے گی۔

دوسرے رکوع میں پھر فرمایا کہ آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب قیام کرتے ہیں اور کبھی آدھی رات تک اور کبھی تہائی رات تک اور آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت بھی مصروفِ عبادت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تکرار کے ساتھ فرمایا کہ جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہیں، پڑھ لیا کریں۔ علماءِ کرام نے فرمایا کہ یہ تہجد کے بارے میں ہے اور آپ پر نمازِ تہجد فرض یا واجب تھی۔

آخر میں فرمایا کہ تم اپنی بھلائی کے لیے جو کچھ آگے بھیجو گے، اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس اس سے بہتر اور زیادہ ثواب میں پاؤ گے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہو بے شک اللہ بہت مغفرت فرمانے والا، بے حد رحم والا ہے۔

سورۃ المدثر

سورۃ المدثر مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 74 ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 4 ہے۔

اس سورت کے شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ''یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ'' سے خطاب فرمانے کی وجہ سے اس کا نام المدثر رکھا گیا۔

اس سورت میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو شانِ محبوبی کے ساتھ خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے چادر لپیٹنے والے، اٹھئے اور لوگوں کو اللہ کے عذاب ڈرایئے اور اپنے رب کی کبریائی کا اعلان کیجئے''۔

آیت نمبر: 39 میں اصحاب الیمین کی تعریف کی گئی ہے۔

آیت :42 میں فرمایا: جہنمیوں سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے جہنم میں جانے کا سبب کیا بنا، تو وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے، ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور ہم لغو کاموں میں مشغول رہتے تھے اور ہم قیامت کے دن کو جھٹلاتے تھے کہ موت سر پہ آ گئی ۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اہلِ ایمان اور جنت کے طلب گاروں کو جہنمیوں کی عادات سے بچنا چاہئے ۔

سورۃ القیامۃ

سورۃ القیامہ مکی سورت ہے ، اس سورت کا نام اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے ۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 75 ویں سورت ہے جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر 31 ہے ۔

ان لوگوں کے بارے میں جو آخرت کے منکر ہیں ، اللہ تعالیٰ نے قسم ذکر فرما کر ارشاد فرمایا: کیا انسان نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم مرنے کے بعد اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کریں گے ، کیوں نہیں ، ہم اس بات پر بھی قادر ہیں کہ ان کی انگلیوں کے پور جیسے پہلے تھے ، ویسے ہی بنا دیں ۔

آیت :16 سے فرمایا: (اے رسول!) وحیِ ربانی کو جلد یاد کرنے کے شوق میں آپ اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کیجئے ، اس قرآن کو جمع کرنا اور آپ کی زبان پر جاری کرنا ہمارے ذمۂ کرم پر ہے ، سو جب ہم (یعنی ہمارا بھیجا ہوا فرشتہ) پڑھ لیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں ، پھر اس کا (معنی) بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے ۔ سورت کے آخر میں آخرت کے احوال اور موت کے منظر کو بیان کیا گیا اور انسان کی پہلی بار پیدائش کی طرح دوبارہ زندہ کرنے کا ذکر فرمایا ۔

سورۃ الدھر

اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے کے متعلق اختلاف ہے ۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 76 واں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے بعض کے نزدیک 30 واں جب کہ بعض

کے نزدیک 98واں نمبر ہے۔اس کو "سُوْرَۃُ الْاِنْسَان" بھی کہتے ہیں، اس سورت کا نام اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

اس سورت کے شروع میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ہدایت دے کر ان کی آزمائش کی ہے، اس سورت میں انفاق فی سبیل اللہ، مسکین، یتیم اور اسیر (قیدی) کو کھانا کھلانے کی نیکی کو اپنے بندوں کے وصفِ کمال کے طور پر بیان کیا ہے۔اس سورت کی بیشتر آیات میں جنت کی نعمتوں کا ذکر ہے۔

آیت نمبر 3 میں فرمایا کہ ہم نے انسان کو سیدھا راستہ دکھا دیا، اب وہ چاہے شکر کرنے والا ہو یا ناشکرا۔

سورۃ المرسلات

سورۃ المرسلات مکی سورت ہے، اس سورت کی پہلی آیت کا پہلا لفظ "اَلْمُرْسَلَات" اس کی وجہ تسمیہ ہے۔ترتیب مصحف کے اعتبار سے 77ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر 33 ہے۔

اس سورت کے شروع میں آثارِ قیامت کا ذکر ہے اور بار بار تکرار کے ساتھ فرمایا کہ اس دن قیامت کو جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے اور آخر میں ایک بار پھر اہلِ تقویٰ کے لیے اجرِ آخرت اور اُخروی نعمتوں کی بشارت ہے۔

اس سورت کی آیت 15 میں مجرمین کے انجام کا ذکر فرمایا۔

آیت نمبر 29 سے جہنم کی ہولناکیوں کا ذکر فرمایا۔

آیت نمبر: 41 میں متقین کے لیے انعامات کا ذکر ہے۔

خلاصۂ تفسیر

پارہ:۳۰

تیسویں پارے کے مضامین

سورۃ النباء: ''نبا'' خبر کو کہتے ہیں، یہ مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 78 ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 80 ہے۔ اس سورت کے شروع میں فرمایا کہ لوگ ایک عظیم خبر کے متعلق، جس کے بارے میں یہ باہم اختلاف کررہے ہیں، ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں، یعنی قیامت کے وقوع اور حق ہونے کے بارے میں کچھ لوگوں کو اختلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا عنقریب قیامت برپا ہوگی تو انہیں معلوم ہوجائے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیوں کو بیان کرنے کے بعد آیت: 17 میں فرمایا کہ فیصلے کے دن کا وقت مقرر ہے اور پھر علاماتِ قیامت کا بیان فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ جہنم سرکشوں کا ٹھکانہ ہے، جس میں وہ مدت دراز تک رہیں گے، اس میں انہیں کھولتا ہوا پانی اور جہنمیوں کے زخموں کی پیپ کے سوا کوئی مشروب میسر نہیں ہوگا۔ آیت: 31 سے اہلِ تقویٰ کے لیے انعامات کا بیان کیا گیا ہے۔

آیت: 38 میں جبرائیل اور فرشتوں کے صف بستہ کھڑے ہونے اور اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کسی کی بات کرنے کی ہمت نہ ہونے کا بیان ہے۔ آخری آیت میں فرمایا کہ کافر کہے گا: کاش میں مٹی ہوجاتا۔

سورۃ النازعات:

اس سورت کی پہلی آیت کا پہلا لفظ ''وَالنّٰزِعَات'' ہے، اس لیے اس سورت کا نام ''وَالنّٰزِعَات'' رکھا گیا۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 79 ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 81 ہے۔ اس سورت میں یہ بتایا کہ موت کے فرشتے جہنمیوں کی روح نہایت سختی سے نکالتے ہیں اور اہلِ ایمان کی روح کو نہایت نرمی سے، اس کے بعد

فرشتوں کا ذکر ہے کہ جنہیں کارخانۂ قدرت کے معاملات کی تدبیر تفویض کی جاتی ہے، اس کے بعد ایک بار پھر قیامت کا ذکر ہے۔

آیت: 15 سے اس امر کا بیان ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کو دعوتِ حق دینے کے لیے بھیجا گیا اور اس نے ان کی تکذیب اور نافرمانی کی اور اپنے آپ کو ''ربِ اعلیٰ'' قرار دیا یعنی خدائی کا دعویٰ کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے عذاب دے کر درسِ عبرت بنا دیا۔ حیات بعد الموت کے منکرین کے اس اشکال کا جواب دیا کہ ایک بار مر جانے کے بعد دوبارہ کون زندہ کرے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کی تخلیق کا حوالہ دے کر فرمایا کہ دوبارہ پیدا کرنا دشوار ہے یا اتنے بڑے نظامِ کائنات کو جو تمہارے سامنے ہے، قائم کرنا۔ اس سورت میں یہ بھی بتایا کہ سرکشوں کا ٹھکانہ جہنم اور جن کے دلوں میں اللہ کا خوف ہے اور وہ نفس پرست نہیں ہیں، ان کا ٹھکانہ جنت ہوگا۔

آیت نمبر: 27 سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر دلائل نفسی اور دلائلِ خارجی سے استدلال فرمایا۔

سورۂ عبس:

مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 24ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 80 واں ہے۔ اس سورت کا پہلا لفظ ''عَبَسَ'' اس کی وجہ تسمیہ ہے۔ بارگاہِ رسالت میں رؤوسائے قریش حاضر تھے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو تبلیغ فرما رہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو سکھایا ہے، مجھے بھی اس میں سے سکھایئے، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مداخلت ناگوار گزری، یہ ناگواری فریضۂ تبلیغ میں بے جا مداخلت پر تھی اور بجا تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر بھی عبداللہ بن ام مکتوم کی دلجوئی فرماتے ہوئے اس سورۂ مبارکہ کا نزول فرمایا تاکہ دنیا کو پتا چل جائے کہ اس بارگاہ میں شکستہ دلوں اور سوختہ جگروں کا جو مقام ہے وہ کسی اور کی نہیں، اور جو لوگ اس سورۂ مبارکہ سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ عالیہ کی

تنقیص کرتے ہیں وہ محب اور محبوب کے درمیان رمز محبت سے ناواقف اور پرلے درجے کے کم فہم ہیں۔

اس سورت کے آخر میں قیامت کے نفسی نفسی کے منظر کو بیان کیا گیا ہے کہ دنیا میں ایک دوسرے پر جان چھڑکنے والے اور محبت کا دعویٰ کرنے والے دامن چھڑائیں گے، ایک شخص اپنے بھائی، ماں باپ، بیوی اور بیٹوں سے جان چھڑا کر بھاگے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سب کو اپنی پڑی ہوگی، کچھ کے چہرے روشن مسکراتے اور ہشاش بشاش ہوں گے اور کچھ کے چہرے غبار آلود ہوں گے اور ان پر سیاہی چھائی ہوگی۔

سورۃ التکویر:

سورۃ التکویر مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 81ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر 7 ہے، اس سورت کا نام التکویر ہے جو کہ ''کُوِّرَتْ'' کا مصدر ہے۔

اس سورت میں بھی علاماتِ قیامت کا ذکر ہے کہ سورج کی بساطِ نور کو لپیٹ دیا جائے گا، ستارے جھڑ جائیں گے، پہاڑ چلائے جائیں گے، دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی، یعنی دنیا کی مال و دولت کی قدر ختم ہوجائے، وحشی جانور جمع کئے جائیں گے، سمندر بڑھکائے جائیں گے، جانیں ایک بار پھر جسموں سے ملا دی جائی جائیں گی اور آگے چل کر فرمایا اعمال کے صحیفے پھیلا دیئے جائیں گے، دوزخ کو بھڑکایا جائے گا، جنت قریب کردی جائے گی اور ہر شخص جان لے گا کہ اس نے اپنی آخرت کے لیے کیا ذخیرہ عمل آگے بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر قرآن مجید اور رسالت محمدی کی حقانیت کا ذکر فرمایا ہے۔

سورۃ الانفطار:

سورۃ الانفطار مکی سورت ہے، ترتیب مصحف اور ترتیب نزول دونوں کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 82 واں ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں اس کا نام مذکور ہے۔

اس سورت میں تقریباً گزشتہ سورتوں کے مضامین یعنی آثار قیامت اور احوالِ قیامت

کا بیان ہے اور اس بات کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بندے کے نامۂ اعمال کو لکھنے کے لیے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں، جنہیں ''كِرَامًا كَاتِبِيْنَ'' (معزز لکھنے والے) کہا گیا ہے اور بندہ جو بھی عمل کرتا ہے وہ جانتے ہیں۔ نیکوکاروں کے نعمتوں میں ہونے اور بدکاروں کے دوزخ میں ہونے کا بیان ہے اور یہ کہ بروز قیامت کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا اور اس دن صرف اللہ کا حکم چلے گا۔

سورۃ المطفّفین:

سورۃ المطفّفین مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 83 واں جب کہ نزول کے اعتبار سے 86 واں نمبر ہے، تطفیف کے معنی ناپ تول میں کمی کرنے کے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے شدید عذاب ہے کہ جب وہ لوگ دوسروں سے لیتے ہیں، تو پورا پورا ناپ کر لیتے ہیں اور جب دوسروں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کمی کر دیتے ہیں، یعنی ڈنڈی مارتے ہیں۔

مزید فرمایا کہ کیا ان لوگوں کو قیامت پر یقین نہیں ہے، یہ بھی فرمایا کہ کافروں کا نامۂ اعمال ''سِجِّيْن'' میں ہے جو کہ مہر لگایا ہوا صحیفہ ہے، یہ لوگ قیامت کو جھٹلاتے ہیں اور آیاتِ الٰہی کو پچھلی قوموں کے قصے کہانیاں قرار دیتے ہیں، اللہ نے فرمایا کہ ان کے کرتوتوں کے سبب ان کے دل زنگ آلود ہو چکے ہیں اور یہ آخرت میں اپنے رب کے دیدار سے محروم رہیں گے۔

مزید فرمایا کہ نیکوکاروں کا صحیفۂ اعمال ''علیین'' میں ہوگا، یہ بھی ایک مہر بند (Seal Pack) صحیفہ ہے جس پر اللہ کے مقرب بندے گواہ ہیں۔ مزید فرمایا کہ نیکوکار جنت کی نعمتوں میں راحت میں ہوں گے، ان کے چہرے تروتازہ ہوں گے، ان کو مہر بند شرابِ طہور پلائی جائے گی، جس کی خوشبو مشک ہے۔

سورۃ الانشقاق:

سورۃ الانشقاق مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 84 جب کہ نزول کے

اعتبار سے 83 ویں سورت ہے۔اس سورت کی پہلی آیت میں ''انشقت'' کا لفظ ہے جس سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے۔اس سورت میں بھی آثار واحوالِ قیامت کا بیان ہے اور یہ کہ قیامت کے دن جن لوگوں کا صحیفۂ اعمال (Result Card) ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، ان کا اخروی حساب بہت آسان ہوگا اور وہ اپنے اہل کی طرف خوشی خوشی لوٹے گا اور جن کا نامۂ اعمال پیٹھ پیچھے سے دیا جائے گا وہ کہے گا کاش کہ مجھے موت آجائے اور اسے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

آیت نمبر 16 سے اللہ تعالیٰ نے شفق، رات اور چاند کی قسم کھا کر فرمایا کہ قیامت کا دن مشرکین کے لیے سخت ہولناک ہوگا۔

آیت 20 سے اللہ تعالیٰ نے مشرکین و کفار کے ایمان نہ لانے اور سجدہ نہ کرنے کی مذمت کی اور ان کے لیے دردناک عذاب کی وعید بیان فرمائی ہے اور مومنین صالحین کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والے اجر کا بیان ہے۔

سورۃ البروج:

سورۃ البروج مکی سورت ہے، اس کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بروج والے آسمان کی قسم کھائی ہے، اس لیے اس کا نام البروج رکھا گیا ہے۔ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے 85 ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 27 ویں سورت ہے۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اللہ عزیز وحمید پر ایمان لانے کی پاداش میں ''اَصۡحَابِ اُخۡدُوۡد'' (خندقوں والے) کو اس طرح قتل کیا گیا کہ انہیں بھڑکتی آگ میں ڈال دیا گیا، ان اہلِ حق کی تفصیلات کتبِ تفسیر میں موجود ہیں، جن پر ان کے زمانے کے کافروں نے بے پناہ مظالم ڈھائے تھے۔آخر میں فرمایا کہ اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے، وہی پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ زندہ کرے گا، وہ جس کام کا ارادہ فرمالے اس کو کرنے والا ہے۔

آیت نمبر 10 سے مومن مرد و عورتوں کو فتنہ میں ڈالنے والوں کے لیے عذابِ جہنم کی وعید جب کہ مومنین صالحین کے لیے جنت کی نعمتوں اور کامیابی کا ذکر ہے۔

آخر میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کو تسلی فرمائی کہ فرعون، ثمود جیسے بڑے لشکروں والے سرکشوں کا آج نام ونشان بھی نہیں ہے اور یہ تکالیف اور مشکلات عارضی ہیں۔

سورۃ الطارق:

سورۃ الطارق مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 86 ویں جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 36 نمبر سورت ہے۔ اس سورت کی پہلی آیت میں ''اَلطَّارِقُ'' کا لفظ مذکور ہے، اس لیے اس کا نام ''اَلطَّارِقُ'' رکھا گیا۔

اس سورت میں انسان کو اس کے مادۂ تخلیق اور کیفیتِ تخلیق کی جانب متوجہ فرمایا اور فرمایا جس دن چھپی باتیں ظاہر کر دی جائیں گی، اس وقت اللہ کے سوا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ کسی کے پاس طاقت ہوگی۔

سورۃ الاعلیٰ:

سورۃ الاعلیٰ مکی سورت ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ''اَلْاَعْلٰى'' کا لفظ آیا ہے اس لیے اس کو الاعلیٰ سے موسوم کیا گیا ہے۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 87 جب کہ نزول کے اعتبار سے 8 ہے۔ اس سورت کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور بلندی کا ذکر فرما کر اس کی تسبیح کرنے کا حکم فرمایا۔

آیت نمبر 6 میں فرمایا کہ عنقریب ہم آپ کو قرآن پڑھائیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے۔ اس سورت کے آخر میں فرمایا جس نے اپنا باطن صاف کرلیا اور اپنے رب کا نام لے کر پھر نماز پڑھی وہ کامیاب ہوا، بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت ہی بہت عمدہ اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ بے شک یہی پیغام پہلے صحیفوں، ابراہیم اور موسیٰ (علیہما السلام) کے صحیفوں میں مذکور ہے۔

سورۃ الغاشیہ:

سورۃ الغاشیہ مکی سورت ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ''اَلْغَاشِيَةِ'' کا لفظ ذکر

ہونے کی وجہ سے اس کا نام سورۃ الغاشیہ ہے۔ترتیب مصحف کے اعتبار سے 88 جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 68 نمبر سورت ہے۔

اس سورت کے شروع میں ان لوگوں کے انجام کا ذکر ہے، جو آخرت میں عذاب سے دوچار ہوں گے، اس کے بعد ان خوش نصیب مومنوں کا ذکر ہے جنہیں اخروی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا اور پھر اللہ تعالیٰ کی شانِ تخلیق کا ذکر ہے۔

آیت نمبر 17 سے اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی قدرت، اس کی حکمت اور اس کے علم پر آسمانوں، اونٹوں، پہاڑوں اور زمینوں وغیرہا کی تخلیق سے استدلال فرمایا ہے۔

آخر میں یاددہانی ہے کہ سب نے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

سورۃ الفجر:

سورۃ الفجر مکی سورت ہے، اس سورت کا نام ''اَلْفَجْر'' اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 89 جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 10 ویں سورت ہے۔ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے فجر کی، ذوالحجہ کی دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ کفار کو ضرور بالضرور عذاب ہوگا۔

اس سورت میں قومِ عاد، ثمود اور فرعون کا ذکر ہے، ان اقوام نے طاقت کے زعم میں آکر سرکشی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب کے کوڑے برسائے۔

آیت: 17 سے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے، ایک دوسرے کو یتیم کے کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے، وراثت میں ملا ہوا پورا مال ہڑپ کر جاتے ہو، تمہیں مال سے بے پناہ محبت ہے۔اس کے بعد فرمایا کہ آخرت میں اس مال کی ناپائیداری کا احساس ہوگا، انسان پچھتائے گا، مگر یہ پچھتاوا کچھ کام نہیں آئے گا۔آخری آیت میں فرمایا کہ ''نَفْسِ مُطْمَئِنَّه'' یعنی اعلیٰ درجے کے ایمان کے حاملین کا وفات کے وقت اعزاز واکرام کے ساتھ استقبال کیا جائے گا۔

سورۃ البلد:

سورۃ البلد مکی سورت ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے 90 جب کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے 25 نمبر سورت ہے۔ پہلی آیت میں لفظِ ''اَلْبَلَد'' کا مذکور ہونا اس کی وجہ تسمیہ ہے۔ اس سورت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وجلالت کا بیان ہے کہ اس شہر کی قسم اس لیے کھائی ہے کہ آپ اس شہر میں مقیم ہیں۔ اس سورت میں فرمایا کہ ہم نے انسان کو دیکھنے کے لیے دو آنکھیں، بولنے کے لیے زبان اور دو ہونٹ عطا کئے اور نیکی اور بدی کا شعور عطا کیا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے نفس کی باطل خواہشات اور شیطانی ترغیبات کے خلاف جہاد کو مشکل ترین مرحلہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اس دشوار گزار گھاٹی کو سر کرنے کا آسان راستہ یہ ہے کہ کسی مالی تاوان تلے دبے ہوئی گردن کو آزاد کرنا، بھوک میں مبتلا شخص کو کھانا کھلانا، ترجیحاً ایسے یتیم کو جو قرابت دار بھی ہو یا کسی خاک افتادہ مسکین۔

سورۃ الشّمس:

سورۃ شمس مکی سورت ہے۔ ترتیب نزول کے اعتبار سے 26 ویں سورت جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 91 نمبر سورت ہے، اس سورت میں سورج کی قسم کھائی گئی ہے اس لیے اس کو الشّمس سے موسوم کیا گیا۔

اس سورت کے شروع میں تمہید کے طور پر اللہ تعالیٰ نے انسان کے نفس سمیت سات چیزوں کی قسم فرمائی اور بتایا کہ اللہ نے ہر انسان کو نیکی اور بدی میں تمیز کا شعور الہام کر دیا ہے، سو جس نے اپنے نفس کو پاک رکھا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کر لیا وہ ناکام ہوا۔ آخر میں صالح علیہ السلام کی قوم کا اونٹنی کی کونچیں کاٹنے اور ان پر اللہ کے عذاب کا ذکر ہے۔

سورۃ اللیل:

سورۃ الیل مکی سورت ہے۔ تریب مصحف کے اعتبار سے ۹۲ جبکہ ترتیب نزول کے

اعتبار سے اس کا نمبر 9 ہے۔اس سورت کے شروع میں واللیل کا لفظ مذکور ہے اس لیے اس کا نام اللیل رکھا گیا۔اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان کی جدوجہد دو مختلف سمتوں میں جاری رہتی ہے، ایک طبقہ وہ ہے کہ اللہ کے عطا کردہ مال میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے، تقوے پر کاربند رہتا ہے اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا ہے تو ہم اس کے لیے آسانی یعنی جنت تک رسائی کی منزل آسان کردیں گے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے کہ جو اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے بخل کی وجہ سے خرچ نہیں کرتا، وہ دولت کی فراوانی میں مست ہوکر اللہ سے بے پرواہ ہوجاتا ہے اور نیک باتوں کو جھٹلاتا ہے، تو اس کے لیے ہم مشکل منزل یعنی دوزخ کا راستہ آسان کردیتے ہیں۔

آخری آیات میں فرمایا کہ نارِ جہنم سے وہی شخص بچا رہے گا کہ جو کسی کے احسان کا بدلہ چکانے کے لیے نہیں بلکہ اپنے ربِ اعلیٰ کی رضا جوئی کے لیے اپنا مال اللہ کی راہ میں دیتا ہے تا کہ اس کا قلب بخل، حرص وہوس اور دولت کی محبت کے غلبے سے پاک ہوجائے۔مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان کے بارے میں نازل ہوئیں۔

سورۃ الضحیٰ:

مکی سورت ہے، ترتیب نزول کے اعتبار سے 11 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 93 ویں سورت ہے، اس سورت کا نام اس کے پہلے کلمے والضحیٰ سے ماخوذ ہے۔

یہ سورۂ مبارکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتِ شان کو بیان کررہی ہے کفار قریش نے جب یہ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب نے ان کو چھوڑ دیا ہے اور ان سے ناراض ہوگیا ہے، تو ان کی اس ہرزہ سرائی کے جواب میں اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اے رسولِ مکرم! آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے، نہ آپ سے ناراض ہوا ہے، آپ کی ہر آنے والی ساعت آپ کی پہلی ساعت سے بہتر ہے اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

اس سورت کی آیت :7 کا ترجمہ کرتے ہوئے بہت سے اہلِ علم فکری لغزش کا شکار ہوئے اور صرف یہی ایک آیت نہیں بلکہ قرآن مجید کی متعدد آیات ہیں جن میں مقامِ الوہیت اور مقامِ رسالت کا پاس نہ رکھا گیا، جس کی وجہ سے امت میں تفرقہ اور انتشار پیدا ہوا۔ اس سورت میں یتیموں پر غصہ کرنے اور سوال کرنے والوں کو جھڑکنے سے منع کیا گیا ہے، آخر میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر تحدیث نعمت کا ذکر ہے۔

سورۃ الانشراح:

مکی سورت ہے ترتیب نزول کے اعتبار سے 12 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 94 ویں سورت ہے اس سورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرحِ صدر کا ذکر ہے، اس کے ایک معنی یہ ہیں کہ کفار کے طعن و تشنیع اور دل آزار باتوں سے آپ کا سینہ تنگ ہو جاتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا سینہ کھول دیا یعنی آپ کو عزیمت و استقامت کی نعمت سے نوازا یا شرح صدر سے شقِ صدر مراد ہے، جس کی تفصیل احادیث میں موجود ہے۔ اِس میں ایک آیت رفعتِ شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے غیر معمولی عطائے ربانی ہے کہ اللہ نے فرمایا: ''اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا ہے'' اور فرمایا بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ آخر میں عبادات کے بعد کوشش کے ساتھ دعا مانگنے کا ذکر ہے۔

سورۃ التین:

مکی سورت ہے ترتیب نزول کے اعتبار سے 28 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 95 ویں سورت ہے اس سورت کے شروع میں وَالتِّین کا لفظ آیا ہے یہی اس کی وجہ تسمیہ ہے۔ اس سورت میں فرمایا: ''بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا اور پھر اُس کو مومنین صالحین کے علاوہ سب سے نچلے طبقے میں لوٹا دیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں تقرب اور عزّ و شرف کا مدار انسان کی ظاہری صورت پر نہیں ہے بلکہ ایمان و عمل پر ہے۔

سورۃ العلق:

مکی سورت ہے ترتیب نزول کے اعتبار سے پہلی جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 96 ویں سورت ہے۔اس سورت سے وحی کا آغاز ہوااس سورت کی پہلی پانچ آیات وہ پہلی وحیٔ ربانی ہے جو غارِ حرا میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی اوران آیات سے آپ کی نبوت کا اعلان ہوا۔اس سورت میں انسان کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی حکمت بیان فرمائی ہے کہ اس کو ضعف سے قوت کی طرف منتقل فرمایا اوراس میں قراءت اور کتابت کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

مزید بتایا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکرادانہیں کرتا اوراپنے مال ودولت پر تکبر کرتا ہے۔اس سورت میں ابوجہل کی مذمت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز سے منع کرتا تھا اور اپنے زعم میں اپنے بتوں کی مدد کرتا تھا۔اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوجہل کی دھمکیوں کی پرواہ نہ کرنے کا ذکر ہے۔

سورۃ القدر:

مکی سورت ہے، ترتیب نزول کے اعتبار سے 25 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 97 ویں سورت ہے۔یہ سورت شبِ قدر کی فضیلت میں نازل ہوئی ،شبِ قدر کو اللہ تعالیٰ نے نزولِ قرآن کی نسبت سے مُشرف فرمایااور اِسے ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا،اور اس رات میں فرشتوں اور جبرائیل علیہ السلام کے نزول کا ذکر فرمایا۔

شبِ قدر کو قطعیت کے ساتھ متعین نہیں فرمایا تاکہ بندوں کے ذوق اور خیر کی جستجو کا امتحان ہو،تاہم اِس سورت میں ایسے قرائن موجود ہیں جو ستائیسویں شب کو راجح قرار دے رہے ہیں۔

سورۃ البینہ:

مدنی سورت ہے ترتیب نزول کے اعتبار سے 100 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار

سے 98 ویں سورت ہے۔اس سورت کی پہلی آیت میں اَلْبَيِّنَه کا لفظ ہے جس کا معنی ہے بہت صاف اور واضح دلیل یہی اس کی وجہ تسمیہ ہے۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ اور مجوس اور مشرکین کے مذاہب باطلہ کا بطلان فرمایا ہے اور اس بات کا حکم دیا کہ تمام باطل ادیان کو چھوڑ کر اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کی بندگی کو اختیار کریں اور نماز قائم کرتے رہیں، زکوٰۃ ادا کرتے رہیں، یہی دینِ مستقیم ہے۔

آیات 6 تا 8 میں کفار کو مخلوق کا بدترین گروہ فرمایا اور مومنین کو مخلوق کا بہترین گروہ فرمایا۔

سورۃ الزلزال:

مدنی سورت ہے، ترتیب نزول کے اعتبار سے 93 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 99 ویں سورت ہے۔اس سورت کی پہلی آیت میں اس کی وجہ تسمیہ مذکور ہے۔اس سورت میں قیامت کا منظر بیان کیا گیا کہ قیامت کے دن زمین میں شدید زلزلہ آئے گا، زمین کے سینے پر جو کچھ بھی ہوا، وہ سارے راز اگل دے گی یا جو بھی اَموات مدفون ہیں، اُنہیں نکال باہر کرے گی۔اس دن زمین اللہ کے حکم سے ساری خبریں بیان کرے گی اور تمام مخلوق حساب کے لیے میدان محشر میں جمع ہوگی اور ہر ایک اپنی معمولی سے معمولی نیکی یا بدی کا انجام دیکھ لے گا۔

سورۃ العادیات:

مکی سورت ہے ترتیب نزول کے اعتبار سے 14 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 100 ویں سورت ہے۔اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے گھوڑوں کی مختلف کیفیات کو قسم کے ساتھ بیان فرمایا۔اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب مجاہد کے گھوڑے کا یہ مقام ہے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خود مجاہد کا کیا مقام ہوگا۔اس سورت میں انسان کے ناشکرے پن اور مال سے محبت میں شدت کا بیان فرمایا ہے اور مردوں کے قبر

سے اٹھنے اور رازوں کے آشکار ہونے اور اللہ کا ان سب سے باخبر ہونے کا ذکر ہے۔

سورۃ القارعہ:

مکی سورت ہے ترتیب نزول کے اعتبار سے 30 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 101 ویں سورت ہے، اس کی پہلی آیت کا پہلا لفظ القارعہ ہے اس لیے اس کا نام القارعہ رکھا گیا۔ اس سورت میں قیامت کی ہولنا کی اور اَحوال کو بیان کیا گیا ہے اور میزان حساب کتاب اور جزا وسزا کا بیان فرمایا ہے اور فرمایا کہ جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا، وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا اور جس کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا، اُس کا ٹھکانہ دہکتی ہوئی آگ ہوگی۔

سورۃ التکاثر:

مکی سورت ہے ترتیب نزول کے اعتبار سے 16 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 102 ویں سورت ہے، اس سورت کی وجہ تسمیہ اس سورت کی پہلی آیت میں لفظ التکاثر کا مذکور ہونا ہے۔ اس سورت میں بتایا کہ زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی خواہش نے انسان کو اللہ سے غافل کر دیا ہے، مگر جب قبروں میں پہنچیں گے، تو اس کا انجام معلوم ہو جائے گا پھر انہیں عین الیقین حاصل ہو جائے گا۔

سورۃ العصر:

مکی سورت ہے ترتیب نزول کے اعتبار سے 13 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 103 ویں سورت ہے۔ اس سورت میں بتایا کہ انسان خسارے میں ہے اور اس سے نکلنے کی صورت صرف یہی ہے کہ ایمان لائیں، عملِ صالح کریں اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت کریں۔ اس سورت میں اختصار کے ساتھ اسلام کے بنیادی اصول بتا دیئے ہیں اور وہ ایمان، اعمال صالحہ اور ایک دوسرے کی خیر خواہی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرنا ہے۔

سورۃ الھمزۃ:

مکی سورت ہے، ترتیب نزول کے اعتبار سے 32 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 104 ویں سورت ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں اَلْھُمَزَۃ کا لفظ مذکور ہے، یہی اس کی وجہ تسمیہ ہے۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے طعنہ زنی اور عیب جوئی کی شدید مذمت فرمائی اور بتایا کہ اس اخلاقی مرض میں وہ لوگ مبتلا رہتے ہیں جنہیں اپنی دولت پر ناز ہوتا ہے، لیکن اُن کا انجام اللہ کی بھڑکائی ہوئی ایسی آگ ہے جو چورا چورا کر دے گی۔

سورۃ الفیل:

مکی سورت ہے ترتیب نزول کے اعتبار سے 19 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 105 ویں سورت ہے۔ اس سورت کا نام الفیل اس لیے رکھا گیا اس میں اصحابِ فیل یعنی یمن کے بادشاہ ابرہہ اور اُس کے لشکر کا ذکر ہے کہ وہ (معاذ اللہ) بیت اللہ کو مسمار کرنے کے مذموم عزائم کے ساتھ آئے، تو اللہ نے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیجے، جنہوں نے اُن پر پتھر کی کنکریاں برسا کر اُنہیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔ یہ کعبۃ اللہ کی فضیلت، بزرگی اور عظمتِ شان کی مظہر ہے۔

سورۂ قریش:

مکی سورت ہے ترتیب نزول کے اعتبار سے 29 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 106 ویں سورت ہے، اس سورت کا نام قریش اسلیے رکھا گیا کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے قریش پر اپنے احسان کا ذکر فرمایا کہ بیت اللہ کی تولیت (Trusteeship) کی وجہ سے وہ بے خوف وخطر گرمیوں میں شام کا اور سردیوں میں یمن کا تجارتی سفر کیا کرتے تھے اور بیت اللہ کی نسبت کی وجہ سے ان کے تجارتی قافلے بے خوف وخطر رہتے تھے اور ان کی معیشت محفوظ تھی۔ اس لیے فرمایا کہ اس مقدس گھر کے رب کی عبادت کرو

جس کی وجہ سے تمہیں معاشرے میں احترام کا مقام حاصل ہے۔

سورۃ الماعون:

مکی سورت ہے ترتیب نزول کے اعتبار سے 17 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 107 ویں سورت ہے، اس سورت میں ماعون روزمرہ استعمال کی معمولی چیزیں) منع نہ کرنے کا بیان ہے اس لیے اس کا نام الماعون رکھا گیا۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے یتیم کے ساتھ ناروا سلوک اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دینے جیسے مذموم عمل کو قیامت کے جھٹلانے سے تعبیر کیا اور نمازوں میں غفلت اور تمام عبادات میں ریاکاری کی مذمت بیان فرمائی اور روزمرہ استعمال کی معمولی چیزوں کو منع کرنے کی مذمت فرمائی۔

سورۃ الکوثر:

مکی سورت ہے ترتیب نزول کے اعتبار سے 15 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 108 ویں سورت ہے، اس سورت میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوثر دئے جانے کا ذکر ہے، اس لیے اس کا نام الکوثر رکھا گیا۔ یہ قرآن مجید کی وہ مختصر ترین سورت ہے جس کے ذریعے عرب کے فُصحاء و بلغاء کو مقابلے کا چیلنج دیا گیا تھا، مگر وہ اس کے مقابل کلام بنا کر نہ لا سکے، اس میں اللہ عزوجل کی جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوثر عطا کیے جانے کا ذکر ہے، اس سے مراد خیرِ کثیر ہے، جس کا ایک حصہ حوضِ کوثر بھی ہے، جہاں محشر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیاسوں کو سیراب کریں گے۔ اس سورت میں نماز ادا کرنے اور قربانی کرنے کا ذکر ہے اور یہ کہ سرکار دوعالم کے دشمن بے نسل رہیں گے۔

سورۃ الکافرون:

مکی سورت ہے، ترتیب نزول کے اعتبار سے 18 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 109 ویں سورت ہے۔ کفار مکہ کو اس سورت میں الکافرون سے مخاطب کیا گیا ہے اس لیے اس کا نام الکافرون رکھا گیا۔ اس سورت میں یہ پیغام دیا گیا کہ حق اور باطل میں کوئی

مفاہمت نہیں ہوسکتی، بقول علامہ اقبال:

باطل دوئی پسند ہے، حق لاشریک ہے
شرکت میانۂ حق وباطل نہ کر قبول

اور یہ بھی بتایا گیا کہ کفر اور اسلام دو الگ ملتیں ہیں۔

سورۃ النصر:

مدنی سورت ہے، ترتیب نزول کے اعتبار سے 114 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 110 ویں سورت ہے، یہ قران کی آخری سورت ہے یہ حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت سے اسلام کی فتح کو اپنی نعمت کے طور پر بیان کیا کہ لوگ فوج درفوج اسلام میں داخل ہونے لگے، تو بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ تشکرِ نعمت کے طور پر اللہ کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح بیان کی جائے اور اُس سے استغفار طلب کی جائے۔

سورۃ اللہب:

مکی سورت ہے ترتیب نزول کے اعتبار سے چھٹی جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار 111 ویں سے سورت ہے، اس سورت میں دشمنِ رسول ابولہب کی ہلاکت کا ذکر ہے اس لیے اس کا نام لہب رکھا گیا۔ اس میں ابولہب (جو حضور کا چچا تھا اس کا نام عبدالعزیٰ تھا) اور اُس کی بیوی (اُمّ جمیل) جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شدید ترین دشمن تھے دونوں کی سخت مذمت اور انجامِ بد کو بیان کیا گیا اور بتایا کہ جس مال و دولت اور اولاد کی کثرت پر اُسے ناز تھا، وہ اُس کے کسی کام نہ آیا۔

سورۂ اخلاص:

مکی سورت ہے، ترتیب نزول کے اعتبار سے 22 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار

سے 112 ویں سورت ہے اس سورت کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحیدِ خالص کا بیان ہے اور یہ کہ وہ بے نیاز ہے، ابنیت اور اُبوّت کی نسبت سے پاک ہے اور اُس کا کوئی ہمسر نہیں ۔اس کو سورۃ التوحید سورۃ النجات ،سورۃ الاساس سورۃ المعرفہ اور سورۃ التفرید کے ناموں سے بھی پکارا جاتا ہے۔

سورۃ الفلق :

مکی سورت ہے ترتیب نزول کے اعتبار سے 20 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 113 ویں سورت ہے اس سورت میں لفظ فلق کا مذکور ہونا اس کی وجہ تسمیہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے تعلیم فرمائی کہ اس کی مخلوق کے شر، ہر قسم کی ظلمت کے شر، جادوگروں کے شر اور حاسدین کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

سورۃ الناس:

مکی سورت ہے ترتیب نزول کے اعتبار سے 21 ویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے 114 ویں سورت ہے اس سورت میں الناس کا لفظ مذکور ہے یہی اس کی وجہ تسمیہ ہے یہ لفظ اس سورت میں پانچ مرتبہ آیا ہے۔اس سورت میں پلٹ پلٹ کر اور چھپ کر وسوسے ڈالنے والوں کے شر سے اللہ تعالیٰ نے اپنی پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے اور یہ بتایا کہ انسانوں کو بہکانے والے، وسوسے اور توہمات میں ڈالنے والے جن بھی ہوتے ہیں اور انسان بھی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معمول تھا کہ آپ صبح وشام اِن آخری تین سورتوں کی تلاوت فرما کر اپنے ہاتھوں پر دَم فرماتے اور پھر اُن مُتبرک ہاتھوں کو اپنے سر اور چہرۂ مبارک اور پورے بدنِ مبارک پر پھیر دیتے اور یہ عمل آپ تین مرتبہ فرماتے ۔س کی برکت سے بندہ اللہ کی حفاظت وپناہ میں آجاتا ہے اور مختلف نقصان پہنچانے والی چیزوں کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔

پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن

کی زیورِ طبع سے آراستہ ہونے والی مؤثر تصانیف

تفسیر سورۃ النسآء

دورِ جدید کی منفرد جامع اور عام فہم تفسیر،
اندازِ بیان مؤثر و دلکش
قدیم و جدید اہم تفاسیر کا نچوڑ

تفہیم المسائل
جلد 10

قرآن و حدیث کی روشنی میں
فقہی مسائل کا مؤثر انداز میں نچوڑ

زکوٰۃ

آئینۂ ایام

حالاتِ حاضرہ کا عکس ایک صاحبِ نظر کے زاویے سے

جلد 4

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور کراچی پاکستان

گنج بخش روڈ ○ لاہور 042-37221953-37220479 فیکس: 042-37238010
9- الکریم مارکیٹ ○ اردو بازار ○ لاہور 042-37247350 فیکس: 042-37225085
14- انفال سنٹر ○ اردو بازار ○ کراچی 021-32212011-32630411